

واقعہ کربلا

ترجمہ مقتل الحسین ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوفی

تحقیق: ترجمہ شیخ محمد ہادی یوسفی غروی سید مراد رضا رضوی

فہرست مطالب

۱.....	حرف آغاز.....
۴.....	گفتار مترجم.....
۹.....	اسلام کا پہلا تاریخ نگار.....
۱۰.....	کربلا.....
۱۰.....	دوسری تاریخ.....
۱۲.....	قدیم ترین سند.....
۱۶.....	طبری اور خاندان ابو مخنف.....
۲۴.....	دواہم نکات.....
۲۴.....	مذہب و وثاقت.....
۲۷.....	ہشام الکلبی.....
۳۰.....	راج مقمل الحسین.....
۳۲.....	واضح غلطیاں.....
۳۹.....	پہلی فہرست.....

دوسری فرست..... ۴۱

روایات کی سند..... ۴۳

تیسری فرست..... ۴۹

چوتھی فرست..... ۵۱

پانچویں فرست..... ۶۲

چھٹی فرست..... ۷۷

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں..... ۸۴

معاویہ کی وصیت..... ۸۴

معاویہ کی ہلاکت..... ۸۸

مروان سے مشورہ..... ۹۴

قاصد بیعت..... ۹۴

امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس..... ۹۸

ابن زبیر کا موقف..... ۱۰۰

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر..... ۱۰۵

امام حسین علیہ السلام مکہ میں..... ۱۰۷

- ۱۱۵.....حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر.....
- ۱۱۶.....کوفہ میں جناب مسلم کا داخلہ.....
- ۱۱۷.....کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا داخلہ.....
- ۱۲۳.....اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط.....
- ۱۲۸.....کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ.....
- ۱۲۹.....کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ.....
- ۱۳۰.....ابن عباس کی گفتگو.....
- ۱۳۲.....ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو.....
- ۱۳۳.....عمر بن عبد الرحمن مخزومی کی گفتگو.....
- ۱۳۴.....امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو.....
- ۱۳۵.....عمر بن سعید اشدق کا موقف.....
- ۱۴۱.....راستہ کی منزلیں.....
- ۱۴۷.....زبیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا.....
- ۱۴۳.....امام حسین علیہ السلام کی جانب ہر سعد کی روانگی.....
- ۱۴۸.....ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط.....

ابن زیاد کا جواب..... ۱۷۸

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات..... ۱۷۹

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط..... ۱۸۱

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا جواب..... ۱۸۲

امام علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم..... ۱۸۷

ایک شب کی مہلت..... ۱۸۹

شب عاشور کی رو داد..... ۱۹۲

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ..... ۱۹۲

ہاشمی جوانوں کا موقف..... ۱۹۳

اصحاب کا موقف..... ۱۹۴

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور..... ۱۹۵

شب عاشور امام حسین، اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت..... ۱۹۸

صبح عاشورا..... ۲۰۱

پہاہ حسینی میں صبح کا منظر..... ۲۰۲

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ..... ۲۰۳

۲۰۸.....زمیر بن قین کا خطبہ

۲۱۵.....حر ریحی کی بازگشت

۲۱۷.....حر بن یزید ریحی کا خطبہ

۲۲۰.....آغاز جنگ

۲۲۰.....پہلا تیر

۲۲۲.....الحکمۃ الاولی (پہلا علم)

۲۲۳.....کرامت و ہدایت

۲۲۴.....بریر کا مباہلہ اور ان کی شہادت

۲۳۳.....ناز ظہر کی آمادگی

۲۳۴.....حیب بن مظاہر کی شہادت

۲۳۵.....حر بن یزید ریحی کی شہادت

۲۳۷.....ناز ظہر

۲۳۸.....غفاری برادران

۲۳۹.....قبیلہ جابری کے دو جوان

۲۴۲.....یزید بن زیاد ابو شعثاء کندی کی شہادت

۲۴۳.....چار دوسرے اصحاب کی شہادت

۲۴۴.....بنی ہاشم کے شہداء

۲۴۷.....قاسم بن حسن کی شہادت

۲۴۸.....عباس بن علی اور ان کے بھائی

۲۴۹.....آپ کے امتیازات و خصوصیات

۲۵۰.....عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

۲۵۸.....حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

۲۵۸.....امام حسین علیہ السلام کی شہادت

۲۶۳.....آخری لمحات

۲۶۴.....خیموں کی تاراجی

۲۶۶.....پامالی

۲۶۷.....اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

۲۷۳.....عبداللہ بن عقیف کا جہاد

۲۷۵.....شہداء کے سراور اسیروں کی شام کی طرف روانگی

۲۸۳.....اہل بیت کی مدینہ واپسی

۲۸۳.....اہل بیت کی مدینہ واپسی

۲۸۸.....اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

۲۸۸.....اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

۲۹۲.....خاتمہ

۲۹۳.....سخن مترجم

۲۹۴.....فہرست منابع

حرف آغاز

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے، حتیٰ ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں، تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے اپنی استعداد و قابلیت کے اعتبار سے اس کی کرنوں سے فیض حاصل کیا۔ اسلام کے مبلغ و موئس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حراء سے مثل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا۔ آپ کے تمام الہی پیغامات نظریات اور اعمال فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھے، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ وہ تہذیبی اصنام جو ممکن ہے کج فکر افراد کو دیکھنے میں اچھے لگتے ہوں لیکن اگر وہ حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گراں بہا میراث کہ جس کی حفاظت و پاسپانی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر کی ہے، خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقداری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگناہیوں کا شکار ہو کر وقت کے ہاتھوں اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و

سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں اسلامی دنیا کو خدمت میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور پیش کئے جنہوں نے سیرونی انکھار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظریاتی موجوں کے مقابلے میں اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی اور ہر زمان و مکان میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام، قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑھی ہوئی ہیں۔ اسلامی دشمن اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوست اس مذہبی و ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں۔ یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے انکھار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام (عالمی اہل بیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر عقل و خرد پر استوار اہل بیت عصمت و طہارت کی تعلیمات و ثقافت کو ماہرانہ انداز میں عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے بھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب ”وقعۃ اللف“ (جس کو جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو تحقیق فرما کر یکجا کیا ہے) کو فاضل جلیل جناب مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے، جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزو مند ہیں۔ اسی مقام پر ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے۔ خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام

گفتار مترجم

کربلا کی تاریخ وہ انقلاب آفرین تاریخ ہے جو اپنے بعد کے تمام حریت پسند انقلابوں کے لئے میر کارواں کا مقام رکھتی ہے۔ وہ انقلاب قومی و ملی ہوں یا ذہنی و فکری، ہر انقلاب کے سنگ میل اور رہنما کا نام کربلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست طاقتوں نے ہمیشہ اس کے انٹ نقوش مٹانے کی بھرپور کوشش کی؛ کبھی خود کربلا اور اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کی تو کبھی اس حماسہ آفرین واقعہ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں تحریف ایجاد کر کے اس زندگی ساز حسینی انقلاب کے رنگ کو ہکا کرنا چاہا لیکن فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے بنی امیہ اور بنی عباس نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی؛ کبھی حسینی زائروں کو تہ تیغ کیا تو کبھی کربلا کو ویران کیا لیکن اللہ رے آتش عشق حسینؑ جو مزید شعلہ وری ہوتی گئی اور باطل کی آرزوؤں کے خرمن کو خاکستر کرتی گئی۔ حکومتوں کے زر خرید غلاموں اور ان کی چشم و ابرو کی حرکت پر کام کرنے والے کارندوں نے بھی ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن حق کو کبھی کوئی مٹا نہیں سکتا۔

کربلا کی تاریخ پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مورخ کا نام ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوئی ہے؛ جنہوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ (ایک یا دو واسطے) واقعہ کربلا کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس کا نام مقتل الحسین رکھا، لیکن یہ کتاب حکومت کی نگاہوں میں لکھنے لگی کیوں کہ اس کتاب سے حکومت کی کارستانیوں اور اس کی ظلم و ستم کی پالیاں کھل کر سامنے آ رہی تھیں لہذا اس کتاب کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔

آخر کار ہوا بھی یہی کہ آج اصل کتاب ہماری دوسری میراثوں کی طرح ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ ایک تحریف شدہ کتاب لوگوں کے درمیان موجود ہے جس کے بارے میں وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تدوین ابو مخنف نے کی تھی۔ اس کتاب کی قدیم ترین سند وہی ہے جسے طبری نے مختلف تاریخی مناسبتوں کے اعتبار سے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ خداوند

عالم، محقق محترم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزمہ پر رحتوں کی بارش کرے، جنہوں نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو یکجا کیا اور اس پر تحقیق فرما کر اس کتاب کو ایک تحقیقی درجہ عطا کر دیا۔ محترم محقق نے اس کتاب کا نام ”وقعة اللف“ رکھا، جس کا ترجمہ ”واقعہ کربلا“ آپ کے سامنے موجود ہے۔ واضح رہے کہ طبری شیعہ مورخ نہیں ہے لہذا قاتلان اور دشمنان امام حسین علیہ السلام کے لئے جو الفاظ استعمال کرنے چاہئے وہ کہیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ مجالس کے صدقہ میں جو باتیں محبان اہل بیت کے ذہن میں موجود ہیں اس کتاب میں بہت سارے موارد ایسے ہیں جو ان انکار کے مخالف ہیں۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ باتیں غلط ہیں اور جو کچھ اس کتاب میں ذکر ہوا وہی صحیح ہے، بلکہ مصائب کا تذکرہ کرنے والے افراد مثاب ہونے کے لئے مختلف مقاتل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ عزاداروں کے سامنے پیش کرتے ہیں، لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھیں، تاکہ واقعہ کربلا کے تجزیہ میں انہیں آسانی ہو اور انہیں کے مقولہ سے ہٹ کر کہ جو واقعہ کربلا کا ایک اساسی اور بنیادی رکن ہے، امام حسین علیہ السلام کی امن دوستی اور باطل ستیزی کا بغور مطالعہ کر کے مدعی امن و امان کے سامنے پیش کر سکیں تاکہ امن و امان کے نعرہ میں دھشت گردی پھیلانے والوں کا چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور کربلا کی آفاقیت کا آفتاب امن و امان کی روشنی کے ذریعے دنیا کو خوف و ہراس اور دھشت گردی کی تاریکی سے نجات دے۔ یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ قلمی خدمت کرنے والے افراد تو بہت ہیں لیکن ان کی قلمی خدمات کی قدر نہیں ہوتی اور ان کو کوئی چھپوانے والا نہیں ملتا۔ انقلاب اسلامی ایران جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری میں برپا ہوا اور جس نے کربلا کے انقلاب کو پھر ایک نیا رخ دیا اور ساری انسانیت باخصوص شیعیت کو افق کائنات کا آفتاب بنادیا، اسی انقلاب کا صدقہ ہے جو آج رہبر انقلاب حضرت آسۃ العظمیٰ خامنہ ای مدظلہ العالی کی رہبری میں شیعیت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچ رہا ہے اور مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام نے دنیا کی تمام زبانوں میں پیغام اسلام باخصوص پیغام شیخ کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب ہیں اور قابل تبریک و تحسین ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی ادارہ سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

خداوند متعال اس ادارہ کے مؤلین اور دیگر مخلصین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور حضرت آسۃ اللہ العظمیٰ خاتمہ امی، دیگر مراجع عظام اور نظام اسلامی کا سایہ تا ظہور حضرت ولی عصر ارواحنا فداه ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین والسلام سید مراد رضا رضوی ۱۵ رجب ۱۴۲۶ھ مقدمہ مولف جب انسان نے لکھنا سیکھا تو اپنے اور دوسروں کے کارناموں کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس طرح آہستہ آہستہ تاریخ وجود میں آئی۔ ظہور اسلام کے وقت عرب میں تاریخ چند ایسے لوگوں پر منحصر تھی جو انساب عرب سے آگاہ اور ان کے اہم دنوں سے واقف تھے۔ عرب ان کو کو علامہ کہا کرتے تھے۔ انہیں میں سے ایک نضر بن حارث بن کلدہ تھا جو ایران و روم کا سفر کیا کرتا تھا اور وہاں سے ایسی کتابیں خرید کر لاتا تھا جس میں اہل فارس کی داستانیں ہوا کرتی تھیں؛ جیسے رستم و اسفندیار وغیرہ کی کہانیاں۔ یہ شخص انہیں کہانیوں کے ذریعے لوگوں کو لہو و لعب میں مشغول رکھتا تھا تاکہ لوگ قرآن مجید نہ سن سکیں۔ خداوند عالم کی طرف سے اسکی مذمت میں آیت نازل ہوئی: ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَنُحْيِي عَنْهَا غَافِلِينَ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ الْفِتْنَةَ وَيَكْذِبُونَ“ مدینہ میں بھی اسی طرح کا ایک شخص تھا جس کا نام سوید بن صامت تھا وہ انبیائے ماسلف کے قصے کو جو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں موجود تھے لوگوں کو جمع کر کے سنایا کرتا تھا اور اس طرح سے لوگوں کو یہودہ باتوں میں مصروف رکھتا تھا۔ جب اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سنی تو مدینہ سے حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ سوید نے آپ سے کہا: ہمارے پاس لقمان کے حکمت آمیز کلمات موجود ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذرا مجھے بھی دکھاؤ! اس نے ایک نوشتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ان هذا الكلام حسن والذی

معنی احسن منہ، قرآن انزلہ اللہ علی حدی و نوراً^۱، بیشک یہ کلام اچھا ہے لیکن میرے پاس اس سے بھی بہتر کلام قرآن ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے جو ہدایت اور نور ہے۔ تاریخی دستاویز میں گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کی داستانیں بھی شمار ہوتی ہیں، جسے طبری اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ یہ وہی تاریخی شواہد ہیں جو اسلام سے قبل بعض اہل کتاب دانشوروں کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں؛ لہذا ظہور اسلام اور قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہونے سے پہلے کی تاریخ کے سلسلے میں ہماری معلومات اسی حد تک محدود ہے۔ ایسے بدترین ماحول میں اسلام، قرآن مجید کے ہمراہ آیا اور صبح و شام اس کی تلاوت ہونے لگی۔ ایسی صورت میں حفاظ کرام کے حفظ کے باوجود ضرورت پیش آئی کہ اس مبارک کتاب کو قلمبند کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر قرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دور میں صفحہ دل پر نقش ہونے کے ساتھ ساتھ صفحہ قرطاس پر بھی محفوظ ہونے لگا، لیکن قرآن کی تفسیر، گذشتہ شریعتوں اور ادیان کی خبریں، مسائل و احکام شریعہ کی تفصیلات کے سلسلے میں پیغمبر اسلام کی احادیث، آپ کی سیرت و سنت اور جنگ و غزوات کے حالات کی تفصیلات غیر مدون رہ گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فاسے ملک بقاء کی طرف کوچ کر گئے؛ اب آپ کے پیرو مسلمان ان لوگوں سے حدیثیں کسب کرنے لگے جنہوں نے احادیث کو حفظ کر لیا تھا اور خود پیغمبر اسلام سے ان حدیثوں کو سنا تھا یا رسول اللہ کی عملی زندگی میں اس کو دیکھا تھا۔

ادھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سراٹھانا شروع کیا جو آپ کی حیات میں مسلمان ہونے کا دم بھرتے تھے ایسے لوگوں کے خلاف اصحاب رسول جنگوں میں شرکت کے لئے میدان میں اتر آئے تو فسطیامہ کی جنگ میں جو مدعی نبوت میلہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے خلاف لڑی گئی تھی تقریباً تین سو (۳۰۰) افراد سے زیادہ شہید ہوئے^۲ ایسی صورت حال میں اصحاب کو احادیث رسول کی تدوین کی فکر لاحق ہوئی، لیکن صحابہ اس پر متفق نہ ہو سکے؛ بعض نے اجازت دی تو

^۱ طبری، ج ۲، ص ۳۵۳، مطبوعہ دارالمعارف ویعقوبی، ج ۲، ص ۳۰، مطبوعہ نجف
^۲ طبری، ج ۳، ص ۲۶۹، طبع دارالمعارف

بعض نے منع کیا لیکن افسوس اس کا ہے کہ ترجیح تدوین سے روکنے ہی والوں کو دی گئی کیوں کہ ادھر خلیفہ اول و دوم و سوم^۲ تھے۔
 منع حدیث کا یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری تک ان کے پیروں کے درمیان باقی رہا آخر کار مسلمانوں نے مل جل کر خود کو اس
 مصیبت سے نجات دلائی اور تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔

^۱ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳ و ۵
^۲ گذشتہ حوالہ، ج ۱، ص ۴، ۳؛ بخاری، ج ۶، باب الاستیذان؛ طبقات بن سعد، ج ۲، ص ۲۰۶
^۳ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۶۳، کتاب ”السنة قبل التدوين“ ملاحظہ ہو۔

اسلام کا پہلا تاریخ نگار

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہمیز و تکفین کے بعد تدوین و تحریر کے کام کو لازم و ضروری سمجھتے ہوئے قلم سنبھالا اور خودیہ عہد کیا کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر ردا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید کو ترتیب نزولی کے مطابق مرتب نہ کر لوں۔ اس تدوین میں آپ نے عام و خاص، مطلق و مقید، مجل و مسین، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ رخصت و عزائم اور آداب و سنن کی طرف اشارہ کیا، اسی طرح آیات میں اسباب نزول کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی اور جہاں بعض پہلوؤں میں مشکل دکھائی دیتی تھی اس کو بھی واضح کیا۔ کتاب عزیز کی جمع بندی کے بعد آپ نے دیات کے موضوع پر بھی ایک کتاب تالیف فرمائی جسے اس زمانے میں ”صحیفہ“ کہا جاتا تھا۔ ابن سعید نے اپنی کتاب کے آخر میں جو ”الجامع“ کے نام سے معروف ہے اس کا ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے مثلاً جلد اول کی ”کتاب العلم“ ہی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی زمانے میں آپ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت نے آپ کی اس روش کی بھرپور پیروی کی جن میں ابو رافع ابراہیم القبطی اور اس کے فرزند علی بن ابی رافع اور عبید اللہ بن ابی رافع قابل ذکر ہیں۔ عبید اللہ بن ابی رافع نے جل، صفین اور نہروان میں شرکت کرنے والے اصحاب کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی جو تاریخ شیعہ میں تاریخ کی سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ تاریخ نویسی میں شیعہ تمام مسلمانوں کے درمیان میر کارواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دیگر مورخین جیسے محمد بن سائب کلبی متوفی ۳۶ھ، ابو مخنف لوط متوفی ۵۸ھ اور ہشام کلبی ۶۰ھ وغیرہ کی تاریخی کتابیں، تاریخ اسلام کے اولین مصادر و منابع میں شمار ہوتی ہیں^۱۔

^۱ رجال نجاشی، ج ۱، ص ۵، مطبوعہ بندہ؛ الفہرست، ص ۱۲۲، مطبوعہ نجف
^۲ مزید معلومات کے لئے مؤلفوا الشیعہ فی الاسلام، الشیعہ و فنون الاسلام، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص ۲۸۷-۹۱؛ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۸ و ۴۸، اور الغدیر، ج ۶، ص ۲۹۰-۲۹۷ کا مطالعہ کیجئے۔

کربلا

دشت کربلا میں وہ غمناک اور جاں سوز واقعہ رونما ہوا جسے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس سرزمین پر بظاہر رسول اکرمؐ، شہداء حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر وہ وہ مظالم ڈھائے گئے جس سے تاریخ کا سینہ آج بھی لہو لہان ہے۔ یہ دردناک واقعہ جو اچھے میں پیش آیا، داستانوں کی صورت میں لوگوں کے درمیان سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچتا رہا۔ یہ واقعات لوگوں نے ایسے افراد کی زبانی سنے جو وہاں موجود تھے اور جو ان خونچکاں واقعات کے عینی شاہد تھے بالکل اسی طرح جس طرح دیگر اسلامی جنگوں کے واقعات سنے جاتے تھے۔

لیکن کسی نے بھی ان واقعات کو صفحہ قرطاس پر تحریر نہیں کیا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا؛ یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی غامدی کو فی متوفی ۵۸ھ نے اس واقعہ کو معتبر راویوں کی زبان سے یکجا کیا اور اس امانت کو کتابی شکل دیکر اس کا نام ”کتاب مقتل الحسین“ رکھا جیسا کہ آپ کی کتابوں کی فہرست میں یہی نام مرقوم ہے۔ یہی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس عظیم اور جانور واقعہ کے تاریخی حقائق کو بیان کرتی ہے۔

دوسری تاریخ

ابو مخنف کی روشن بینی کے زیر سایہ تربیت پانے والے ان کے شاگرد نے تاریخ اسلام اور بالخصوص کربلا کے جانور واقعات کا علم اپنے استاد سے حاصل کیا۔ آپ کا نام ہشام بن محمد بن سائب کلبی تھا۔ نسب شناسی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی^۱۔ ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اسی سلسلہ کی دوسری کتاب تحریر فرمائی لیکن اس کی تنظیم و تالیف سے قبل وہ اسے اپنے استاد ابی مخنف کو فی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے سامنے اس کی قرائت کی؛ پھر ان دلسوز واقعات کے تمام نشیب و فراز کو اپنے استاد کے ہمراہ تکمیل کی منزلوں تک پہنچایا۔ اس کتاب میں حدیثی ابو مخنف یا عن ابی مخنف (ابو مخنف نے ہم سے

^۱ فوات الوفيات، ج ۲، ص ۱۴۰؛ الاعلام للزركلي، ج ۳، ص ۸۲۱؛ مروج الذهب، ج ۴، ص ۲۴، مطبوعه مصر
^۲ مروج الذهب، ج ۴، ص ۲۴، مطبوعه مصر

بیان کیا ہے) بہت زیادہ موجود ہے۔ اپنے استاد کی کتابوں میں سے جس کتاب کو ہشام نے کتابی شکل دی اور ان کے سامنے قرائت کی نیز اس سے روایات کو نقل کیا، ابو مخنف کی وہی کتاب ”مقتل الحسین“ ہے جو ان کی کتابوں کی فہرست میں موجود ہے لیکن ہشام نے جو اہم کام انجام دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے مقتل الحسین میں فقط اپنے استاد ابو مخنف ہی کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں تاریخ کے اپنے دوسرے استاد عوانتبن حکم متوفی ۱۵۸ھ کی حدیثیں بھی بیان کیں۔

صدر اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام اسلامی مورخین انھیں دو عظیم علماء کی عیال ٹار ہوتے ہیں اور وہ سب ابی مخنف کے دسترخوان کے نمک خوار ہیں؛ اسکا سبب یہ ہے کہ وہ زمان واقعہ کے نزدیک ترین مورخوں میں شمار ہوتے ہیں لہذا وہ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ جزئی مسائل کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور واقعہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح وہ واقع ہوا ہے۔

اکثر مورخین نے تاریخ کے سلسلہ میں ابو مخنف کی کتابوں کو بطور خلاصہ اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت مورخین کے پاس موجود تھیں۔ جن مورخین نے ابو مخنف کی تحریر سے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل افراد کے نام قابل ذکر ہے۔

۱۔ محمد بن عمرو اقدی متوفی ۲۰۰ھ۔

۲۔ طبری، متوفی ۲۴۰ھ۔

۳۔ ابن قتیبہ، متوفی ۳۲۲ھ الامامہ والیا ستمیں۔

۴۔ ابن عبد ربہ اندلسی، متوفی ۳۲۸ھ نے اپنی کتاب ”العقد الفريد“ میں تقيفہ کی بحث کرتے ہوئے۔

۵۔ علی بن حسین معودی، متوفی ۳۲۵ھ نے عروہ بن زبیر کی عذر خواہی کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر نے بنی ہاشم سے اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کے لئے بیعت کا مطالبہ کیا۔ بنی ہاشم نے مخالفت کی؛ اس پر عروہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی کہ تمہارے گھروں کو جلا دیں گے۔ اس کی اطلاع جب اس کے بھائی عبد اللہ کو ملی تو اس نے عروہ کی سرزنش کی اور عروہ نے اپنے بھائی سے عذر خواہی کی۔

۶۔ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ نے ”الارشاد“ میں امام حسین کی شہادت کے ذیل میں اور ”النصرہ فی حرب البصرہ“ میں۔

۷۔ شریانی، متوفی ۵۴۸ھ نے فرقہ نظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب ”مل و نخل“ میں۔

۸۔ خطیب خوارزمی، متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی کتاب ”مقتل الحسین“ میں۔

۹۔ ابن اثیر جزری، متوفی ۶۳۰ھ نے اپنی کتاب ”الکامل فی التاریخ“ میں۔

۱۰۔ بط بن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ نے اپنی کتاب ”تذکرہ خواص الامۃ“ میں۔

۱۱۔ آخری شخص جسے میں نے دیکھا ہے کہ کسی واسطہ کے بغیر ابو مخنف سے روایت نقل کرتا ہے، ابو الفدا، متوفی ۷۳۲ھ میں جنہوں نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ابو مخنف کی کتابیں بالخصوص ”مقتل الحسین“ ہماری معلومات کے مطابق دسترس میں نہیں ہے بلکہ تمام کتابیں ضائع ہو چکی ہیں، دوسری کتابوں سے جتہ و گریختہ جو معلومات فراہم ہوئی ہیں وہی اس وقت موجود ہیں۔

قدیم ترین سند

۱۔ گذشتہ سطروں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو مخنف کی ساری کتابیں ضائع ہو چکی ہیں لہذا وہ قدیم نص اور سند جو اس کتاب سے

متعلق ہمارے پاس موجود ہے تاریخ طبری ہے؛ جس میں محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۲۰ھ نے ہشام کلبی کی حدیثوں کو جو انہوں نے اپنے استاد ابو مخنف سے حاصل کی تھیں ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ طبری نے اس سلسلہ میں بطور مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی اپنی تاریخ میں کوئی الگ سے باب قائم کیا ہے بلکہ ۶۰ھ اور ۱۱۰ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ طبری بلا واسطہ ہشام کلبی سے ان احادیث کی روایت نہیں کرتے بلکہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے یوں ناقل میں: حدث عن ہشام بن محمد، ہشام بن محمد سے حدیث نقل کی گئی ہے؛ لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتے کہ ان احادیث کو خود طبری سے کس نے بیان کیا ہے۔

ہمارے اس قول کی دلیل کہ طبری نے ہشام کے زمانے کو درک نہیں کیا ہے اور بلا واسطہ حدیثوں کو ان سے نہیں سنا ہے، طبری کی تاریخ ولادت ۲۲۴ھ اور ہشام کی تاریخ وفات ۶۶ھ ہے۔ طبری نے سیرۃ تاریخ کے نامور واقعہ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے ان مطالب کو ہشام کلبی کی کتابوں سے نقل کیا ہے طبری کا بیان اس طرح ہے: ہکذا وجدته فی کتابی... میں نے اس واقعہ کو اسی طرح ان کی دونوں کتابوں میں دیکھا ہے^۱۔

۲۔ طبری کی نص و سند کے بعد ہمارے پاس ابو مخنف سے منقول کربلا کے واقعات کی قدیم ترین سند شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ کی کتاب ”الارشاد“ ہے جس میں انہوں نے بلا واسطہ ہشام کلبی کی کتاب سے روایتیں نقل کی ہیں کیونکہ شیخ مفید علیہ الرحمہ، اپنی کتاب میں واقعہ کربلا کو ذکر کرنے سے پہلے اس طرح بیان فرماتے ہیں: ”فمن مختصر الاخبار... مارواه الکلبی...“ ان خبروں کا خلاصہ... جس کی روایت کلبی نے کی ہے^۲۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۶۷، ۳۳۸، مطبوعہ دارالمعارف

^۲ طبری، ج ۵، ص ۴۸۷، اس مقام پر طبری کا بعض اسماء کو مختلف طریقوں سے لکھنا بھی دلیل ہے کہ اس نے روایت سنی نہیں بلکہ دیکھی ہے، مثلاً مسلم بن مسیب کا نام دو جگہ آیا ہے، ایک جگہ صحیح لکھا ہے لیکن دوسری جگہ سلم بن مسیب کر دیا ہے جبکہ یہ ایک ہی شخص ہے، جیسا کہ مختار کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا ہے۔
^۳ الارشاد، ص ۲۰۰، طبع نجف

۳۔ اس کے بعد ”تذکرۃ الائمہ“ میں بط ابن جوزی، متوفی ۵۴۲ھ بھی بہت سارے مقامات پر امام حسین علیہ السلام کی خبروں کے ذیل میں ہشام کلبی ہی سے تصریح کے ساتھ روایتیں نقل کرتے ہیں۔ جب ہم طبری کی نقل کا شیخ مفید اور بط ابن جوزی کی نقل سے موازنہ کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان نصوص کے درمیان کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے، البتہ ثانوی اور نادر اختلافات بھی دکھائی دیتے ہیں، مثلاً او کی جگہ پر فاء ہے یا اس کے برعکس۔ اسی قسم کے دوسرے اختلافات بھی آپ کو کتاب کے مطالعہ میں واضح طور پر دکھائی دیں گے۔

ابو مخنف تاریخ نے ہمارے لئے ابو مخنف کی تاریخ ولادت کو ذکر نہیں کیا ہے۔ فقط شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کثی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ان کو اپنی کتاب ”الرجال“ میں راویوں کے اس گروہ میں شامل کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں پھر شیخ طوسی فرماتے ہیں: ”وعندی هذا غلط لان لوط بن یحییٰ لم یلق امیر المؤمنین علیہ السلام بل کان ابوہ یحییٰ من اصحابہ“ میری نظر میں کثی کی یہ بات غلط ہے کیونکہ لوط بن یحییٰ ابو مخنف نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ ہاں ان کے والد یحییٰ امام علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔

لیکن شیخ کے علاوہ کسی اور نے امیر المؤمنین کے اصحاب میں ابو مخنف کے والد یحییٰ کا تذکرہ نہیں کیا ہے، البتہ انکے دادا مخنف بن سلیم ازدی کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ اصحاب امیر المؤمنین میں شمار ہوتے تھے۔ اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ مخنف بن سلیم ازدی عائشہ کے خالہ زاد بھائی، عرب نژاد اور کوفہ کے رہنے والے تھے^۱۔ قابل ذکر ہے کہ شیخ طوسی نے اس بات کو شیخ کثی کی کتاب سے نقل کیا ہے، خود ان سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے، کیونکہ کثی تیسری صدی ہجری میں تھے اور شیخ طوسی ۸۵۳ھ کے متولد ہیں، جیسا کہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب ”معالم العلماء“^۲ میں ذکر کیا ہے۔ کثی کی اس کتاب کا نام ”معرفة القلیین عن الالہ

^۱ رجال، شیخ، ص ۵۷، مطبوعہ نجف

^۲ گذشتہ حوالہ ۵۸

^۳ معالم العلماء، ص ۲۰۲، ط نجف

ئمہ الصادقین“ ہے لیکن آج یہ کتاب نایاب ہے۔ ہماری دسترس میں فقط وہی سند ہے جسے سید ابن طاووس نے فرج المہموم میں ذکر کیا ہے کہ شیخ طوسی نے ۴۶۵ ہجری میں اس بات کو کثی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ خود شیخ طوسی کے مختار نظریہ کے مطابق بھی کہیں یہ دیکھنے کو نہیں ملتا کہ انہوں نے ابو مخنف کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”رجال“ میں ابو مخنف کو اصحاب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں شمار کیا ہے، جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں بھی انکا ذکر کیا ہے،^۱ پھر اسکے بعد امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔

شیخ طوسی اپنی کتاب ”الفہرست“ میں بھی کثی کے اس نظریہ کو پیش کرنے کے بعد اظہار نظر کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ”والصحيح ان اباہ کان من اصحاب امیر المومنین علیہ السلام وہو لم یلقہ“^۲، صحیح تو یہ ہے کہ ابو مخنف کے والد اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے لیکن خود ابو مخنف نے حضرت کو نہیں دیکھا ہے۔ اسکے بعد شیخ ابو مخنف تک سند کے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور نصر بن مزاحم متفری کا ذکر کرتے ہیں۔ شیخ نجاشی نے بھی اپنی کتاب ”رجال“ میں انکا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں : ”لو ط بن یحییٰ سعید بن مخنف بن سالم ۱۵۲ زیدی غامدی ابو مخنف کوفہ میں اصحاب اخبار و احادیث کے درمیان بزرگ اور جانی پہچانی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ اس قدر مورد اطمینان تھے کہ آپ کی بیان کی ہوئی باتوں کو لوگ بغیر چون و چرا قبول کر لیا کرتے تھے۔ آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کیا کرتے تھے“، لیکن یہ صحیح نہیں ہے (رجال النجاشی، ص ۲۴، طبع جہرہند) اس کے بعد نجاشی نے ابو مخنف کی کتابوں کے تذکرہ میں ”کتاب مقتل الحسین“ کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر ان روایتوں کے نقل کے لئے اپنے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا ہے جو ابو مخنف کے شاگرد تھے۔ اب تک ہم نے علم

^۱ فرج المہموم، ص ۱۳۰، ط نجف

^۲ رجال، شیخ طوسی، ص ۷۰

^۳ سابقہ حوالہ، ص ۷۹

^۴ الفہرست، شیخ طوسی، ص ۱۵۵، ط نجف

^۵ کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہاں پر شیخ نجاشی مخنف بن سالم کہہ رہے ہیں لیکن جب کتاب کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں انکی کتاب بنام ”اخبار آل مخنف بن سلیم“ ہے! بہتر یہی ہو گا کہ اسے نسخہ نویسوں کی غلطی شمار کیا جائے۔

رجال کی چار اہم کتابوں میں سے تین کتابوں سے ابو مخنف کے سلسلہ میں علمائے رجال کے نظریات آپ کی خدمت میں پیش کئے لیکن ان تینوں منابع میں کہیں بھی ابو مخنف کی تاریخ ولادت و وفات کا تذکرہ نہیں ملتا۔

طبری اور خاندان ابو مخنف

طبری اپنی کتاب ”فتل المذیل“ میں ان صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو ۸۰ھ میں اس دنیا سے گزر گئے، بیان کرتے ہیں: ”مخنف بن سلیم بن حارث بن غامد بن ازد“، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ آپ کوفہ میں خاندان ازد سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے تین بھائی تھے۔ ۱۔ ”عبد شمس“ جنہوں نے جنگ نخیلہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۲۔ ”مصعب“ آپ جنگ جبل میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۳۔ ”عبد اللہ“ آپ بھی جنگ جبل ہی میں شہید ہوئے۔

مخنف ہی کی اولاد اور نسل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف میں جو تاریخ داں اور تاریخ نگار دونوں تھے۔ لوگوں کے تاریخی واقعات آپ ہی سے نقل کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ ”پھر طبری بصرہ کے واقعات و احوال کے سلسلہ میں دوسرے مورخین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امیر المومنین نے ان کو گروہوں بجیلہ، انمار، خثعم، ازدیہ مخنف بن سلیم بن ازدی کو سردار لشکر قرار دیا۔ ۲۔ ان دونوں عبارتوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ابو مخنف جنگ جبل میں شہید ہوئے ہیں، لیکن طبری جنگ جبل کے سلسلہ میں ابو مخنف سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو مخنف نے اپنے چچا محمد بن مخنف سے اس طرح نقل کیا ہے: ”کوفہ کے کچھ بزرگوں نے جو جنگ جبل میں موجود تھے، مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ میں خاندان ازد کا پرچم مخنف بن سلیم کے ہاتھوں میں تھا۔ مخنف بن سلیم اسی جنگ میں جاں بحق ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے دو بھائیوں مصعب اور عبد اللہ کے ہاتھوں یہ پرچم

^۱ المطبوع مع التاريخ، مطبوعہ دار القاموس، ج ۱۳، ص ۳۶۔ اور مطبوعہ دار سویدان، ج ۱۱، ص ۵۴۷
^۲ طبری، ج ۴، ص ۵۰۰، مطبوعہ دار المعارف

لہرایا گیا اور وہ دونوں بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔“ طبری کی یہ عبارت ”ذیل المذیل“ کی عبارت سے مشترک ہے جس میں مخنف کے دو بھائی صقب اور عبداللہ کی شہادت کا تذکرہ ہے ممکن ہے کہ ”ذیل المذیل“ میں طبری نے اسے اپنی ہی تاریخ سے نقل کیا ہو، لیکن مخنف بن سلیم کی شہادت کے سلسلے میں یہ خبر دوسری روایتوں سے منافی اور متعارض ہے، کیونکہ اس عبارت میں طبری نے کہا کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ طبری کی یہ بات اس روایت کے منافی ہے جسے انھوں نے کبھی کے حوالے سے ابو مخنف سے جنگ صفین کے سلسلے میں نقل کیا ہے: ”حدثنی ابی، یحییٰ بن سعید عن عمہ محمد بن مخنف قال: کنت مع ابی (مخنف بن سلیم) یومئذ وانا ابن سبع عشرہ سنۃ“ مجھ سے میرے والد یحییٰ بن سعید نے اپنے چچا محمد بن مخنف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ”میں جنگ صفین میں اپنے والد (مخنف بن سلیم) کے ہمراہ تھا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی۔“ اسی طرح طبری نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ”مجھ سے حارث بن حصیرہ ازدی نے اپنے اساتید اور بزرگان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ”قبیلہ ازد“ جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تو ”مخنف بن سلیم“ پر یہ بڑی سخت گھڑی تھی جس سے وہ کافی ناراض تھے۔“

اسی طرح طبری نے مدائنی متوفی ۲۵۵ھ اور عوانہ بن حکم متوفی ۵۸ھ سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں نے سلسلہ سند کو قبیلہ بنی فزار کے ایک بزرگ تک پہنچاتے ہوئے کہا: ”معاویہ نے نعمان بن بشیر کو ۲۵ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ امیر المومنین کی طرف روانہ کیا۔ وہ لوگ ایک مقام تک پہنچے جس کا نام عین التمر تھا۔ وہاں سے ان لوگوں نے حضرت کے لشکر پر حملہ کیا، اس مقام پر مالک بن کعب ارجی جو لشکر امیر المومنین کے علمدار تھے، اپنے تین سوا افراد کے ساتھ ان حملہ آوروں کے سامنے ڈٹے رہے اور حضرت علیؑ کو خط لکھ کر فوج کی مدد طلب کی۔ مالک بن کعب نے ایک دوسرا خط مخنف بن سلیم کو لکھا کیونکہ وہ وہاں سے نزدیک تھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ مخنف نے فوراً اپنے فرزند عبدالرحمن کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ ان تک روانہ کیا، یہ افراد بلا تاخیر وہاں

پہنچ کر مالک کے لشکر سے ملحق ہو گئے۔ جب اہل شام نے یہ منظر دیکھا اور سمجھ گئے کہ مالک بن کعب کی مدد کے لئے لشکر موجود ہے تو وہیں سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔^۱ ان تمام تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جل کے بعد تک با حیات تھے اور نہ فقط بعد از جنگ جل بلکہ جنگ صفین کے بعد بھی زندہ تھے، کیونکہ جنگ صفین ۳۵ھ میں ختم ہو گئی اور معاویہ کی طرف سے سرحدی علاقوں میں قتل و غارت گری کا سلسلہ ۳۹ھ سے شروع ہوا۔ اس درمیان فقط وہی ایک روایت ہے جس میں جنگ جل میں شہادت کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں اس کی وضاحت ہو گئی ہے، لیکن طبری اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے، نہ ہی اس کے اوپر کوئی تعلیقہ لگایا، جبکہ انھوں نے ”ذیل المذیل“ میں اس کی صراحت کی ہے کہ وہ ۸۰ھ تک زندہ تھے۔^۲ نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف طبری کے علاوہ نصر بن مزاحم منقری، متوفی ۲۱۲ھ نے بھی اپنی کتاب ”وقعة صفین“ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جل کے بعد بقید حیات تھے۔ وہ اپنی کتاب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے محمد بن مخنف سے نقل کیا ہے کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ سے پلٹنے کے بعد میرے والد (مخنف بن سلیم) کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: ”لیکن مخنف بن سلیم اور ان کی قوم نے جنگ میں شرکت سے سرپچی نہیں کی۔“^۳

محمد بن مخنف اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا یہ کہنا ہے کہ امیر المومنین نے مخنف بن سلیم کو اصفہان اور ہمدان کی ذمہ داری دیکر گورنر کے طور پر وہاں روانہ کیا اور وہاں کے سابق ذمہ دار جریر بن عبد اللہ بجلی کو معزول کر دیا۔^۴ محمد بن مخنف مزید کہتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے شام کا قصد کیا تو اپنے کارکنوں کو اس سے آگاہ کیا؛ منجملہ ایک خط مخنف بن سلیم کو روانہ کیا جسے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے کاتب عبد اللہ ابی رافع نے تحریر کیا تھا خط ملتے ہی مخنف بن سلیم

^۱ طبری، ج ۵، ص ۱۳۳ مطبوعہ دار المعارف

^۲ ذیل المذیل، ص ۵۴۷، مطبوعہ دار سویدان؛ تاریخ طبری کی گیارہویں جلد

^۳ وقعة صفین، ص ۸، طبع مدنی

^۴ سابقہ حوالہ، ص ۱۱

نے اپنے اہکاروں میں سے دو آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے فوراً حضرت کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے؛ یہاں تک کہ صفین ہی میں حضرت علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں شہید ہو گئے۔^۱ آگے بڑھ کر محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ مخنف بن سلیم چار بڑے قبیلہ ازد، بجیلہ، انصار اور خزاعہ کے سربراہ تھے۔^۲ پھر لکھتے ہیں: مخنف، بابل کے سفر میں علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔^۳ اسکے علاوہ بزرگان ”ازد“ سے مروی ہے کہ ”قبیلہ ازد“ کا ایک گروہ شام کی طرف سے اور دوسرا گروہ عراق کی طرف سے (جس میں مخنف بھی تھے) جب آمنے سامنے ہوا تو مخنف بن سلیم کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ ان کے دل پر اس سے چوٹ لگی اور وہ بے چین ہو گئے؛ لہذا انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ یہ امر میرے لئے بڑا سخت ہے اور میں اس سے خوش نہیں ہوں۔^۴ اس سلسلے میں ابو مخنف کا بیان بھی قابل استفادہ ہے۔ وہ اس واقعہ کو اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں: ”اس دن میں اپنے والد مخنف بن سلیم کے ہمراہ تھا اور اس وقت میری عمر ۷ سال کا تھی“۔^۵ اس جملہ سے کہ ”میری عمر ۷ سال تھی“ اندازہ ہوتا ہے کہ سعید اپنے بھائی محمد سے چھوٹے تھے اور وہ جنگ صفین میں حاضر نہ تھے لہذا اس جنگ کی روداد کو اپنے بھائی سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محمد بن مخنف کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی۔ بنا براین سعید، جو لوط (ابو مخنف) کے دادا ہیں وہ بھی اسی سال کے آس پاس متولد ہوئے ہیں۔ لوط کے دادا سعید حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جبکہ آپ کے والد یحییٰ امیر المومنین کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے۔ پس ہم اگر کم ترین مدت بھی فرض کریں تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ سعید کی شادی کے بعد جب یحیدیا میں آئے تو اس وقت سعید ۲۰ سال کے تھے۔ اس بنیاد پر لوط کا اصحاب امیر المومنین میں ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ ان کے والد یحیکو بھی حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ یحیکو شادی کی اور اس سے لوط

^۱ سابقہ حوالہ، ص ۱۰۴

^۲ صفین، ص ۱۱۷

^۳ سابقہ حوالہ، ص ۱۳۵

^۴ سابقہ حوالہ، ص ۲۶۲؛ کتاب تقریب التہذیب میں مذکور ہے کہ ”مخنف بن سلیم ۶۴ھ میں توابعین کے ہمراہ عین الوردہ میں شہید ہوئے لیکن یہ غلط ہے۔

^۵ طبری، ج ۴، ص ۴۴۶

دنیا میں آئے تو اس وقت ان کا سن ۲۰ سال تھا؛ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ۶۰ گزر گیا تھا جبکہ یہ بہت کم ترین مدت فرض کی گئی ہے۔
اس طرح خود لوط کے بارے میں ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر کے بیسویں سال کے آس پاس حدیث کا سننا اور حاصل کرنا شروع کیا؛ اس کی بنیاد پر ۸۰ سالے آجاتی ہے پھر انھوں نے اس کتاب کی تالیف میں تقریباً ۲۰ سال صرف کیے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوط پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں یا صدی تمام ہونے کے بعد اس کتاب کی تالیف سے فارغ

۱۔ ابو مخنف کے والد یحییٰ کس طرح اصحاب امیر المومنین میں شمار ہو سکتے ہیں؟ اور کس طرح شیخ نے اسے اپنی دونوں کتابوں میں لکھ دیا؟ یہ ایک سوال ہے اور ہم سے پہلے فاضل حائری نے اپنی کتاب منہی المقال میں شیخ پر یہی اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر استدلال قائم کیا ہے کہ ابو مخنف نے حضرت علی علیہ السلام کو نہیں دیکھا ہے؛ اسکے بعد انھوں نے شیخ طوسی کے قول جو انھوں نے اپنی دونوں کتابوں میں بیان کیا ہے کہ یحییٰ نے حضرت علی علیہ السلام کا دیدار کیا ہے، کو اس دلیل سے ضعیف جانا ہے کہ ان کے پر دادا مخنف بن سلیم حضرت علی کے اصحاب میں تھے جیسا کہ شیخ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ فاضل حائری کی عبارت اس طرح ہے: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوط نے حضرت کا دیدار نہیں کیا بلکہ ان کے باپ یحییٰ حضرت کو درک کرنا بھی ضعیف ہے۔ بنا برین ابو مخنف کا اصحاب امیر المومنین میں شمار ہونا جیسا کہ کئی نے کہا ہے غیر ممکن ہے اور جو استدلال مقتل ابو مخنف کے مقدمہ پر شیخ غفاری نے تحریر کیا ہے وہ بھی بے جا ہے۔ شیخ غفاری کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابو مخنف اپنے پر دادا مخنف بن سلیم کے ہمراہ ہوں، اس طرح سے کہ اس وقت لوط ۱۵ سال کے ہوں اور ان کے والد یحییٰ ۳۵ کے ہوں اور انکے دادا سعید کی عمر ۵۵ سال ہو اور پر دادا مخنف بن سلیم کا سن ۷۵ سال ہو۔ اس استدلال میں جو اعتراض وارد ہے وہ واضح ہے، کیونکہ ابو مخنف اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جنگ صفین کے موقع پر ۷۱ سال کے تھے یعنی ان کے بھائی سعید ان سے بڑے نہیں تھے بلکہ چھوٹے تھے اسی لئے جنگ صفین میں شریک نہیں ہوئے اور انہوں نے اس جنگ کی روداد اپنے بھائی سے نقل کی پس اس وقت ان کا سن ۵۵ سال کے آس پاس ہوگا، نہ کہ ۵۵ سال کا۔ ہوئے، لیکن یہ بہت بعید ہے کہ انہوں نے اس

زمانے میں اسے لکھا ہو اور پھر لوگوں کو املا کر یا ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں تدوین حدیث پر بڑی سخت پابندی عائد تھی؛ بلکہ سخت ممنوع تھا۔ اس اموی دور سلطنت میں تاریخ نویسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی شیعہ تاریخ کا؟ جبکہ یہ زمانہ شیعوں کے لئے خوف، تقیہ اور گھٹن کا زمانہ ہے۔ ابو مخنف نے مسلم بن عقیل کے کوفہ میں وارد ہو کر مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے گھر رہنے کے سلسلے میں جو خبر نقل کی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے: ”یہ گھر آج مسلم بن مسیب کے گھر سے معروف ہے“ اس جملہ سے ہمیں ایک فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انھوں نے اس مقتل کی تالیف پہلی صدی ہجری کی تیسری دہائی میں کی ہے، کیونکہ مسلم بن مسیب ۲۹ھ میں شیراز کے عامل تھے جیسا کہ طبری کی ج ۷، ص ۳۷۲ پر مرقوم ہے اور یہ عہد بنی امیہ کے ضعف و شکست اور بنی عباس کے قیام کا دور شمار ہوتا ہے جس میں بنی عباس اہل بیت کی رضایت حاصل کر کے امام حسین اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے لہذا ممکن ہے عباسیوں ہی نے ابو مخنف کو مقتل حسین علیہ السلام کی تالیف کی دعوت دی ہو تاکہ ان کے قیام کی تائید ہو سکے پھر جب یہ لوگ زمام حکومت پر قابض ہو گئے تو ابو مخنف اور ان کے مقتل کو ترک کر دیا جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا بلکہ ان سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

ابو مخنف کی کتابیں (الف) شیخ نجاشی نے ابو مخنف کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ کتاب المغازی

۲۔ کتاب الردہ

۳۔ کتاب فتوح الاسلام

۴۔ کتاب فتوح العراق

۵۔ کتاب فتوح انحراسان

٦- کتاب شوری

٧- کتاب قتل عثمان

٨- کتاب جل

٩- کتاب صفین

١٠- کتاب الحکمین

١١- کتاب النہروان

١٢- کتاب الغارات

١٣- کتاب اخبار محمد بن ابی بکر

١٤- کتاب مقتل محمد بن ابی بکر

١٥- کتاب مقتل امیر المومنین علیہ السلام

١٦- کتاب اخبار زیاد

١٧- کتاب مقتل حجر بن عدی

١٨- کتاب مقتل الحسن

١٩- کتاب مقتل الحسین علیہ السلام

۲۰۔ کتاب اخبار المختار

۲۱۔ کتاب اخبار ابن الخفیه

۲۲۔ کتاب اخبار الحجاج بن یوسف ثقفی

۲۳۔ کتاب اخبار یوسف بن عمر

۲۴۔ کتاب اخبار شیب الحارثی

۲۵۔ کتاب اخبار مطرف بن مغیرہ بن شعبہ

۲۶۔ کتاب اخبار الحرث بن الاسدی الناجی

۲۷۔ کتاب اخبار آل مخنف بن سلیم اس کے بعد نجاشی نے اپنے طریق کو اس طرح ذکر کیا ہے: ”عن تلمیذہ ہشام الکلبی“ ابو مخنف کے شاگرد کلبی سے مروی ہے۔ (ب) شیخ طوسی نے بھی فرست میں ان میں سے بعض کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو مخنف کی ایک کتاب بنام ”کتاب خطبات الزہراء“ بھی ہے۔ شیخ طوسی روایت میں اپنے طریق کو بیان فرماتے ہیں^۲۔

(ج) ابن ندیم نے بھی اپنی فرست میں ان کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، منجملہ مقتل الحسین کو ابو مخنف ہی کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔

^۱ رجال نجاشی، ص ۲۲۴، طبع حجر بند
^۲ فہرست، ص ۵۵ و طبری، ج ۷، ص ۴۱۷، سال ۱۳۲ ہجری فی خروج محمد بن خالد بالکوفہ

دواہم نکات

ابو مخنف کی کتابوں کی فرست کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دواہم نکات سامنے آتے ہیں: ۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ابو مخنف نے اپنی ساری کوششیں اس پر صرف کی ہیں کہ شیعہ روایات بالخصوص کوفہ سے متعلق اخبار کو اپنی کتابوں میں درج کریں۔ ان کتابوں میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں بنی امیہ یا بنی مروان کا عنوان شامل ہو، اسی طرح ان کتابوں میں ابو مسلم خراسانی کا قیام اور بنی عباس کی تشکیل حکومت کے سلسلے میں بھی کوئی عنوان نظر نہیں آتا جبکہ بنی عباس کی حکومت کی تشکیل کے ۲۵ سال بعد ۸۵ھ ہجری میں ابو مخنف کی وفات ہوئی ہے۔ اگر فرست کتب میں اس موضوع پر کوئی کتاب نظر آتی ہے تو وہ فقط ”کتاب حجاج بن یوسف ثقفی“ ہے اور حجاج کی تباہ کاریوں کی داستان اس کی موت کے ساتھ ۵۹ھ ہجری میں ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ طبری نے بنی امیہ کے آخری ایام کی خبروں کو ۳۲ھ ہجری کے حوادث میں ابو مخنف ہی سے نقل کیا ہے۔

۲۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ابو مخنف کی روایات کو ان کی کتابوں میں، خصوصاً طبری کی روایتوں میں ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ابو مخنف نے بہت سارے موارد میں اپنے باپ، چچا، چچا زاد بھائیوں یا ”قبیلہ ازد“ کے وہ بزرگان جو اس وقت زندہ تھے، ان سے روایتیں نقل کی ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو مخنف کے قید میں بہت ساری خبریں موجود تھیں جس نے ابو مخنف کو ان کی جمع آوری اور تالیف پر برانگیختہ کیا۔ اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی خبروں میں کوفہ اور اہل کوفہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس فن میں انھوں نے اتنا ید طولیٰ حاصل کیا کہ دوسروں کے مقابلہ میں وہ اس فن میں اعلم شمار ہوتے ہیں۔

مذہب و وثاقت

ابو مخنف کے آثار کو دیکھنے کے بعد اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام (جسکی شہادت ۹۵ھ ہجری میں ہوئی ہے) سے کوئی روایت بلا واسطہ نقل نہیں کی ہے؛ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام (جسکی شہادت ۵۸ھ ہجری میں

ہوئی ہے) سے بھی بلا واسطہ ایک روایت موجود نہیں ہے^۱۔ بلکہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک واسطہ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے دو واسطوں سے روایت نقل کرتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بلا واسطہ چند ہی روایت ملتی ہیں^۲۔ یہ مطلب شیخ نجاشی کی ان باتوں کی تائید کرتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ”بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو مخنف نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔“ اسی طرح ابو مخنف نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بھی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے جب کہ ابو مخنف امام علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے، کیونکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ۸۶ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی ابو مخنف کو امام علیہ السلام کے صحابیوں میں شمار نہیں کیا ہے۔

مندرجہ بالا قرینے اس مطلب کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ ابو مخنف شیعہ نہیں تھے اور شیعہ اصطلاح کے مطابق ائمہ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے تھے، جن کو مخالفین اہل بیت رافضی کہا کرتے تھے؛ البتہ اس زمانے میں اہل کوفہ کی طرح ان کا بھی فکری اور نظریاتی میلان تشیع کی طرف تھا لیکن سنی مذہب کو بطور کلی ترک نہیں کیا تھا۔ اس کی تائید میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین اہل بیت میں سے کسی نے بھی رافضی کے تیرے ان پر حملہ نہیں کیا ہے جیسا کہ وہ ہر شیعہ کے لئے کرتے تھے حتیٰ کہ یہ ایک اصطلاح بن چکی تھی جو ابھی تک باقی ہے۔ بلکہ ابو مخنف کے سلسلے میں مخالفین اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تشیع اور مذہب اہل بیت کی طرف رجحان رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کو شیعہ کہا کرتے ہیں؛ لیکن مخالفین اہل بیت علیم السلام کو جن کے بارے میں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ مذہب اہل بیت سے وابستہ ہیں ان پر فوراً رافضی ہونے کا تیر چلاتے تھے اور فقط شیعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ دشمنان اہل بیت کے نزدیک اصطلاح شیعہ اور رافضی میں اساسی فرق یہی ہے۔ ذہبی، اہل سنت کے معروف رجالی، کہتے ہیں: ”یہ اخباری مذہب کے حامی ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں“۔ ابوحاتم وغیرہ نے ان سے روایت نقل نہیں کی ہے اور ان کو ترک کر دیا ہے۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۸۸۔ خبر شہادت شیر خوار کو ملاحظہ کیجئے۔

^۲ خبر شب عاشور ملاحظہ ہو، ج ۵، ص ۴۸۸۔

ابن معین کہتے ہیں: ”یہ ثقہ نہیں ہیں“، مزہ کہتے ہیں: ”وہ بہت قابل توجہ نہیں ہیں“۔ ابن عدی کہتے ہیں: ”وہ متعصب شیعہ تھے ان کا شمار شیعہ محدثین و مورخین میں ہوتا ہے ان میں سے کسی بھی رجالی نے ابو مخنف پر رافضی کے تیرے حملہ نہیں کیا ہے جبکہ ان تمام رجالیوں کی سیرت یہ ہے کہ اگر ان کے لئے کسی کے سلسلے میں اہل بیت کی پیروی ثابت ہو جائے تو فوراً رافضی کہہ کر اپنی دریدہ ذہنی اور شوریدہ فکری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ابن ابی الحدید معترلی نے اس بات کی بالکل صراحت کر دی۔ وہ کہتے ہیں: ”ابو مخنف کا شمار محدثین میں ہوتا ہے اور ان کا تعلق اس گروہ سے ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ امامت عوام کے اختیار میں ہے، عوام جس کو چاہے امام بنادے، لہذا وہ نہ توثیق تھے اور نہ ہی شیعہ رجالیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔“

سید صدر نے ابن ابی الحدید کی اس عبارت کو ”تہائیس الشیعہ علوم الاسلام“ میں نقل کیا ہے پھر اس عبارت پر تعلیق لگاتے ہوئے کہتے ہیں: ”میرے نزدیک تشیع ہی کی بنیاد پر ان کی مذمت کی گئی؛ اس کے باوجود وہ اہل سنت کے علماء کے نزدیک مورد اطمینان و قابل وثوق ہیں اور ائمہ اہلسنت نے ان پر اعتماد کیا ہے جیسے ابی جریر طبری، ابن اثیر بالخصوص، ابن جریر طبری جس نے اپنی ضخیم اور عظیم تاریخ کو ابی مخنف ہی کی روایتوں سے پر کر دیا ہے۔“ علامہ سید شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب ”المراجعات“ میں ایک خاص فصل قرار دی ہے جس میں ان سوشی رجالی کا تذکرہ کیا ہے جو اہل سنت کی سندوں میں بلکہ صحاح میں موجود ہیں۔ علامہ مرحوم نے ان سندوں کو حوالے کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ شرف الدین موسوی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے: اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ (ابو مخنف) شیعہ تھے لیکن شیعہ امامی نہیں تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی اس کی صراحت کی ہے جو

^۱ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۴۳، طبع حلبی، محقق کے معنی متعصب کے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں حارث بن حصیرہ کے سلسلے میں آیا ہے؛ محقق کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

^۲ تاسیس الشیعہ، ص ۲۳۵، طبع بغداد میں آیا ہے کہ میں نے طبری کی سند میں ابو مخنف کی روایت کو شمار کیا تو ۴۰۰ روایتوں کے آس پاس پایا جیسا کہ فہرست اعلام، ج ۷، ص ۴۱۷، سال ۱۳۲ میں محمد بن خالد کے خروج کے سلسلے میں موجود ہے۔

^۳ تاسیس الشیعہ، ص ۲۳۵، طبع بغداد، المراجعات، ص ۱۶ تا ۱۷، ص ۵۲ تا ۱۱۸، دار الصادق اس پر تعجب نہ کیجئے کہ ابن ابی الحدید نے اس سلسلے میں کیونکر تصریح کر دی، ذرا دیکھئے! جب وہ جنگ جمل کے واقعہ میں ابو مخنف سے اس رجز کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں مولائے کائنات نے پیغمبر اسلام کی جانب سے اپنی وصایت کا تذکرہ کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ان رجزوں کے نقل کرنے سے اس سے زیادہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ابو مخنف فکر و نظر کے اعتبار سے شیعہ تھے نہ کہ عقیدہ امامت میں، جیسا کہ بہت سارے اہل سنت اس مطلب کی روایت کرتے ہیں۔ الغرض ابو مخنف شیعہ تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کے امامی مذہب ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس بنا پر ابو مخنف کی توصیف و تمدیح کا بہترین طریقہ وہی ہے جسے شیخ نجاشی نے اپنایا ہے: ”شیخ اصحاب اخبار الکوفہ و وجہم و کان یسکن الی ما یرویہ“ وہ مورخین کوفہ کے بزرگ اور معروف آدمی تھے لوگ ان کی روایتوں پر اعتماد کرتے تھے۔

ایک متین بیان ہے البتہ بعض اہل سنت نے انہیں اس بنیاد پر شیعہ لکھ دیا کہ محبت و مودت اور افکار میں ان کا میلان اہل بیت اطہار علیہم السلام کی طرف تھا لیکن یہ کہ وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق بطور کامل شیعہ تھے، تو یہ غلط ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گذشتہ علمائے شیعہ میں سے کسی نے بھی ان کے شیعہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی ہے۔ شیخ نجاشی جو اس فن کے استاد تھے انہوں نے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے توصیف فرمائی ہے کہ ”ابو مخنف مورخین کو فخر کے بزرگ اور استاد تھے“، یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے مورخین کے استاد و بزرگ تھے، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ ہمارے علماء و دانشوروں کے بزرگ اور استاد تھے۔ نجاشی کا یہ بیان ایک قابل اعتبار مدح و ستائش ہے جس کی بنیاد پر ان سے مروی روایتوں کا حسن ہونا ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی روایتوں کو ”الوجیزہ“، ”البلغہ“، اور ”الحاوی“ وغیرہ میں حنن ثار کیا گیا ہے۔

ہشام الکلبی

شیخ نجاشی نے ہشام الکلبی کا ذکر کیا ہے اور ان کا نسب نامہ بھی مرقوم فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں: ہشام تاریخ دان، تاریخ نگار اور علم و فضل میں مشہور تھے۔ وہ پیروان مذہب اہل بیت میں حنن ثار ہوتے ہیں۔ ان کی ایک حدیث بہت مشہور ہے جس کی داستان بہت ہی دلچسپ ہے۔ ہشام کہتے ہیں: ”میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے میں اپنے سارے علم کو فراموش کر چکا تھا لہذا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور امام سے ساری داستان کہہ سنائی امام نے مجھے جام علم پلایا اس جام کے پیتے ہی میرا سارا علم دوبارہ واپس آگیا“۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ان کو اپنے قریب رکھتے تھے، ان کا احترام کرتے اور ان کے لئے ترقی و بلندی کے موقع فراہم کرتے تھے؛ اسی لئے وہ کامیاب رہے اور بہت ساری کتابیں ان کے آثار میں باقی ہیں۔ اس کے بعد نجاشی نے ہشام کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو اپنے طریق میں مرقوم فرمایا: منجد ان کتب میں ”مقتل الحسین“، کو بھی ہشام کی کتابوں میں حنن ثار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہشام نے کتاب ”مقتل الحسین“ کے تمام حصوں یا

اکثر و بیشتر حصوں کو اپنے استاد (ابو مخنف) سے نقل کیا ہے۔ قابل تعجب بات یہ ہے کہ شیخ طوسی نے اپنی کتاب ”مختار“ میں رجال نجاشی سے نقل کیا ہے نجاشی فرماتے ہیں: ”کبھی کا شمار سنی رجال میں ہوتا ہے ہاں؛ اہل میت سے انہیں شدت کی محبت تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کبھی تقیہ میں تھے، مخالف اہل میت نہیں تھے۔“ ۱۔ شہید ثانی مسالک میں فرماتے ہیں: ”و ظاہر حال النجاشی انه اضبط الجماعه و اعر فہم بحال الرواة“ ظاہر یہ ہے کہ نجاشی کا حافظہ سب سے قوی اور راویوں کے احوال سے سب سے زیادہ باخبر ہیں۔

۲۔ ان کے نواسے ”شرح الاستبصار“ میں فرماتے ہیں: ”والنجاشی مقدم علی الشیخ فی ہذہ المقامات کما یعلم بالممارستہ“۔ نجاشی ان موارد میں شیخ پر مقدم ہیں جیسا کہ تحقیق و جستجو سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ۳۔ ان کے استاد محقق استرآبادی کتاب ”الرجال الکبیر“ میں سلیمان بن صالح کے احوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ولا یبغی تخالف ما بین طریقتی الشیخ والنجاشی و لعل النجاشی اثبت“۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رجال شناسی میں شیخ اور نجاشی کے درمیان اختلاف کی صورت میں نجاشی کا قول مقدم ہے؛ کیونکہ نجاشی کا نظریہ زیادہ محکم ہے۔ ۴۔ سید بحر العلوم ”الفوائد الرجالیہ“ میں فرماتے ہیں: ”احمد بن علی نجاشی کا محکم، استوار اور عادل بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ جرح و تعدیل کے عظیم ترین رکن میں اور اس راہ کے سب سے بزرگ عالم ہیں“ ہمارے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ معتمد میں اور سب کے سب احوال رجال میں انہیں کی طرف استناد کرتے ہیں نیز ان کے قول کو مقدم جانتے ہیں۔ اصحاب نے ان کی کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اس باب میں صراحت کی ہے کہ نجاشی کا قول صحیح ہے۔ اس کے علاوہ نجاشی نے اپنی کتاب میں شیخ کثی کے احوال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا: ”مکان ثقتین“، آپ مورد وثوق اور معروف انسان تھے، رجال کے موضوع پر آپ کی ایک کتاب ہے جو بڑی معلوماتی ہے لیکن اس کتاب میں کافی غلطیاں ہیں۔ آپ عیاشی کے ساتھ تھے اور انہیں سے روایتیں نقل کی ہیں البتہ اس کتاب میں ضعیف راویوں سے بھی

۱ المختار من رجال الکشی، ص ۳۹۰، حدیث ۷۳۳ طبع مشہد، یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے ہے کہ ہمارے متعدد بزرگ علمائے رجال تعارض کی صورت میں نجاشی کے قول کو مقدم مانتے ہیں

روایت نقل کر دی ہے (ص ۳۴۳) پھر نجاشی، عیاشی کے سلسلے میں لکھتے ہیں ”ثقة و صدوق“، وہ مورد وثوق اور بڑے سچے تھے ”عین من عیون هذه الطائفة“ اس گروہ شیعہ کی معروف ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ عیاشی پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوئے۔ آپ نے ضعفا سے بہت روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۲۴۷) شاید کئی نے یہ قول عیاشی ہی سے حاصل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کبھی سنی تھے کیونکہ وہ شروع میں سنی تھے۔ ہاں کبھی اپنے کو چھپائے رہتے تھے اور تقیہ پر عمل کرتے تھے جیسا کہ کئی نے ذکر کیا ہے۔ اسکے بعد شیخ نے ہشام کبھی کا بالکل تذکرہ نہیں کیا ہے؛ نہ ہی رجال میں اور نہ ہی فرست میں، ہاں اپنے اس طریق میں جس میں ابو مخنف کی کتابوں سے روایت نقل کی ہے ہشام کا تذکرہ کیا ہے۔^۱ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ کبھی کی جتنی کتابیں تاریخ شیعہ سے مختص ہیں ان سب میں انہوں نے اپنے استاد ابی مخنف سے روایتیں نقل کی ہیں، لیکن دوسری کتابیں کہ جو شیعوں کی تاریخ سے مخصوص نہیں ہیں دوسرے مورخین سے نقل ہیں۔

اہل سنت کے سیر و تراجم کے تمام دانشوروں نے ہشام کے علم و حافظہ اور انکے شیعہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں: ”تاریخ اور تاریخ نگاری کے سلسلے میں ان کی معلومات بڑی وسیع تھی۔ وہ علم انساب کے سب سے بڑے عالم تھے اور اخبار و روایات کے حفظ میں مشہور روزگار تھے۔ آپ کی وفات ۱۶۰ ہجری میں ہوئی۔^۲ اہلسنت کے دوسرے بزرگ عالم رجالی ابو احمد بن عدی اپنی کتاب ”کامل“ میں کہتے ہیں: ”کبھی کی حدیثیں صالح و درست ہیں۔ تفسیر میں بھی انکا علم وسیع تھا اور وہ اس علم کے ذریعہ معروف تھے؛ بلکہ تفسیر میں ان سے طولانی اور سیر حاصل بحث کسی نے بھی نہیں کی ہے۔ کبھی تفسیر میں مقاتل بن سلیمان پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں؛ کیونکہ مقاتل کے یہاں عقیدہ اور مذہب کی سستی و خرابی موجود ہے۔ ابن جان نے کبھی کو ثقات میں شمار کیا ہے“^۳۔

^۱ رجال طوسی، ص ۱۵۵۔

^۲ طبری نے اپنی تاریخ میں کبھی سے ۳۳۰ موارد نقل کئے ہیں۔ اسکے باوجود اپنی کتاب ”ذیل المذیل“ میں ان کے احوال مر قوم نہیں کئے ہیں۔ فقط کبھی کے باپ کا تذکرہ (ص ۱۱۰) پر کر تے ہوئے کہا ہے: ان کے دادا بشر بن عمرو کلبی ہیں اور انکے فرزند سائب، عبید اور عبد الرحمن ہیں جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

^۳ لسان المیزان، ج ۲، ص ۳۵۹۔

راج مقل الحسین

اس زمانے میں متداول، لوگوں کے ہاتھوں اور مطبوعات میں جو مقتل ہے اسے ابو مخنف نے تالیف نہیں کیا ہے، بلکہ اسے کسی دوسرے نے جمع کیا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کہاں جمع کیا گیا، کس نے جمع کیا، کس کے ہاتھوں یہ کتاب ملی اور سب سے پہلے یہ کتاب کہاں چھپی ہے؟ کسی کو ان مسائل کا علم نہیں ہے۔ امام شرف الدین موسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ بات محضی نہیں ہے کہ مقتل امام حسین علیہ السلام میں جو کتاب راجع ہے وہ ابو مخنف کی طرف منسوب ہے جس میں بہت ساری ایسی حدیثیں موجود ہیں جکا ابو مخنف کو علم بھی نہیں تھا اور یہ سب کی سب حدیثیں جھوٹی ہیں جو ان کے سر مڑھی گئی ہیں۔ جھوٹوں اور فریب کاروں نے بہت ساری چیزوں کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ فریب کاروں کا جھوٹی روایتیں گڑھ کر ان کی طرف نسبت دینا خود ان کی عظمت و جلالت کا بین ثبوت ہے،“ کیونکہ جعل ساز کو معلوم ہے کہ تاریخ کے میر کا رواں کا نام ابو مخنف ہے لہذا جھوٹی روایات انہیں کی طرف منسوب کی جائیں تاکہ لوگ صحیح و غلط میں تمیز دے بغیر قبول کر لیں۔ محدث قمی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تاریخ و سیر میں ابو مخنف کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان میں سے ایک کتاب ”مقتل الحسین“ ہے جسے قدیم بزرگ علماء نے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتے تھے؛ لیکن بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت اس کا ایک بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ مقتل جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ابو مخنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے درحقیقت ان کا مقتل نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے معتمد مورخ کا بھی نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس کی تصدیق کرنی ہے تو جو کچھ اس مقتل میں ہے اور جسے طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے ان کا مقابلہ کر کے دیکھ لے؛ حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے اس مطلب کو اپنی کتاب نفس المہموم میں طراح بن عدی کے واقعہ کے ذیل میں بیان کر دیا ہے^۱۔ اب جبکہ ہم نے اس کتاب کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس کتاب کے جعلی ہونے کی بحث کو غور و خوص کے ساتھ آگے بڑھائیں تاکہ قارئین کرام پر بات واضح سے واضح

^۱ مولفوا الشیعة فی صدر الاسلام، ص ۴۲، طبع النجاف

^۲ الکنی واللقاب، ج ۱، ص ۱۴۸؛ نفس المہموم ص ۱۹۵، اور اس کا مقدمہ، ص ۸، طبع بصیرتی

تر ہو جائے۔ یہ بات یقینی ہے کہ اس کتاب کی جمع آوری ابو مخنف کے علاوہ کسی اور نے کی ہے لیکن کس نے کی اور کب کی ہے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، اگرچہ اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ جمع آوری کرنے والا شخص متاخرین میں سے ہے اور عرب زبان ہے لیکن نہ تو تاریخ شناس ہے، نہ حدیث شناس اور نہ ہی علم رجال سے آگاہ ہے حتیٰ عربی ادب سے بھی واقف نہیں ہے کیونکہ کتب میں اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو جدید عربی کے عام اور بازاری الفاظ ہیں۔ اس کتاب میں ۵۰ روایات موجود ہیں جن میں سے ۶ روایتیں مرسل ہیں۔ مرسل روایات میں پہلی روایت چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام سے ہے جو ص ۴۹ پر موجود ہے۔

دوسری مرسل روایت عبداللہ بن عباس سے ہے جو ص ۹۴ پر نقل ہوئی ہے۔ تیسری روایت عمارہ بن سلیمان سے ہے اور وہ حمید بن مسلم سے نقل کرتے ہیں، ص ۸۲۔ چوتھی روایت ایک ایسے شخص سے ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ عبداللہ بن قیس ہے، ص ۹۶۔ پانچویں روایت کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عمار سے نقل ہوئی۔ یہ روایت ص ۷۰ پر کلینی، متوفی ۳۲۹ھ سے مرفوعاً منقول ہے اور اصول کافی میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ جمع آوری کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ سے کتاب میں ایک شخص کو داخل کیا ہے جس کا نام سہل شہر زوری ہے اور اس سے بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں۔ مولف نے اس شخص کو کوفہ سے شام، حتیٰ شام سے مدینہ تک اہل بیت کے ہمراہ دکھایا ہے اور اس سے ۳۱ مرسل روایتیں نقل کی ہیں، منجملہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت کو اسی شخص یعنی ”سہل بن سعید شہر زوری“ کے نام سے ذکر کر دیا ہے! اس کے علاوہ اس کتاب کی بقیہ روایتوں کی نسبت خود ابو مخنف کی طرف دی گئی ہے جو ۱۳۸ حدیثیں ہیں۔ اس کتاب میں بہت ساری واضح اور فاش غلطیاں ہیں جن کی طرف مندرجہ ذیل سطروں میں اشارہ کیا جا رہا ہے۔

^۱ مقتل ابو مخنف، ص ۱۰۲، طبع نجف

^۲ مقتل ابو مخنف، ص ۱۲۳، نجف

واضح غلطیاں

اس راجّ مقتل میں بہت ساری واضح غلطیاں ہیں: ۱۔ ایک صاحب بصیرت قاری اس مقتل کے پہلے صفحے کی پہلی ہی سطر میں واضح غلطی کی طرف متوجہ ہو جائے گا کہ ابو مخنف کہتے ہیں: ”حدثنا ابو المنذر ہشام عن محمد بن سائب کلبی“ مجھ سے ابو منذر ہشام نے محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، ذرا غور کیجئے کہ ابو مخنف ہشام کے استاد ہیں اور وہ اپنے شاگرد ہشام سے روایتیں نقل کر رہے ہیں! مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اس بے اساس مقتل کے مطابق ہشام نے اپنے باپ محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے اپنے استاد ابو مخنف کے لئے ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والا شخص راویوں کے حالات زندگی سے کس قدر نا بلد تھا کہ اس کے اوپر یہ واضح امر بھی مٹھی تھا۔

۲۔ اس کے بعد جب آپ اس کتاب کے چند اوراق اور پلیٹس کے تو آپ کا اس عبارت سے سامنا ہو گا ”و روی الکلبینی فی حدیث“^۱ اے کاش معلوم ہو جاتا کہ کلبینی سے روایت کرنے والا شخص کون ہے جبکہ کلبینی نے ۳۲۹ ہجری میں اس دار فانی کو وداع کیا ہے اور ابو مخنف کی وفات ۳۵۸ ہجری میں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ روایت کافی میں بھی موجود نہیں ہے۔

۳۔ کچھ اور ورق گردانی کرنے کے بعد آپ کو یہ عبارت ملے گی: ”فانفذ (یزید) الکتاب الی الولید وکان قد ومہ لعشرة ایام خلون من شعبان“^۲ یزید نے خط لکھ کر ولید کی طرف روانہ کیا اور یہ خط دس شعبان کو حاکم مدینہ کے ہاتھ میں پہنچا۔ جبکہ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان کو مکہ وارد ہو گئے تھے۔ خود طبری نے ابو مخنف کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ان دونوں تاریخوں کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔

^۱ ایسی ہی ایک روایت سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب ”تنزیہ الانبیاء“ ص ۱۷۱ میں نقل کی ہے کہ ابن عباس فرزند ہشام نے اپنے والد ہشام سے انہوں نے ابو مخنف سے اور انہوں نے ابی الکنود عبد الرحمن بن عبید سے روایت کی ہے شاید اس کتاب کو جمع کرنے والے نے سید کی کتاب پاکسی اور جگہ سے اس بات کو تحریف و تصحیف و زیادتی کے ساتھ نقل کر دیا۔

۴۔ سفیر امام حسین جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں فقط اسی مقتل میں جناب مسلم کے راستے میں گڑھا کھودنے اور انہیں زنجیر میں جکڑ کر عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں لے جانے کی خبر ملتی ہے۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے: ”ابن زیاد فوج کے پاس آیا اور ان سے کہا: میں نے ایک چال سوچی ہے کہ ہم مسلم کے راستے میں ایک گڑھا کھود دیں اور اسے خس و خاشاک سے چھپا دیں پھر حملہ کر کے مسلم کو آگے آنے پر مجبور کریں۔ جب وہ اس میں گر جائیں تو ہم انہیں پکڑ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس دام میں آکر زندہ نہیں بچ پائیں گے۔“

۵۔ اسی طرح یہ خبر بھی فقط اسی کتاب میں موجود ہے: ”جب امام حسین علیہ السلام کے دو خدا کا ساتھی مسلم وہابی کو فہ میں شہید کر دے گئے اور امام ان دونوں کی خبر سے مطلع نہ ہو سکے تو آپ بہت مضطرب اور پریشان حال نظر آنے لگے لہذا آپ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے سب کو فوراً مدینہ واپس ہونے کا حکم دیا۔ امام کے حکم کے مطابق سب کے سب امام کے ہمراہ مدینہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ سب لوگ مدینہ پہنچ گئے۔ یہاں پر امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور تعویذ قبر سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے اور روتے روتے آپ کی آنکھ لگ گئی“^۱، جبکہ اس بے بنیاد خبر کا ذکر کسی کتاب یا سفر نامہ میں نہیں ملتا ہے۔

۶۔ تنہا یہی کتاب ہے جس میں یہ خبر ملتی ہے: ”جب امام وارد کر بلا ہوئے تو آپ نے گھوڑے بدلے؛ لیکن جب کسی گھوڑے نے بھی حرکت نہ کی تو آپ وہیں اتر گئے، وہیں پڑا اوڈالا اور وہاں سے آگے نہ بڑھے۔“

۷۔ فقط اسی کتاب میں یہ خبر ملتی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے نقل فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام شب عاشور کر بلا میں وارد ہوئے۔“

۸۔ اسی کتاب میں لشکر پسر سعد کی تعداد ۸۰ ہزار بتائی گئی ہے^۱۔

۹۔ تنہا اسی کتاب نے فوج کی آمد پر زہیر بن قین کا خطبہ نقل کیا ہے کہ زہیر بن قین اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا: ”اے گروہ ماجرو انصار! اس ملعون کتے اور اس جیسے افراد کے کلام تم کو دھوکہ میں نہ ڈالنے پائیں کیونکہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی شفاعت ملنے والی نہیں ہے، اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت کی ذریت کو قتل کر رہے ہیں اور جو ان کی مدد کر رہا ہے اسے بھی قتل کرنے پر آمادہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے“^۲۔

۱۰۔ تنہا اسی کتاب میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کنواں کھودا لیکن اس میں پانی نہیں ملا^۳۔

۱۱۔ تنہا اسی کتاب نے شب عاشور اور روز عاشور کے واقعہ کو تین بار بغیر ترتیب کے درہم برہم نقل کیا ہے: سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کی خبر نقل کی ہے اور اسکے بعد علمدار کر بلا کی شہادت کی خبر بیان کی ہے۔ تنہا اسی کتاب نے لکھا ہے کہ جب آخری وقت میں حضرت عباسؓ کے ہاتھ کٹ گئے تو انھوں نے تلوار کو منہ سے پکڑ لیا، اسکے بعد لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام خون سے غلٹاں لاش پر پہنچے اور ان کی لاش کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر نیچے تک لائے، پھر امام حسین علیہ السلام نے شدید گریہ کیا اور آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے وہ بھی رونے لگے۔ اس کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہ کتاب شب عاشور کے واقعہ کو نقل کرتی ہے جس میں امام حسین اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان سے کہا: ”اے میرے ساتھیوں! یہ قوم میرے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا نہیں چاہتی ہے پس جب شب کا سناٹا چھا جائے تو اس کی تاریکی میں تم سب یہاں سے چلے جاؤ، پھر آگے بڑھ کر اس طرح رقمطراز ہے: اور پھر امام علیہ السلام سو گئے اور جب صبح اٹھے“^۴۔

^۱ ص ۴۹

^۲ ص ۵۲

^۳ ص ۵۶

^۴ ص ۵۷

^۵ ص ۵۹

^۶ ص ۵۹ - ۶۰

پھر وہاں سے پلٹ کر صبح عاشور کی داستان چھیڑتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے ایک دوسرے خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تنہا یہی کتاب ہے جو بیان کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے پسر سعد کے پاس انس بن کاہل کو سفیر بنا کر بھیجا۔ جبکہ اس نامہ بر کا نام انس بن حرث بن کاہل اسدی ہے۔ تیسری بار پھر شب عاشورہ کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں امام علیہ السلام کے ایک دوسرے معروف خطبہ کا ذکر کیا جس میں امام نے اپنے اصحاب و اہل بیت کو مخاطب کیا ہے۔ اس کے بعد پھر امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کے لشکر کی حکمت عملی کو بیان کیا ہے۔“

۱۲۔ تنہا یہی کتاب ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ابراہیم بن حسین کا ذکر کیا ہے^۱۔

۱۳۔ اس کتاب نے طرمج بن عدی کو شہید کر بلا میں ٹاٹا کیا ہے جبکہ طبری نے کلبی کے واسطے سے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ طرمج کر بلا میں موجود نہ تھے اور نہ ہی وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قتل ہوئے میں^۲۔ محدث قمی نے بھی اپنی کتاب نفس المموم ص ۱۹۵ پر اس خبر کے نیچے تعلیقہ لگایا ہے۔

۱۴۔ جناب حریراجی کے قصے میں یہ شخص چند اشعار ذکر کرتا ہے جو عبید اللہ بن حر جعفی کے ہیں اور وہ قصر بنی مقاتل کا رہنے والا ہے۔ (اس کی قیمت کی خرابی یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اسے بلایا تو اس نے مثبت جواب نہیں دیا اور سعادت کی راہ کو خود پر بند کر لیا) لیکن کتاب کی جمع آوری کرنے والے نے ان اشعار کو حریراجی سے منسوب کر دیا اور اس پر توجہ بھی نہ کی، کہ یہ اشعار حریراجی کے حال سے تناسب نہیں رکھتے، کیونکہ اس میں ایک شعر کا مصرع یہ ہے: ”وقت علی اجدادہم وقبورہم“

۴۔ ص ۶۷، طبری نے ج ۵ ص ۷۰ طبع دار المعارف پر اس شعر کو ابو مخنف سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبد الرحمن بن جندب سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن حر نے اس شعر کو مدائن میں کہا تھا: یتول امیر غادر وابن غادر۔ ألا کنت قاتلت الشہید ابن

فاطمہؑ ذرا غور کیجئے کہ اس خیانت کا ر مؤلف نے کلمات بدل دیے تاکہ یہ شعر حریرِ حاجی کے حال سے متناسب ہو جائے لیکن پھر بھی متناسب حال نہ ہو گا۔ ہائے افسوس کہ یہ جمع آوری کرنے والا شخص کتنا نادان تھا۔

۱۵۔ حریرِ حاجی کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کی طرف چند رثائی اشعار منسوب کئے ہیں جبکہ یہ اشعار امام حسین علیہ السلام کی شانِ امامت سے مناسبت نہیں رکھتے میں نعم الحراذ و اسی سینا لہ فاذا لزمی نصر و احینا! حرکت کیا اچھے تھے کہ انھوں نے حسین کی مدد کی حقیقت میں وہی کامیاب ہے جس نے حسین کی مدد کی!

۱۶۔ نیز اسی کتاب میں چند اشعار کو امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے اصحاب کی شہادت پر یہ اشعار کہے جبکہ ان اشعار سے بالکل واضح ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے نہیں ہیں بلکہ متاخرین ہی میں سے کسی شاعر کے اشعار ہیں کیونکہ شاعر اس میں کہتا ہے کہ ”نصروا حسین فیما لحم من فقیہ“ اسی طرح کے اور دوسرے اشعار بھی ہیں^۱۔

۱۷۔ اسی کتاب نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ورود کا دن روزِ چہار شنبہ لکھا ہے^۲ اور شہادت کا دن روزِ دو شنبہ تحریر کیا ہے^۳۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسین علیہ السلام پانچ محرم کو کربلا وارد ہوئے ہیں جبکہ تمام مورخین، منجملہ تاریخ طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کا نظریہ بھی یہی ہے کہ امام علیہ السلام ۲ محرم کو وارد کربلا ہوئے اور وہ پنجشنبہ کا دن تھا^۴۔

۱۸۔ اس کتاب کی تدوین کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ سے مسلسل ایک ہی راوی سے کثرت کے ساتھ روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں اس شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا نام سہل شہر زوری ہے۔ اس شخص کو مؤلف نے کوفہ سے شام

^۱ ص ۷۹

^۲ ص ۸۵

^۳ ص ۴۸

^۴ ص ۹۳

^۵ ج ۵، ص ۴۰۹، اس مطلب کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۵۵۲ پر امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ ”وقیض یوم عاشوراء، الجمعة“ جس کا نتیجہ یہ ہو گا عاشور جمعہ کو تھا۔

^۶ ص ۱۰۲

اور وہاں سے مدینہ تک اہل حرم کے ساتھ دکھایا ہے۔ کو فہ میں سلیمان بن قتہ ہاشمی کے ان اشعار کو جو اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر پر کہے تھے: ”مررت علی ابیات آل محمد“، مولف نے اسی شہر زوری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح حثام میں سہل بن سعد ساعدی کی خبر کو اسی سہل بن سعید شہر زوری کے نام سے منسوب کر دیا، گویا مولف نے گمان کیا ہے کہ یہ شخص وہی سہل ساعدی ہے۔

۱۹۔ اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام سے رزمیہ اشعار اور رجز کو منسوب کیا گیا ہے جو تقریباً تیس اشعار پر مشتمل ہیں^۲۔ اسی طرح عبید اللہ بن زیاد کے نزدیک عبداللہ بن عقیف ازدی کے قصیدہ کو بیان کیا ہے جو تقریباً ۳۰ اشعار پر مشتمل ہے^۵۔

۲۰۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ کی بہتات ہے جسے بعد میں آنے والوں نے عربی میں داخل کر دیا ہے جب کہ وہ کوچہ و بازار کے الفاظ ہیں اور ایسے جملے ابو مخنف کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو سکتے، مثلاً جناب مسلم کے لئے گڑھا کھودنے کے سلسلے میں یہ جملے ہیں: ”واقبل علیہم لعین! وقال لهم... ونطہما بالداخل والتراب... وتخرم قدامہ“، وہ لعین ان لوگوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: ”... اور اسے خس و خاشاک اور مٹی سے بھر دو... اور ہم آگے سے ان پر حملہ کریں گے۔“ (ص ۳۵) (دوسری جگہ یہ جملہ ہے: ”راحت انصارہ“ اس کے ساتھی ان کے پاس گئے۔ (ص ۱۳۵) تیسری جگہ یہ جملہ ہے: ”ویتخانہ“ ان کو بیدار کیا۔ ان تمام محذورات اور مشکلات کے باوجود میں تصور نہیں کرتا کہ کسی واقعہ کا راسخ انسان کے لئے اس کا احتمال بھی

^۱ شیخ محمد سماوی نے اس پر تعلیقہ لگا یا ہے کہ وہ شخص خاندان بنی ہاشم کا چاہنے والا تھا۔ اس کی والدہ کا نام قتہ اور باپ کا نام حبیب تھا۔ اس نے ۱۲۶ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ مسعودی نے انساب قریش جو زبیر بن بکر کی کتاب ہے، سے استفادہ کیا ہے کہ اس کا نام ابن قتہ تھا (ج ۴، ص ۷۴)

ص ۱۰۲، ۱۰۳

ص ۱۲۳

^۴ ص ۸۶-۸۷، ان میں سے ۱۷ بیتیں علی بن عیسیٰ اربلی متوفی ۶۹۳ نے اپنی کتاب کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۳۸، طبع تبریز پر احمد بن اعمش کوفی متوفی ۳۱۴ ہجری کی کتاب الفتوح کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام علیہ السلام کا شیر خوار جب شہید ہو گیا تو آپ نے اپنے ننھے بچے کی قبر کھودتے وقت یہ اشعار پڑھے تھے۔ اسی طرح اسی کتاب نے اس موقع پر امام کے اشعار کو ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے دشمن کی فوج پر زبر دست حملہ کیا تھا اور وہ فوج بھاگ گئی درحالیکہ ان میں سے ۱۵۰۰ افراد فی النار ہو گئے امام یہ اشعار پڑھتے ہوئے خیمے کی طرف بڑھے۔ اربلی نے ص ۲۵۰ پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ابیات جس کا پہلا جملہ ”غدر القوم“ ہے جو بہت مشہور ہے اسے ابو مخنف نے ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم۔ خو ارزمی، متوفی ۵۶۸ ہجری نے ابن اعمش ہی کے حوالے سے ان میں سے ۳ اشعار ذکر کئے ہیں۔ (ج ۶، ص ۳۳)

ص ۱۰۹، ۱۰۸

(ص ۱۲۹) جو تھی جگہ جملہ یہ ہے: ”ویتحش“ وہ دھوکہ دے رہا تھا۔ (ص ۱۳۶)

درست ہو کہ یہ کتاب ابو مخنف کی ہے بلکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے۔ اسناد ابی مخنف اب ہم آپ کے لئے تفصیلی طور پر ان راویوں کے اسماء کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ابو مخنف اور اس جانوز واقعہ کے درمیان واسطہ میں۔ ہم ہر راوی کے نام کے سامنے اس روایت کو بھی ذکر کریں گے جو انھوں نے نقل کی ہے۔ اس صورت میں خود کتاب کی احادیث کی فہرست بھی سامنے آ جائے گی۔ راویوں کے اختلاف، روایت کے کوائف اور ابی مخنف نے جن لوگوں سے روایتیں نقل کی ہیں ان کے اختلاف کے اعتبار سے ان اسماء کی فہرست چھ گروہ پر تقسیم ہوتی ہے۔

راویوں کے اسماء ۱۔ پہلا گروہ وہ ہے جو اس جانوز واقعہ کا عینی شاہد ہے اور اس نے ابی مخنف سے بلا واسطہ بطور مستقیم ان واقعات کو بیان کیا ہے؛ اس طرح ابو مخنف نے فقط ایک واسطہ سے معرکہ کربلا کو صفحہ قرطاس پر تحریر کیا ہے۔ یہ گروہ تین افراد پر مشتمل ہے ۲۔ دوسرا گروہ بھی وہی ہے جو اس واقعہ کا عینی گواہ ہے لیکن اس نے اس واقعہ کو ابو مخنف سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے بلکہ ابو مخنف نے ایک یا دو واسطوں سے ان لوگوں سے واقعات نقل کئے ہیں یعنی معرکہ کربلا کو دو یا تین واسطوں سے نقل کیا ہے۔ اس گروہ میں ۱۵ افراد ہیں۔ اس طرح کربلا کے روح فرسا واقعات کے عینی شاہدین کی تعداد ۱۸ ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو واقعہ کربلا سے قبل یا بعد کسی نہ کسی طرح اس واقعہ میں شریک تھا۔ ان لوگوں نے ابو مخنف سے ان واقعات کی حکایت بلا واسطہ کی ہے اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک واسطہ سے اس معرکہ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ گروہ پانچ افراد پر مشتمل ہے۔

۴۔ چوتھے گروہ میں بھی وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح واقعہ کربلا کے پہلے یا بعد اس جانوز واقعہ میں شریک تھے لیکن ابو مخنف نے ایک یا دو واسطوں سے ان لوگوں سے روایت نقل کی ہے اور وہ ۲۱ افراد ہیں۔

۵۔ پانچواں گروہ وہ ہے جو نہ تو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اور نہ ہی اس واقعہ میں شریک ہے یہ افراد ابو مخنف کی روایت اور ان راویوں کے درمیان واسطہ میں۔ اس بنا پر ابو مخنف نے معرکہ کربلا اور وہاں گزرنے والے واقعات کو ان لوگوں سے ایک یا چند واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ ۲۹ افراد ہیں۔

۶۔ چھٹا گروہ وہ ہے جو عادل اور نیک کردار ہے، جس میں ائمہ کے اصحاب یا خود ائمہ علیہم السلام موجود ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو اس معرکہ کے عینی شاہد ہیں نہ ہی العیاذ باللہ اس واقعہ میں شامل تھے۔ اس طرح یہ افراد بھی وسائط ہی میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں نے واسطہ سے حدیث نہیں بیان فرمائی ہیں یا واسطہ کی صراحت نہیں کی ہے اور یہ ۱۴ افراد ہیں۔ اس جدول سے یہ روشن ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ ابو مخنف سے حدیث نقل کی ہیں وہ کل اسی (۳۹) افراد میں جنہوں نے سند کے ساتھ ۶۵ روایات نقل کی ہیں اور کتاب ابو مخنف کل انہیں روایتوں کا مجموعہ ہے جو فی الوقت ہماری دست رس میں نہیں ہے۔ ہم نے ان افراد کی شرح احوال یا تو کتب رجالی سے حاصل کی ہے یا تاریخ طبری میں ان کی روایت کے سلسلے میں تحقیق کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اب ہم تفصیلی طور پر مذکورہ فرست کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلی فرست

وہ لوگ جو واقعہ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور انہوں نے ابو مخنف سے بلا واسطہ روایتیں نقل کی ہیں جن کی تعداد تین ۳ افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۔ ثابت بن میسرہ: اس شخص نے عمرو بن قزطہ بن کعب انصاری اور اس کے بھائی علی بن قزطہ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے مقتل میں اس راوی سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور مجھے رجال کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملا، کتاب کی عبارت اس طرح ہے: ”قال ابو مخنف عن ثابت بن میسرہ: قتل عمرو بن قزطہ بن کعب۔“^۱ ابو مخنف، ثابت بن میسرہ کے

^۱ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۳۴

حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن قزظہ بن کعب نے جام شہادت نوش فرمایا اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کربلا میں تھا اور اس نے اس روایت کو بلا واسطہ نقل کیا ہے۔

۲۔ یحییٰ بن ہانی بن عروۃ المرادی المذہبی: اس نے نافع بن ہلال جمہی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ متن روایت اس طرح ہے: ”حدثنی یحییٰ... ان نافع...“ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ نافع... واضح ہے کہ راوی نے بلا واسطہ نقل کیا ہے۔ یحییٰ کی ماں کا نام روعہ بنت حجاج زبیدی ہے جو عمرو بن حجاج زبیدی کی بہن ہے یعنی مذکورہ شخص یحییٰ کا ماموں ہے^۱۔ یہ ملعون اپنے ماموں عمرو بن حجاج کے ساتھ عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور اس نے نافع بن ہلال جمہی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی ملعون نے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے ماموں عمرو بن حجاج زبیدی کو نافع بن ہلال کی شہادت کے بعد یہ کہتے سنا کہ وہ اپنے لشکر کو جنگ سے روک رہا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ حسین اور اصحاب حسین (علیہم السلام) پر پتھر برسائیں۔

اس کے بعد یحییٰ نے اپنے ماموں سے اس واقعہ کے بارے میں کچھ نقل نہیں کیا ہے^۲۔ اسی یحییٰ نے ابن زبیر کی طرف سے منسوب والی کوفہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے لئے اپنے ماموں کی اس گفتار کو بھی نقل کیا ہے کہ جو عبداللہ بن مطیع کو مختار بن ابوعبید ثقفی کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکا رہی تھی۔ خود یحییٰ مختار کے خلاف جنگ میں اپنے ماموں کے ہمراہ شریک تھا^۳۔ ابن جان نے یحییٰ کو ثقافات میں شمار کیا ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ اس کی باتوں کے ذریعہ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں: یہ ثقہ ہے اور ابو حاتم نے اضافہ کیا ہے کہ یہ بزرگان کوفہ میں شمار ہوتا ہے۔ شعبہ نے کہا: ”مکان سید اہل الکوفہ“ یہ اہل کوفہ کا سید و سردار ہے، جیسا کہ تہذیب التہذیب میں بھی مرقوم ہے۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۳۵

^۲ طبری، ج ۵، ص ۳۶۳

^۳ طبری، ج ۵، ص ۴۳۵

^۴ طبری، ج ۶، ص ۲۸

۳۔ زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر ثقفی: اسی نے سید بن عمرو بن ابی مطاع ثقفی کی شہادت کا ذکر کیا ہے متن روایت اس طرح ہے: ”حدثنی قال کان...“ اس نے مجھ سے بیان کیا ہے... اسی نے کہا! اس شخص سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور کتب رجالی میں ہم کو کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملا۔

دوسری فرست

یہ گروہ بھی کربلا کے دسوز واقعہ کا چشم دید گواہ ہے لیکن ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے واقعات کربلا کو نقل کیا ہے اور یہ ۱۵ افراد ہیں۔

- ۱۔ عتبی بن سمان: اس شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی روایت کو نقل کیا ہے نیز ابن زیاد کی طرف سے حر کو خط لکھنے کی خبر بھی اسی نے بیان کی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۰۷) اس شخص سے ابو مخنف ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔
- ۲۔ ہانی بن شیت حضرمی سکونی: اسی شخص نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے وارد ہونے کے بعد دونوں لشکر کے درمیان امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کی ملاقات کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح عاشورا سے قبل بھی ایک ملاقات کو نقل کیا ہے۔ روایت کا متن اس طرح ہے: ”حدثنی ابو جناب عن ہانی... وکان قد شہد قتل الحسین“ مجھ سے ابو جناب نے ہانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ درحالیکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی شاہد ہے۔ (ج ۵، ص ۴۱۳) یہی شخص عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت میں شریک ہے جو سپاہ امام حسین علیہ السلام کے دوسرے شہید ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۳۶) اسی

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۴۶

^۲ یہ شخص سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی ماں جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا خدمت گزار ہے عاشور کے دن اسے پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ”انا عبد مملوک“ میں ایک مملوک (غلام) ہوں، تو پسر سعد نے اسے چھوڑ دیا۔ طبری (ج ۵، ص ۴۵۴) ملعون نے امیر المومنین کے دو فرزند عبد اللہ اور جعفر کو شہید کیا۔ اسی طرح خاندان امام حسین علیہ السلام کے ایک نوجوان کو قتل کیا، نیز اسی گمراہ شخص نے امام حسین علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کو شہید کر کے جناب رباب کی آغوش کو ویران کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۶۸)

۳۔ حمید بن مسلم ازدی: اس شخص سے مندرجہ ذیل خبریں نقل ہوئی ہیں: (الف) ابن زیاد نے پسر سعد کو خط لکھا کہ حسین اور اصحاب حسین علیہم السلام پر فوراً پانی بند کر دیا جائے اور شب ۷ محرم کو حضرت ابو الفضل العباسؑ پانی کی غرض سے باہر نکلے۔ (ج ۵، ص ۴۱۲)

(ب) شمر ملعون کو کر بلا بھیجا گیا۔ (ج ۵، ص ۴۱۴)

(ج) امام حسین علیہ السلام کی سپاہ پر یزیدی فوج نے حملہ کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۶۹)

(د) امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل جب شمر نے مختدات عصمت کے خیمہ پر حملہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اسے لٹکا را اور فرمایا: ”شیعہ آل ابی سفیان“ نیز نماز ظہر اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت۔ (ج ۵، ص ۴۳۹)

(ه) جناب علی اکبر کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کا بیان، آپ کی شہادت پر حضرت زینب کبریٰ کا خیمہ سے باہر نکل آنا، جناب قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں آپ کے نونہال عبداللہ کی شہادت۔

(ج ۵، ص ۴۴۶ - ۴۴۸)

(و) اپنے تمام اصحاب و انصار کی شہادت کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک سرکار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی حالت۔ (ج ۵، ص ۵۵۱ - ۵۵۲)

(ز) امام کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل پر لشکر میں اختلاف عقی بن سمعان کی گرفتاری اور رہائی کی خبر، امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑانا اور حمید بن مسلم کا غولی بن یزید اصبحی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ (ج ۵، ص ۴۵۵)

(ح) ابن زیاد کا خولی کو اپنے گھر کی طرف روانہ کرنا تاکہ وہ ابن زیاد کے اہل و عیال تک اس کی خیریت کی خبر پہنچا دے، ابن زیاد کا دربار میں چھڑی کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کے لبوں سے بے ادبی کرنا، اس جانکاہ منظر کو دیکھ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو حدیث نبوی کی طرف متوجہ کرنا، اس پر ابن زیاد کا زید کو جواب دینا، پلٹ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو جواب دینا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا دربار ابن زیاد میں وارد ہونا، نیز اس ملعون کا ستانے کی غرض سے حضرت سے ہم کلام ہونا، اس پر حضرت زینب کبریٰ کا ابن زیاد کو مسکت جواب دینا پریشان ہو کر ابن زیاد کا دوبارہ چھڑی کے ذریعہ امام حسین کے لبوں سے بے ادبی کرنا، عمرو بن حمث اور ابن زیاد کا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہم کلام ہونا، اس پر امام علیہ السلام کا اسے جواب دینا، اس جواب سے غصہ میں آکر ابن زیاد کا امام علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کرنا، اس پر آپ کی پھوپھی زینب کا امام علیہ السلام سے پلٹ جانا اور آخر میں ابن زیاد کا مسجد میں خطبہ دینا، اس پر عبداللہ بن عقیف کا اعتراض اور ان کی شہادت کی روداد، یہ سب حمید بن مسلم نے نقل کیا ہے۔

روایات کی سند

ان تمام روایات میں ابو مخنف کے لئے حمید بن مسلم سے روایت نقل کرنے کا واسطہ سلیمان بن ابی راشد میں۔ جستجو کرنے والے پر یہ بات روشن ہے کہ مختلف مناسبتوں کے اعتبار سے اس سند میں تطبیق (درمیان سے حذف کرنا) کی گئی ہے۔ ان اخبار کو ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پورا واقعہ ثمر کے بھیجے جانے سے شروع ہوتا ہے اور ابن زیاد کے دربار اور عبداللہ بن عقیف کی شہادت پر تمام ہوتا ہے۔ یہیں سے دقت کرنے پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حمید بن مسلم، ثمر بن ذی الجوشن کلابی کے لشکر کے ہمراہ تھا، خصوصاً یہ بات وہاں پر اور واضح ہو جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ حمید نے متعدد مرتبہ ثمر سے گفتگو کی ہے اور بہت سارے موارد میں اسی نے ثمر کی سرزنش کی ہے۔ اسی طرح حمید بن مسلم کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد خیموں میں

موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص ثمر کے لشکر میں تھا کیونکہ امام کی شہادت کے بعد اسی ملعون نے اپنے اوباش ساتھیوں کے ساتھ نیچے پر حملہ کیا تھا اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یہ قبیح فعل انجام نہیں دیا ہے۔

اسکے بعد ہی حمید بن مسلم تو امین کے انقلاب میں بھی ہمیں شریک نظر آتا ہے، (ج ۵، ص ۵۵۵) نیز قید خانے میں حمید نے مختار سے بھی ملاقات کی ہے لیکن سلیمان کو مختار سے برحذر کیا اور انھیں خبری دی کہ مختار لوگوں کو تمہاری مدد کرنے سے روک رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی حمید، مختار سے منہ موڑ لیتا ہے (ج ۵، ص ۵۸۱-۸۵۴) اور تو امین کے ساتھ شکست کھا کر لوٹ جاتا ہے۔ (ج ۵، ص ۶۰۶) حمید بن مسلم، ابراہیم بن مالک اشتر نخعی کا دوست تھا اور اس کا ابراہیم کے یہاں آنا جانا تھا لہذا تو امین کے انقلاب کے بعد وہ ہر شب ابراہیم کے ہمراہ مختار کے پاس جایا کرتا تھا، صبح تک تدبیر امور میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی لوٹ آتا تھا۔ (ج ۶، ص ۱۸) حمید بن مسلم شب سہ شبہ شب قیام مختار ابراہیم کے ہمراہ ان کے گھر سے نکلا اور سو (۱۰۰) برہنہ شمشیر سپاہیوں کے ہمراہ جو اپنی قبائوں کے اندر زرہ پوش تھے (ج ۶، ص ۱۹) مختار کے گھر پہنچا (ج ۶، ص ۳۶) لیکن جب اس کو معلوم ہو کہ مختار کا مصمم ارادہ یہ ہے کہ قاتلین امام حسین علیہ السلام سے انتقام لیں گے تو اس نے عبدالرحمن بن مخنف ازدی (ابو مخنف کے چچا) کے ہمراہ مختار کے خلاف خروج کر دیا۔ اس ڈبھیر میں جب عبدالرحمن زخمی ہو تو حمید نے چند رثائی اشعار کہے (ج ۶، ص ۵۱) اور جب عبدالرحمن بن مخنف نے کوفہ سے فرار کر کے بصرہ میں مصعب بن زبیر کے یہاں پناہ لی تو حمید بھی اس سے ملحق ہو گیا۔ (ج ۶، ص ۵۸) تاریخ طبری میں اس کا آخری تذکرہ اس طرح سے ملتا ہے (ج ۶، ص ۲۱۳) کہ اس نے عبدالرحمن بن مخنف پر اس وقت مرثیہ سرائی کی جب ”کازرون“ کے نزدیک خوارج کے ایک گروہ نے ۵۶ھ ہجری میں اسے اس وقت قتل کر دیا جب وہ مہلب بن صفروہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف ثقفی کی طرف سے گروہ خوارج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۶۱۶) میں اور ابن قدامہ نے مغنی (ج ۱، ص ۱۹۵) میں اس مطلب کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی: شب عاشور اور روز عاشور کا واقعہ اسی شخص کی زبانی نقل ہوا ہے نیز لشکر کا مقابلہ اور روز عاشور امام علیہ السلام کا مفصل خطبہ بھی اسی راوی نے نقل کیا ہے (ج ۵، ص ۴۱۸-۴۱۹، اور ۴۲۲، ۴۲۵، ۴۲۳، ۴۲۱) ابو مخنف نے ان واقعات کو ایک واسطہ سے ضحاک بن عبداللہ سے نقل کیا ہے اور اس واسطہ کا نام عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ شخص بھی ہمدانی ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے امام حسین علیہ السلام سے اس شرط پر ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا کہ اگر آپ کے اصحاب شہید ہو گئے تو میں نکل بھاگوں گا؛ امام علیہ السلام نے بھی اسے قبول کر لیا اور وہی ہوا کہ جب اصحاب و انصار شہید ہو گئے تو یہ شخص اپنی جان بچا کر عین معرکہ سے بھاگ گیا۔ (ج ۵، ص ۴۱۸، ۴۲۲) شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے!۔

۵۔ امام زین العابدین: امام علیہ السلام سے شب عاشور کا واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا گیا ہے۔ (الف) حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور عامری نے امام سجاد سے روایت نقل کی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۱۸)

(ب) حارث بن کعب والبی ازدی کوفی اور ابو ضحاک بصری دونوں نے امام علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۲۰)

۶۔ عمرو حضرمی: یہ شخص عمر بن سعد کے لشکر کا کاتب تھا۔ (ج ۵، ص ۴۲۲) عمرو حضرمی دو واسطوں سے حدیث بیان کرتا ہے۔ لیکن اہل رجال کے نزدیک یہ شخص غیر معروف ہے۔

۷۔ غلام عبدالرحمن انصاری: عبدالرحمن بن عبدالربہ انصاری کے غلام سے شب عاشور بریر بن خضیر ہمدانی کے مزاح کا واقعہ منقول ہے۔ ابو مخنف نے یہ واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ دونوں واسطے اس طرح ہیں: ”عمرو بن مزہ جمی نے ابی صالح

حنفی سے نقل کیا ہے، ”دوسری خبر میں اس طرح آیا: ”جب میں نے ان لوگوں کو تیزی کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہو گیا اور ان کو چھوڑ دیا۔“ (ج ۵، ص ۴۲۱ و ۴۲۲)

۸۔ مسروق بن وائل حضرمی: جنگ شروع ہوتے وقت ابن حوزہ کی روایت اسی شخص سے دو واسطوں (عطاء بن سائب اور عبد الجبار بن وائل حضرمی) کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔ اس نے کہا: ”كنت في اوائل النخيل ممن سار الى الحسين...“ میں اس لشکر میں آگے آگے تھا جو امام حسین کی طرف روانہ کیا گیا تھا... میں اس آرزو میں تھا کہ حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لجاؤں تاکہ اس کے دربار میں مجھے کوئی مقام حاصل ہو سکے۔ ”فرج مسروق... وقال لقد رايت من اهل هذا البيت شيئا لا اقاتلهم ابدا“ (ج ۵، ص ۴۲۱) پھر مسروق وہاں سے پلٹ آیا... اور اس نے کہا: میں نے اس خاندان میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ میں کبھی بھی ان سے نہیں لڑوں گا۔

۹۔ کثیر بن عبد اللہ شعبی ہمدانی: ابو مخنف نے زہیر بن قین کا خطبہ علی بن خطلہ بن اسعد ثبامی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ثبامی نے اس خطبہ کو اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شاہد تھا، اس کا نام کثیر بن عبد اللہ شعبی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۲۶) طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بڑا شجاع اور بے باک تھا کبھی بھی پیٹھ نہیں دکھاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے پہ سالاروں سے چاہا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ تو تمام لوگوں نے انکار کر دیا اور امام حسین کے سامنے جانے میں جھجک کا اظہار کیا، کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں کثیر بن عبد اللہ شعبی اٹھا اور بولا: میں حسین کی طرف جاؤں گا، خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو غافل گیر کر کے میں ان کا خاتمہ بھی کر سکتا ہوں... یہ شخص اسلحے سے لیس ہو کر وہاں پہنچا... تو زہیر قین نے کہا: اپنی تلوار اپنے جسم سے جدا کر کے آؤ! اس ملعون نے کہا: ہرگز نہیں! خدا کی قسم یہ میری کرامت کے منافی ہے۔ اس کے بعد

دونوں میں نوک جھونک ہونے لگی۔۔۔ (ج ۵، ص ۴۱۰) یہی وہ شخص ہے جس نے مجاہد بن اوس کے ہمراہ زہیر بن قین بجلی پر حملہ کیا اور ان دونوں ملعونوں نے مل کر اس شجاع اور پاک طینت انسان کو شہید کر دیا (ج ۵، ص ۴۴۱)

۱۰۔ زبیدی: یہ شخص دوسرے حملہ کی خبر نقل کرتا ہے۔ (ج ۵، ص ۴۳۵) یہ یمن کے قبیلہ زہید کا ایک فرد ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار عمرو بن حجاج زہیدی کی پہ سالاری کے واقعات کی روایت کرتا ہے۔

۱۱۔ ایوب بن مشرح خیوانی: اس شخص نے مادر و سب کلبی کی جانثاری، فداکاری اور خلوص کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ جناب حر کے گھوڑے کو اسی نے پٹے کیا تھا۔ جب جناب حر کی شہادت کے بعد قبیلہ والوں نے اسے لکڑا اور آپ کی شہادت کے سلسلے میں اسے متہم کیا تو اس نے کہا: ”لا واللہ ما انا قتلہ ولكن قتلہ غیري“، ”نہیں خدا کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے، انہیں تو میرے علاوہ کسی دوسرے نے قتل کیا ہے“ ”وما اجبانی قتلہ“، ”نہ خطیہ کہ میں نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ میں تو اس بات کو پسند بھی نہیں کرتا تھا کہ میں ان کے قتل میں شرکت کروں۔ اس پر ”ابو وداک جہر بن نوف ہدانی“ نے کہا: ”ولم لا ترضی بقتلہ، تم ان کے قتل سے کیوں راضی نہیں تھے؟ اس نے کہا: ”زعموا انہ کان من الصالحین“، ”لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ نیک سرشت میں“ ”فواللہ لئن کان آثمًا...“ خدا کی قسم اگر وہ گناہگار تھے اور خداوند عالم اگر مجھے جہنم میں ان کو زخمی کرنے کے گناہ میں ڈالنا چاہتا تو اس موقف کو پسند کرتا بجائے اس کے کہ مجھے ان میں سے کسی ایک کے قتل کر دینے کے عذاب میں مبتلا کر دے، اس پر ابو وداک نے کہا: ”ما اراک الا ستقی اللہ باثم قتلہم اجمعین... اتم شرکاء کلم فی دماہم“، ”میں تو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھتا کہ عنقریب خدائے متعال تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں مبتلا کرے گا... تم سب کے سب ان کے خون میں شریک ہو۔ (ج ۵، ص ۴۳۷)

۱۲۔ غنیف بن زہیر بن ابی الاغص: یہ شخص بریر بن خضیر ہدانی کی شہادت کو بیان کرتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔ وہ اپنی اس روایت میں یہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا سے قبل بریر مسجد کوفہ میں ان ظالموں کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے

تھے۔ (ج ۵، ص ۴۴۱)

۱۳۔ ربیع بن تمیم ہمدانی: اس شخص نے عابس بن شیب ثاکری کے مقتل کو بیان کیا ہے اور وہ کربلا کے جانور واقعے کا عینی شاہد ہے۔ (ج ۵، ص ۴۴۴)

۱۴۔ عبداللہ بن عمار بارتی: اس نے دشمنوں پر حملہ کے وقت امام حسین علیہ السلام کی حالت کو بیان کیا ہے اور یہ شخص بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔ لوگوں نے جب اس بات پر اس کی ملامت کی کہ تو امام حسین کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا تو اس ملعون نے اپنی جنایت کاریوں کی توجیہ کرتے ہوئے کہا: ”ان لی عند بنی ہاشم لے دا“ میں نے بنی ہاشم کی خدمت کی ہے اس سلسلے میں کسی حد تک ان پر حق رکھتا ہوں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: بنی ہاشم کے پاس تمہارا کونسا حق ہے؟ تو اس ملعون نے کہا: میں نے نیزوں سے حسین پر حملہ کیا یہاں تک کہ بالکل ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن وہاں پہنچ کر میں اپنے ارادہ سے منصرف ہو گیا اور تھوڑی دور پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ (ج ۵، ص ۴۵۱)

۱۵۔ قرۃ بن قیس حنظلی تمیمی: اس شخص نے شہداء کے سر کو تن سے جدا کئے جانے اور اہل بیت اطہار کی اسیری کی غم انگیز اور جگر سوز داستان کو بیان کیا ہے۔ (ج ۵، ص ۴۵۵) یہ شخص اپنے قبیلہ کے سردار حرب بن یزید ریاحی تمیمی کے ہمراہ اس لشکر میں تھا جو امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے آیا تھا۔ (ج ۵، ص ۴۲۷) یہ وہی شخص ہے جسے پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ آپ سے سوال کرے کہ آپ کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ جب یہ شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا۔ حیب بن مظاہر اسدی نے اس کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی طرف دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۱۱) یہی وہ شخص ہے جس نے روایت نقل کی ہے کہ جب حرب نے امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے پوچھا: کیا تم اپنے گھوڑے کو پانی پلانا نہیں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر اس سے دور ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اگر حرب نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا ہوتا تو میں بھی

ان کے ہمراہ حسینؑ سے ملحق ہو جاتا۔ (ج ۵، ص ۴۲۷) جی ہاں یہی وہ ۱۵ افراد ہیں جو کربلا کے دلسوز اور غمناک واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔

تیسری فرست

تیسری فرست میں وہ لوگ ہیں جو ان واقعات کے شاہد ہیں اور وہاں حاضر تھے۔ ان لوگوں نے بغیر کسی واسطے کے خود ابو مخنف سے واقعات بیان کئے ہیں اور یہ چار افراد ہیں: ۱۔ ابو جناب یحییٰ بن ابی حنیہ الوداعی کلبی: اس شخص نے ابن زیاد سے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کے مقابلہ کو نقل کیا ہے (ج ۵ ص ۳۶۹ و ۳۷۰) نیز جناب مسلم اور ہانی بن عروہ کے سر کو یزید کی طرف بھیجے جانے اور خط لکھ کر اس خبر سے آگاہ کرنے کی روایت بھی اسی شخص سے ملتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابو جناب ان خبروں کو اپنے بھائی ہانی بن ابی حنیہ و داعی کلبی کے حوالے سے نقل کرتا ہے، کیونکہ ہانی بن ابی حنیہ کے ہاتھوں ابن زیاد نے یزید کو خط روانہ کیا تھا۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۳ روایتیں منقول ہیں، جن میں سے ۹ روایتیں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان سے متعلق ہیں جو بالواسطہ ہیں اور ۹ روایتیں کربلا سے متعلق ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ ہیں اور چار مرسل ہیں (یعنی درمیان سے راوی حذف ہے)۔ آخری روایت جو میرے ذہن میں ہے اور مرسل ہے وہ مصعب بن زبیر کا ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھنے کا واقعہ ہے جس میں مصعب نے ابراہیم کو مختار کے بعد ۶۷ھ ہجری میں اپنی طرف بلایا تھا۔ (ج ۶ ص ۱۱۱) تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۰۱) پر اس کی پوری بایوگرافی موجود ہے۔ اس میں راوی کے سلسلے میں یہ جملہ ملتا ہے: ”کوفی صدق مات ۶۷ھ“ یہ شخص کوفی تھا، چچا تھا اور ۶۷ھ ہجری میں اس کی وفات ہوئی۔

۲۔ جعفر بن حذیفہ طائی: جناب مسلم نے اپنی شہادت سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ کی بیعت کے سلسلے میں جو خط لکھا ہے اس کی روایت اسی شخص سے نقل ہوئی ہے، نیز محمد بن اثنث بن قیس کندی اور ایاس بن عثل طائی کے خط کاراوی بھی یہی شخص ہے جس میں ان لوگوں نے امام حسین کو جناب مسلم کی گرفتاری اور ان کی شہادت کی خبر پہنچائی تھی۔ (ج ۵، ص ۳۷۵)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص علی سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے۔ جنگ صفین میں یہ شخص علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ابن جان نے اسے ثقات (معتبر وثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے، پھر کہا ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہے؟

طبری نے اس شخص سے ۵۰ روایتیں نقل کی ہیں، جن میں سے دو روایتیں جنگ صفین سے متعلق ہیں، دو روایتیں خوارج کے ایک گروہ جس کا تعلق قبیلہ طئی سے تھا، کے سلسلے میں اور ایک واقعہ کربلا کے ذیل میں وہی مسلم بن عقیل کی خبر ہے جو گزشتہ سطروں میں بیان ہو چکی ہے۔

۳۔ دلم بنت عمرو: یہ خاتون، زبیر بن قین کی زوجہ ہیں۔ جناب زبیر بن قین کا امام حسین کے لشکر میں ملحق ہونے کا واقعہ انھیں خاتون سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں دلم نے مجھ سے اس طرح روایت نقل کی ہے۔ (ج ۵، ص ۳۹۶)

۴۔ عقبہ بن ابی العیزار: امام حسین علیہ السلام کی دواہم خطبے جسے آپ نے مقام ”بیضہ“ اور مقام ذی حسم میں پیش کیا تھا اسی شخص سے مروی ہیں، نیز امام حسین علیہ السلام کے جواب میں زبیر بن قین کی گفتگو، امام حسین علیہ السلام کے اشعار اور طرماح بن عدی کے اشعار کی بھی اسی شخص سے روایت نقل ہوئی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۰۳) ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص حر کے لشکر میں تھا لہذا نجات پا گیا۔ اپنی رجالی کتابوں میں ہمیں اس کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔ ہاں لسان المیزان میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لسان المیزان کے الفاظ اس طرح ہیں: ”یعتبر حدیث“ اس کی حدیث معتبر ہے، نیز وہیں اس بات کی بھی یاد آوری کی گئی ہے کہ ابن جان نے اسے

ثقافت میں شمار کیا ہے۔ یہی وہ چار افراد ہیں جو ظاہراً ان واقعات کے شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان سے بلا واسطہ حدیثیں نقل کی ہیں۔

چوتھی فرست

یہ وہ لوگ ہیں جو اس جانور واقعہ میں موجود تھے یا اس دلوز حادثہ کے معاصر تھے لہذا انہوں نے ان واقعات کو نقل کیا ہے۔ ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔ یہ ۲۱ افراد ہیں۔ ۱۔ ابو سعید دینار: اس شخص کو ”کیسان“ یا ”عتیصا مقبری“ بھی کہا جاتا ہے۔ مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو اسی شخص نے ایک واسطہ سے عبدالملک بن نوفل بن مسحق بن مخرمہ سے نقل کئے ہیں۔ (ج ۵، ص ۳۴۲) ذہبی نے اس کا ذکر میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ ذہبی کہتا ہے: وہ ابو ہریرہ کے ہم نشین اور اس کے بیٹے کے دوست تھے۔ وہ ثقہ اور حجت ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود ذہن محفل نہیں ہوا تھا۔ آپ کی وفات ۵۲ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا شمار بنی تمیم کے طرفداروں میں ہوتا ہے۔ ابن جان نے بھی ان کو ثقافت میں شمار کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ مورد اعتماد اور بحروہ مند ہیں۔ (لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۳۹)

تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ واقعی نے کہا: یہ ثقہ ہیں اور ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کے عہد میں وفات پائی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عمر نے انہیں قبر کھودنے کے کام پر مامور کیا تھا لہذا وہ قبروں کو کھودا کرتے تھے اور مردوں کو قبروں میں اتارتے تھے لہذا ”المقبری“ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۴۵۳) شیخ طوسی نے اپنی کتاب ”الرجال“ میں ان کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ”دینار“ کے نام سے کیا ہے ان کی کنیت ابو سعید اور لقب عتیصا ذکر کیا ہے۔ اس لقب کا سبب وہ شعر ہے جسے ”دینار“ نے کہا تھا۔ (رجال شیخ طوسی، ص ۴۰، بطخف) شیخ صدوق ابو سعید عتیصا کے حوالے سے اپنی ”امالی“ میں امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: ”یا علی! انت اخی و انا اخو کہ انا المصطفیٰ النبوة، وانت المجتبیٰ للامامة، وانا صاحب المنزل، وانت صاحب التاویل، وانا وانت ابواخذہ الامم: انت وصیو خلیفتی ووزیری و وارثی و ابو ولد یوشیک شیعی“، اے علی! تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں، خدا نے مجھ کو نبوت کے لئے منتخب کیا اور تم کو امامت کیلئے چن لیا، میں صاحب تنزیل (قرآن) ہوں تم صاحب تاویل ہو، میں اور تم دونوں اس امت کے باپ ہیں، تم میرے وصی، خلیفہ، وزیر، میرے وارث اور میرے فرزندان کے باپ ہو، تمہارے شیعہ اور پیروکار میرے شیعہ و پیروکار ہیں۔

۲۔ عقبہ بن سمان: مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے کی خبر، عبد اللہ بن مطیع عدوی سے آپ کی ملاقات، مکہ پہنچنے کی خبر، (ج ۵، ص ۵۳۱) مکہ سے نکلتے وقت ابن عباس اور ابن زبیر کی امام علیہ السلام سے گفتگو، (ج ۵، ص ۳۸۳) والی مکہ عمرو بن سعید بن عاص اشدق کے قاصد کا امام حسین تک پہنچنا اور حاکم مکہ کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کو مکہ واپس لوٹانے کی خبر، منزل تنعیم پر ”ورس الیمن“ کی خبر، قصر بنی مقاتل سے گزرنے کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام کی اپنے بابا سے گفتگو، ینوا میں اس نورانی کارواں کا ورود، ابن زیاد کے پیغامبر کا حرکت ابن زیاد کا خط لیکر پہنچنا امام علیہ السلام اور پسر سعد کا کربلا میں وارد ہونا (ج ۵، ص ۴۰۷-۴۰۹) اور وہ شرطیں جو امام حسین نے پسر سعد کے سامنے پیش کی تھیں اسی شخص سے مروی ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۱۳) یہ تمام روایتیں اس نے ایک واسطہ سے حارث بن کعب و البیہدانی سے نقل کی ہیں۔ یہ اس بات کی تائید ہے کہ ابو مخنف نے مناسبتوں کے مطابق روایتوں کی اسناد میں تطبیع (درمیان سے راوی کو حذف کر دینا) کی ہے۔ عقبہ بن سمان کی سوانح زندگی گذشتہ صفحات پر گذر چکی ہے لہذا اسے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ محمد بن بشر ہمدانی: معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعوں کا سلیمان بن سرد خزاعی کے گھر اجتماع، سلیمان بن سرد کا خطبہ اور اجتماعی طور سے سب کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا، مسلم بن عقیل کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کا ان لوگوں کو جواب (ج ۵، ص ۳-۳۵۲) راستے ہی سے جناب مسلم کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا، پھر امام علیہ السلام کا جواب دینا، مسلم کا کوفہ پہنچنا اور

کوفہ کے شیعوں کا جناب مختار کے گھر میں مسلم کے پاس آنا جانا (ج ۵ ص ۳۵۴ - ۳۵۵) اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کا خطبہ، ان تمام روایتوں کو محمد بن بشر ہمدانی نے ایک واسطے سے حجاج بن علی بارتقی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ شخص سلیمان بن سرد کے گھر میں شیعوں کے اس اجتماع میں حاضر تھا، کیونکہ وہ کہتا ہے: ”فذكرنا هلاك معاوية فحمدنا الله عليه فقال لنا سليمان بن سرد...“ تو ہم نے معاویہ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا اور اس پر خدا کا شکر ادا کیا تو سلیمان بن سرد نے ہم سے کہا...

”ثم سرحتا بالكتاب...“ پھر خط لے کر ہم لوگ نکلے، ”وامرنا حاما بالنجاء...“ اور ہم نے ان دونوں کو کالملازرداری کا حکم دیا، ”ثم سرحتا اليه...“ پھر ہم لوگ اس کی طرف گئے ”ثم لبثنا يومين آخرين ثم سرحتا اليه...“ پھر ہم لوگ دو دنوں تک ٹھہرتے رہے پھر اس کی طرف گئے ”وكتبنا معمها...“ اور ہم نے ان دونوں کے ساتھ لکھا۔ (ج ۵، ص ۳۵۴ - ۳۵۵) یہ شخص مختار کے گھر میں مسلم کے سامنے اس شعی اجتماع میں حاضر تھا لیکن جنگ و جدال سے بچے رہنے کی غرض سے مسلم کی بیعت نہ کی، کیونکہ راوی حجاج بن علی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن بشر سے کہا: ”فصل كان منك ان تقول“، کیا تم اس مورد میں کوئی عہد پیمان کرو گے تو محمد بن بشر نے جواب دیا: ”ان كنت لأحب ان يعز الله أصحابي بالظفر“، اگرچہ میں چاہتا ہوں کہ خدا ہمارے ساتھیوں کو فتح و ظفر کی عزت سے سرفراز کرے ”وما كنت أحب ان أقتل أو كرهت ان أكذب“ (ج ۵، ص ۳۵۵) لیکن میں قتل ہونا نہیں چاہتا اور میں جھوٹ بولنا بھی پسند نہیں کرتا۔ لسان المیزان میں ابو حاتم کے حوالے سے اس کا ذکر ہے کہ ابو حاتم کہتے ہیں: ”یہ شخص محمد بن سائب کبھی کوئی ہے۔ اسے اس کے جد محمد بن سائب بن بشر کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔“ شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اس شخص کو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔^۲

^۱ لسان المیزان، ج ۵، ص ۹۴

^۲ رجال الشيخ، ص ۲۸۹-۱۳۶ ط نجف، طبری نے ”ذیل المذیل“، ص ۶۵۱ مطبوعہ دارسویدان پر طبقات بن سعد ج ۶، ص ۳۵۸، کے حوالے سے ذکر کیا ہے منصور کی خلافت کے زمانے میں، ۱۴۶، ہجری میں شہر کوفہ اس کی وفات ہوئی۔

۴۔ ابو الودّاک جبرین نوف ہمدانی: کوفہ میں نعان بن بشیر انصاری (معاویہ اور یزید دونوں کی جانب سے کوفہ کا حاکم) کا خطبہ، کوفیوں کا خط یزید کے نام، (ج ۵، ص ۳۵۵-۳۵۶) کوفہ میں ابن زیاد کا خطبہ، (ج ۵، ص ۳۵۸-۳۵۹) مسلم کا ہانی کے گھر مقتل ہونا، ابن زیاد کی طرف سے مقتل شامی کا جاسوسی کے ذریعہ مسلم کا سراغ پانا، ابن زیاد کا ہانی کی عیادت کو آنا اور عمارہ بن عبید سلولی کا اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں، لیکن ہانی کا اس مشورہ کو پسند نہ کرنا، ہانی کے گھر ابن زیاد کا شریک بن اعور حارثی ہمدانی کی عیادت کو آنا اور شریک کا مسلم کو اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں لیکن مسلم کا انکار کرنا، جس پر ہانی کا کبیدہ خاطر ہونا، ابن زیاد کا ہانی کو طلب کرنا اور انہیں زد و کوب کرنا اور قید کر دینا، اس پر عمرو بن حجاج زبیدی کا قبیلہ کے جوانوں اور بہادروں کو لے کر دارالامارہ کے ارد گرد ہانی کی رہائی کے لئے ہجوم کرنا، اس پر دھوکہ اور فریب کے ساتھ قاضی شریح کا ہانی کے پاس جانا اور واپس لوٹ کر جھوٹی خبر دینا کہ ہانی صحیح سالم ہیں، اس پر قبیلہ والوں کا واپس پلٹ جانا، مندرجہ بالا تمام خبریں اسی ابو وڈاک سے مروی ہیں۔ اس نے ان تمام اخبار کو نمیر بن وعلہ ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے، فقط آخری خبر معلی بن کلیب سے نقل کی ہے۔

ابو وڈاک کا پورا نام امیر المؤمنین کے اس خطبہ میں ملتا ہے جس کی روایت خود اس نے کی ہے کہ ”خیلہ“ میں خوارج کی ہدایت سے مایوس ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا۔ (ج ۵، ص ۷۸) ظاہر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ شخص کوفہ ہی میں تھا۔ ایک دن اس نے ایوب بن مشرح خیوانی کی اس بات پر بڑی مذمت کی کہ اس نے حرہ کے گھوڑے کو کیوں پئے کیا؛ اس نے ایوب سے کہا: ”میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ خدا تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں داخل جہنم کرے گا، کیا تو نہیں جانتا ہے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی پر تیر نہ چلایا ہوتا، کسی کے گھوڑے کو پئے نہ کیا ہوتا، کسی پر تیر بارانی نہ کی ہوتی، کسی کے روبرو نہ آیا ہوتا، کسی پر ہجوم نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کو برا لکھتے نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کی کثرت کے ساتھ حملہ آور نہ ہوا ہوتا، جب تجھ پر حملہ ہوا ہوتا تو مقابلہ کرنے کے بجائے اگر تو عقب نشینی کر لیتا اور تیرے دوسرے ساتھی بھی ایسا ہی کرتے تو کیا حسین اور ان کے اصحاب شہید ہو جاتے؟ تم سب کے سب ان پاک سرشت اور نیک طینت افراد کے خون میں شریک ہو۔

(ج ۵، ص ۳۵۷، ۳۵۸) ذہبی نے ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے: ”صاحب ابی سعید الخدری صدوق مشہور“، یہ ابو سعید خدری کے ساتھی اور صداقت میں مشہور تھے۔ تہذیب میں اس طرح ہے: ”ابن جان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ نسائی نے کہا ہے کہ صالح میں اور اپنی کتاب سنن میں ان سے روایت نقل کی ہے“۔

۵۔ ابو عثمان ہندی: اہل بصرہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط اور ابن زیاد کا اپنے بھائی عثمان کو بصرہ کا والی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی خبر اسی شخص نے ایک واسطہ صقعب بن زبیر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ شخص مختار کے ساتھیوں میں تھا؛ جب یہ ابن مطیع کی حکومت میں کوفہ وارد ہوا تو اسے ناداروں کی دادرسی کے امور پر مقرر کیا گیا۔ (ج ۵، ص ۲۹۲) تہذیب التہذیب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ قبیۃ قضاۃ سے تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ درک کیا ہے لیکن آپ کے دیدار کا شرف اسے حاصل نہ ہوا۔ یہ شخص کوفہ کا باشندہ تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو اس نے بصرہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہ شخص اپنی قوم میں معروف آدمی تھا، ۶۰ حج انجام دئے، اس کا شمار صائم النہار اور قائم اللیل میں ہوتا تھا (یعنی دن روزوں میں گذرتا تھا اور شب عبادت میں) اس پر لوگ بھروسہ کیا کرتے تھے، ایک سو تیس (۱۳۰) سال کے سن میں ۵۹ھ میں وفات پائی۔

۶۔ عبداللہ بن خازم کثیری ازدی: یہ شخص یوسف بن یزید کے حوالے سے حضرت مسلم بن عقیل کی جنگ کا تذکرہ کرتا ہے اور سلیمان بن ابی راشد کے واسطے سے لوگوں کے مسلم کو دھوکہ دینے کے واقعہ کو نقل کرتا ہے۔ اس شخص نے پہلے مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی۔ جناب مسلم نے اسے ابن زیاد کے قصر کی طرف بھیجا تاکہ بانی کا حال معلوم کر کے آئے، پھر اس شخص نے

^۱ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۵۸۴، ط حلبی۔

^۲ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۶۰ و تنقیح المقال، ج ۳، ص ۲۷

^۳ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۷۷

جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام دونوں کو دھوکہ دیا۔ (ج ۵، ص ۳۶۸-۳۶۹) آخر کار اپنے کئے پر نادم ہوا اور توابعین کے ساتھ ہو گیا اور انھیں کے ہمراہ خروج کیا۔ (ج ۵، ص ۵۸۳) یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ (ج ۵، ص ۶۰۱)

۷۔ عباس بن جعدہ جدلی: اس شخص کو عیاش بن جعدہ جدلی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جناب مسلم کا اموی حاکم کے خلاف قیام، کوفیوں کی مسلم کے ساتھ دغا اور ابن زیاد کا موقف اسی شخص نے یونس بن ابی اسحاق سبیعیہ انی کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان کے ہمراہ نبرد میں شریک رہا، پھر درمیان جنگ سے غائب ہو گیا اور دکھائی نہ دیا، روایت کا جملہ اس طرح ہے۔ ”خرجناع مسلم“، ہم لوگ مسلم کے ہمراہ سپاہ سے نبرد آزمائی کے لئے نکل پڑے۔

۸۔ عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی: مختار کو ابن زیاد کے پرچم امان کے تے آنے کی دعوت دینا اسی شخص سے منقول ہے۔

۹۔ زائدہ بن قدامہ ثقفی: جناب مسلم بن عقیل سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کا میدان نبرد میں آنا، آپ کا اسیر ہونا، قصر کے دروازہ پر پہنچ کر پانی طلب کرنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کا واقعہ اسی شخص کے حوالے سے مرقوم ہے۔ (ج ۵، ص ۳۷۵)

”طبری“ نے اس شخص کو ”قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی“ کے نام سے یاد کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زائدہ بن قدامہ، قدامہ بن سعید کے دادا میں اور وہ کوفہ کی ماجرا داستان میں موجود تھا اور اس کا پوتا ”قدامہ بن سعید“ وہ ہے جسے جناب شیخ

طوسی نے امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ (طبری، ص ۷۵، ۲، بنج) لہذا ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے

کہ ”قدامہ بن سعید، زائدہ بن قدامہ ثقفی“ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ۵۸ ہجری میں عام البجاء کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی

طرف سے عبدالرحمن بن ام حکم ثقفی کے دور حکومت میں قدامہ بن سعید کا دادا زائدہ بن قدامہ کوفہ کی پولیس کا سربراہ تھا۔

(ج ۵، ص ۳۱۰) جب ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کے ارد گرد سے لوگوں کو جدا کرنے کے لئے پرچم امان بلند کیا تو ”عمرو

بن حرث“ کے ہمراہ یہ شخص اس پرچم امن کا پرچار تھا۔ اسی شخص نے اپنے چچا زاد بھائی مختار کی غارش کی تھی، یہی وہ شخص

^۱ جماعت کا سال وہ سال ہے جس کا نام معاویہ نے جماعت کا سال رکھا تھا جس کے بعد اہلسنت خود کو اہلسنت والجماعت کہنے لگے۔

ہے جو کوفہ میں ابن زیاد کے قید خانے سے مختار کا خط لیکر مختار کے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس لے گیا تھا۔ تاکہ وہ یزید کے پاس جا کر مختار کی رہائی کی سفارش کرے۔ صنیہ بنت ابی عبید ثقفی کے شوہر عبداللہ بن عمر، مختار کے بہنوئی نے جا کر وہاں سفارش کی تو مختار کو ابن زیاد نے آزاد کر دیا، لیکن ابن زیاد نے اس فعل پر ”زائد بن قدامہ“ کا ہچکچایا تو وہ بھاگ نکلا یہاں تک کہ ان کے لئے امن کی ضمانت حاصل کی گئی۔ (ج ۵، ص ۵۱) جب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر والی کوفہ عبداللہ بن مطیع کی بیعت ہونے لگی تو بیعت کرنے والوں کے ہمراہ ”زائد بن قدامہ“ نے بھی ابن مطیع کی بیعت کی ابن مطیع نے بیعت کے فوراً بعد ابن ”قدامہ“ کو مختار کی طرف روانہ کیا تاکہ مختار کو بیعت کی دعوت دیں، لیکن ابن قدامہ نے جب مختار کو اس کی خبر دی تو مختار نے خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ (ج ۶، ص ۱۱)

کوفہ سے مختار کے قیام کا آغاز اسی شخص کے باغ سے ہوا تھا جو محلہ ”بنجہ“ میں تھا۔ (ج ۶، ص ۲۲) ابن زبیر کے مقرر کردہ والی کوفہ عمر بن عبدالرحمن مخزومی کو ہٹانے کے لئے مختار نے اسی شخص کو روانہ کیا تھا اور ابن قدامہ نے اسے دھکی اور مال کی لالچ دیکر ہٹا دیا۔ (ج ۶، ص ۷۲) کچھ دنوں کے بعد یہ شخص عبدالملک بن مروان سے ملحق ہو گیا اور اس کے ہمراہ مصعب بن زبیر سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ ”ذیر جاثیق“ میں مختار کے خون کا انتقام لینے کے لئے اس نے مصعب کے خون سے اپنی شمیر کو سیراب کر دیا۔ (ج ۶، ص ۱۵۹) بالآخر حجاج نے ابن قدامہ کو ایک ہزار فوج کے ہمراہ مقام ”رودباد“ میں شیب خارجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ وہاں پر اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ وہ مارا گیا؛ جبکہ اس کے ساتھی اس کے ارد گرد تھے، یہ واقعہ ۶۶ ہجری کے آس پاس کا ہے۔ (ج ۶، ص ۲۴۶) اس سے یہ صاف واضح ہے کہ ”قدامہ بن سعید بن زائدہ“ جن سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے عینی شاہد نہیں ہیں، پس صحیح یہی ہے کہ ”قدامہ بن سعید“ نے ”زائدہ بن قدامہ“ سے روایت نقل کی ہے کیونکہ زائدہ (جیسا کہ گذشتہ سطروں میں ملاحظہ کیا) عمرو بن حریش کے ہمراہ تھا لہذا

حضرت مسلم کی طرف ابن زیاد کی جانب سے محمد بن اسعث کو بھیجے جانے کی خبر اسی شخص نے اپنے پوتے قدامہ بن سعید سے نقل کی ہے۔

۱۰۔ عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: مسلم بن عقیل کا پانی طلب کرنا اور اس پر انھیں پانی پلائے جانے کی خبر اسی شخص کے پوتے سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ نے اس سے نقل کی ہے اور ابو مخنف نے اس سے روایت کی ہے۔ تقریب التہذیب میں لکھا ہے: یہ شخص روایت میں مورد اعتماد ہے جس کی وفات ۶۱ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

۱۱۔ عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی: صقعب بن زہیر کے حوالے سے اس شخص نے مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے وقت کی خبر کو ذکر کیا ہے۔ (ج ۵، ص ۳۸۲) مختار کے زمانے میں عبد اللہ بن زہیر نے اس شخص کو کوفہ کا والی بنایا تو مختار نے مال کی لالچ اور ڈرا دھمکا کر اسے اس عہدہ سے ہٹا دیا۔ (ج ۶، ص ۱۷) تہذیب التہذیب میں اس کا تذکرہ موجود ہے، صاحب کتاب کا بیان ہے کہ ابن جان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے، دوسرا بیان یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ شخص روایت نقل کرتا ہے۔

۱۲۔ عبد اللہ اور مذری: عبد اللہ بن مسلم اور مذری بن مشعل یہ دونوں قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔ حجر اسود اور باب کعبہ کے پاس امام حسین علیہ السلام کا ابن زہیر سے روبرو ہونا، فرزدق کی امام سے ملاقات اور ”ثعلبیہ“ کے مقام پر امام علیہ السلام کا جناب مسلم کی شہادت سے باخبر ہونا، انھیں دونوں افراد نے دو واسطوں: ابی جناب یحییٰ بن ابی حنیفہ اور داعی کلبی سے اور اس نے عدی بن حرمہ اسدی سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں افراد وہ ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی فریاد سنی لیکن آپ کی مدد نہیں کی عبد اللہ بن مسلم اسدی ۶۱ ہجری تک زندہ رہا۔

^۱ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۷۲ و خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال، ص ۲۸۴
^۲ طبری، ج ۶، ص ۲۹۵

۱۳۔ امام علی بن الحسین بن علی علیہما السلام: عبد اللہ بن جعفر کا اپنے فرزند عون و محمد کے ہمراہ خط، عمرو بن سعید اشدرق کا اپنے بھائی یحییٰ کے ہمراہ خط اور امام علیہ السلام کا جواب چوتھے امام علیہ السلام سے ایک واسطہ سے مروی ہے اور وہ واسطہ حارث بن کعب والہی ہے^۱۔

۱۴۔ بکر بن مصعب مزنی: عبد اللہ بن بقطر کی شہادت اور منزل ”زبالہ“ کا واقعہ ایک واسطہ سے اسی شخص سے مروی ہے اور وہ واسطہ ابو علی انصاری ہے^۲۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ علماء رجال کی نگاہوں میں ان دونوں کی کوئی شناخت نہیں ہے۔

۱۵۔ قزاری: مدی کے واسطہ سے زبیر بن قین کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہونے کی خبر اسی شخص سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے: ”رجل من بنی فزار“^۳ بنی فزارہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔

۱۶۔ طرماح بن عدی: طرماح بن عدی کی روایت ایک واسطہ سے ”جمیل بن مرثد غنوی“ نے نقل کی ہے کہ طرماح نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ امام حسین سے انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تو انہوں نے اپنی تنگ دستی اور عیال کے رزق کی فراہمی کا عذر پیش کیا۔ امام علیہ السلام نے بھی ان کو نہیں روکا؛ اس طرح طرماح امام علیہ السلام کی نصرت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ شیخ طوسی نے آپ کا تذکرہ امیر مومنین اور امام حسین علیہما السلام کے اصحاب میں کیا ہے۔ لیکن مامقانی نے آپ کی توثیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے: ”انہ ادرک نصرۃ الامام علیہ السلام و جرح و برء ثم مات بعد ذالک“^۴ ”آپ امام علیہ السلام کی نصرت و مدد سے شرفیاب ہوئے اور جنگ کے دوران زخمی ہوئے لیکن بعد میں آپ کا زخم مندمل ہو گیا؛ پھر اس کے بعد آپ نے وفات پائی ہے“، لیکن مامقانی نے اس سلسلے میں کوئی ماخذ ذکر نہیں کیا ہے۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۸۸، ۳۸۷

^۲ ج ۵، ص ۳۹۸۔ ۳۹۹

^۳ ج ۵، ص ۳۹۶

^۴ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۱۰۹ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ یہ وہی معروف مقتل ہے جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اور یہ وہی روایت ہے جس پر نفس المہموم کے صفحہ ۱۹۵ پر محدث قمی نے تعلیقہ لگا یا ہے۔

۱۷۔ عامر بن شراحیل بن عبد الثعبی ہمدانی: مجاہد بن سعید کے حوالے سے انھوں نے قصر بنی مقاتل کی خبر کا تذکرہ کیا ہے^۱۔ مذکورہ شخص نے ۱۲ ہجری میں اس سرائے فانی میں آنکھ کھولی^۲ اس کی ماں ۱۶ ہجری کے ”جلولاء“ کے اسیروں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ دونوں باپ بیٹے میں جنہوں نے جناب مختار کو سب سے پہلے مثبت جواب دیا اور ان کی حقانیت کی گواہی دی۔ ۱۷ ہجری میں یہ دونوں باپ بیٹے جناب مختار کے ہمراہ مدائن کے شہر ”ساباط“ کی طرف نکل گئے^۳۔ مختار کے بعد عامر بن شراحیل، اموی جلا ”حجاج بن یوسف ثقفی“ سے ملحق ہو کر اس کا ہم نشین ہو گیا^۴ لیکن ۱۸ ہجری میں ”عبد الرحمن بن اشعث بن قیس کندی“ کے ہمراہ حجاج کے خلاف قیام کر دیا^۵ اور جب عبد الرحمن نے شکست کھائی تو ”ری“ میں حجاج کے والی قتیبہ بن مسلم سے ملحق ہو گئے اور امن کی درخواست کی تو حجاج نے امان دیدیا۔ اسی طرح زندگی گذارتا رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک یزید بن عبد الملک بن مروان کی طرف سے اسے کوفہ کے قاضیوں کا سربراہ قرار دیا گیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام کی مدد سے سرپچی کی اور امام علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا۔ ابو مخنف ان سے بطور مرسل حدیث نقل کرتے ہیں اور ”الکنی واللقاب“ کے مطابق ۲۰ھ میں ناگہاں اس کو موت آگئی۔^۸ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۱۴ھ روایتیں موجود ہیں۔ تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ موجود ہے؛ اس کتاب میں عجلی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ شعبی نے ۴۸ھ صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ ایک نقل کے مطابق ۱۰ھ میں وفات ہوئی^۹۔

^۱ طبری ج ۵، ص ۷

^۲ ج ۴ ص ۱۴۵

^۳ ج ۶، ص ۶-۷

^۴ ج ۶، ص ۳۵

^۵ ج ۶، ص ۳۲۷

^۶ ج ۶، ص ۳۵۰

^۷ طبری، ج ۶، ص ۳۴۴

^۸ الکنی واللقاب، ج ۲، ص ۳۲۸

^۹ تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۶۵

۱۸۔ حسان بن فائد بن مکیر عسی: نضر بن صالح بن حیب بن زہیر عسی کے حوالے سے اس شخص نے پسر سعد کے اس خط کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا تھا اور اس کے بعد ابن زیاد کے جواب کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ روایت کا جملہ یہ ہے: ”اشهد ان کتاب عمر بن سعد جاء الى عبید اللہ بن زیاد وأنا عنده فاذا في...“ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور میں اس وقت وہاں موجود تھا؛ اس خط میں یہ لکھا تھا۔ اس شخص نے عبد اللہ بن زہیر کی طرف سے مقرر کردہ والی کوفہ عبد اللہ بن مطیع عدوی کے لشکر کے سربراہ راشد بن ایاس کے ہمراہ جناب مختار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی؛ جب قصر کوفہ کا محاصرہ کیا گیا تو یہ شخص ابن معیط کے ہمراہ اس میں موجود تھا^۱۔ آخر کار ۶۴ھ میں ابن معیط کے ساتھیوں کے ہمراہ مقام ”مضر“ کوفہ کے کوڑے خانہ کے پاس قتل کر دیا گیا۔

تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ اس طرح ہے: ابن جان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور سورہ نساء کی آیہ ۵۱ میں ”جبت“ کی تفسیر میں بخاری نے شعبہ سے، اس نے ابواسحاق سمیعی سے، اس نے حسان سے اور اس نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ ”جبت“ یعنی سحر اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شخص کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے^۲۔

۱۹۔ ابو عمارہ عسی: ابو جعفر عسی کے حوالہ سے اس شخص نے یحییٰ بن حکم کی گفتگو اور دربار یزید کا تذکرہ کیا ہے^۳۔

۲۰۔ قاسم بن بخیت: شہداء کے سروں کا دمشق لایا جانا، مروان کے بھائی یحییٰ بن حکم بن عاص کی گفتگو، زوجہ یزید ہند کی گفتگو اور یزید کا چھڑی سے امام حسین علیہ السلام کے لبوں کے ساتھ بے ادبی کرنے کا تذکرہ اسی شخص نے ابو حمزہ ثمالی سے اور انھوں نے عبد اللہ ثمالی اور انھوں نے قاسم کے ذریعہ کیا ہے^۴۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۱۱

^۲ طبری، ج ۶، ص ۲۶

^۳ ج ۶، ص ۳۱

^۴ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۵۱

^۵ طبری، ج ۵، ص ۴۶۰-۴۶۱

^۶ طبری، ج ۵، ص ۴۶۵

۲۱۔ ”ابوالکنود عبدالرحمن بن عبید“: اس نے ام لثمان بنت عقیل بن ابی طالب کے اشعار کو سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔^۱ ”زیاد بن ایہ“ کی طرف سے یہ شخص کوفہ کا والی تھا۔^۲ یہ مختار کے ساتھیوں میں تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اسی نے ثمر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس سے ۹ روایتیں مذکور ہیں جیسا کہ ”اعلام“ میں بھی ملتا ہے۔

۲۲۔ فاطمہ بنت علی: طبری کے بیان مطابق یہ خاتون جناب امیر کی دختر ہیں۔ ابو مخنف نے حارث بن کعب والہی کے حوالہ سے دربار یزید کا مظہر انھیں خاتون سے نقل کیا ہے۔ الفرض ان لوگوں میں ۲۱ افراد وہ میں جو یا تو ان مظالم میں شریک تھے یا اس دلوں واقعہ کے معاصر تھے جنہوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔

پانچویں فرست

یہ وہ گروہ ہے جس سے ابو مخنف نے دو یا چند واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ گروہ ۲۹ افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۔ عبد الملک بن نوفل بن عبد اللہ بن مخرمہ: مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو انھوں نے ابو سعد سعید بن ابی سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔^۳ اسکے علاوہ اپنی موت کے وقت معاویہ کا لوگوں سے یزید کی بیعت لینا، معاویہ کے سپاہیوں کے سربراہ اور اس کے امور دفن کے ذمہ دار سخاک بن قیس فری کی گفتگو اور اپنے باپ معاویہ کی خبر مرگ سن کر یزید کے اشعار اسی شخص نے واسطوں کی تصریح کئے بغیر ذکر کئے ہیں۔ ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس شخص سے ۵ روایتیں مذکور ہیں جنہیں خود ابو مخنف نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر روایتیں مکہ میں ابن زبیر اور مدینہ میں عبد اللہ بن حنظلہ کے خروج سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک روایت وہ اپنے باپ نوفل سے نقل کرتا ہے^۴ تو دوسری روایت عبد اللہ بن عروہ

^۱ ج ۵، ص ۴۶۶

^۲ ج ۵، ص ۲۴۶

^۳ طبری، ج ۵، ص ۳۴۲

^۴ ج ۵، ص ۴۷۴

سے اور تیسری روایت معاویہ کے ایک دوست حمید بن حمزہ سے منقول ہے^۱۔ سات روایتیں بنی امیہ کے ایک چاہنے والے شخص بنام حیب بن کزہ سے منقول ہیثمہ مروان بن حکم کا پرچار بھی تھا^۲ اور آخری خبر سعید بن عمرو بن سعید بن عاص اشق کے حوالے سے مروی ہے^۳۔ غالباً عبدالملک نے معاویہ کی وصیت اور اس کے دفن ہونے کی روایت کو بنی امیہ کے کسی موالی سے نقل کیا ہے؛ اگرچہ اس کے نام کی تصریح نہیں کی ہے۔ عبدالملک کا باپ نوفل بن ماسحق بن مطیع کی جانب سے دو یا پانچ ہزار کی فوج کا کمانڈر مقرر تھا۔ خود ابن مطیع کو ابن زبیر نے مقرر کیا تھا۔ ایک بار میدان جنگ میں ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور گردن پر تلوار رکھ دی لیکن پھر چھوڑ دیا۔ عقلانی نے تہذیب التہذیب^۴ اور الکاشف^۵ میں مذکورہ شخص کی روایتوں کو قابل اعتماد بتایا ہے۔

۲۔ ابو سعید عقیصا: مسجد الحرام میں احرام کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کا عبداللہ بن زبیر سے روبرو ہونا اسی شخص نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے^۶۔ علامہ علی اپنی کتاب ”خلاصہ“ کے باب اول میں ابو سعید کو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں۔^۷ ذہبی نے بھی ”میزان الاعتدال“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: ”یہ شخص علی علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ ابن سعید نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان کا نام دینار ہے۔ یہ شیعہ ہیں اور انھوں نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔“^۸

۱ ج ۵، ص ۴۷۸

۲ ج ۵، ص ۴۷۸

۳ ج ۵، ص ۴۸۲ اور ۵۳۹

۴ ج ۵، ص ۵۷۷

۵ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۴۲۸

۶ الکاشف، ج ۲، ص ۲۱۶

۷ طبری، ج ۵، ص ۳۸۵

۸ الخلاصہ، ص ۱۹۳

۹ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۳۹ و ج ۳، ص ۸۸؛ کامل الزیارات کے ص ۲۳ پر ابن قولویہ نے اپنی سند سے ابو سعید عقیصا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ”میں نے کافی دیر تک امام حسین علیہ السلام کو عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے سنا راوی کہتا ہے: پھر امام علیہ السلام عبد اللہ بن زبیر سے اپنا رخ موڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: یہ مجھ سے کہتا ہے کہ حرم کے گنہگاروں کی طرح ہو جائے جبکہ اگر مجھے حرم میں شرف کے ساتھ قتل کیا جائے تو مجھ کو اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ مجھ کو کسی جگہ دفن کیا جائے جہاں فقط ایک بالشت زمین ہو۔ اگر مجھ کو طف (کربلا) میں قتل کیا جائے تو حرم میں قتل ہونے سے زیادہ مجھ کو یہی پسند ہے کہ میں کر بلا میں قتل کیا جاؤں“ اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ راوی نے خود امام علیہ السلام سے حدیث سنی ہے، نہ اس طرح جس طرح ابو مخنف نے سند ذکر کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ”کامل“ اکمل ہے۔

تہذیب التہذیب میں عقلانی کہتے ہیں: ”واقعی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ میں ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد نے کہا کہ انھوں نے ولید بن عبد الملک کے زمانے میں وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ عمر نے ابو سعید کو قبریں کھودنے پر مامور کیا تھا اور بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ یہ پائیتی سے قبر میں اترتے تھے لہذا ان کو مقبری کہا جانے لگا۔“

۳۔ عبد الرحمن بن جندب ازدی: مذکورہ شخص کی کچھ روایتیں عقبہ بن سمان کے حوالے سے نقل ہوئی ہیں۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے تقریباً ۳۰ روایتیں کے مروی ہیں جن میں جنگ جمل، ضنین، نہروان اور کربلا کا واقعہ ایک واسطہ عقبہ بن سمان سے منقول ہے۔ وہ حجاج کے زمانے کا واقعہ کسی واسطے کے بغیر نقل کرتا ہے کیونکہ ابن جندب نے ۶۰ھ میں زائدہ بن قدامہ کی سربراہی میں حجاج کی فوج کے ہمراہ رودبار میں شیب خارجی کے خلاف جنگ میں شرکت کی اور اس میں اسیر کر لیا گیا۔ خوف کے عالم میں اس نے شیب کے ہاتھوں پر بیعت کر لی پھر کسی طرح کو فہ پہنچ گیا۔ یہ وہ موقع تھا جب حجاج دو سری مرتبہ شیب پر حملہ کرنے کے لئے تشریف لے کر رہا تھا اور یہ ۶۰ھ کا زمانہ تھا۔ ۴۔ استرآبادی کی ”رجال الویط“ کے حوالے سے مقدس اردبیلی نے ابن جندب کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہے اور ”لسان المیزان“ میں عقلانی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: ”یہ کمیل بن زیاد اور ابو حمزہ ثمالی سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔“

۴۔ حجاج بن علی بارتی ہمدانی: مذکورہ شخص کی تمام روایتیں محمد بن بشر ہمدانی کے واسطے سے نقل ہوئی ہیں لہذا محمد بن بشر کی طرف مراجعہ کیا جائے۔ تاریخ طبری میں بارتی سے ابن بشر کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے ”لسان المیزان“ میں ان کا تذکرہ یوں ملتا ہے: ”شیخ رومی عنہ ابو مخنف“، یہ ایسے بزرگ ہیں کہ ابو مخنف ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں

^۱ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۴۵۳ ولسان المیزان، ج ۲، ص ۴۲۲

^۲ طبری، ج ۶، ص ۲۴۴

^۳ طبری، ج ۶، ص ۲۴۲

^۴ طبری، ج ۶، ص ۲۶۲

^۵ جامع الرواۃ، ج ۱، ص ۴۴۷

^۶ لسان المیزان، ج ۳، ص ۴۰۸، ط حیدر آباد

۱۔ ۵۔ نمیر بن وعلہ الہدانی یناعی : مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو وداک جبر بن نوفل ہمدانی، ایوب بن مشرح خیوانی اور ربیع بن تیمم کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں۔ آخری روایت شعبی سے ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کے دربار کے بارے میں ہے۔^۲ لسان المیزان میں یناعی کا تذکرہ یوں ملتا ہے اور یہ شعبی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو مخنف روایت کرتے ہیں۔^۳ منی میں بھی یہی مطلب موجود ہے۔^۴

۶۔ صقعب بن زہیر ازدی : مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو عثمان ہندی، عون بن ابی جحیفہ سوائی اور عبدالرحمن بن شریح معافری اسکندری کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ تہذیب التہذیب کی جلد ۶، ص ۱۹۳ پر مرقوم ہے کہ ۱۶ ہجری میں اسکندریہ میں ”صقعب“ نے وفات پائی وہ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی اور حمید بن مسلم کی روایتوں کو بھی نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں ابن زہیر سے ۲۰ خبریں منقول ہیں اور تمام خبریں اس طرح ہیں ”عن ابی مخنف عن“ ابو مخنف ان (صقعب) سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان روایتوں میں ۳ روایتیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے متعلق ہیں۔ چونکہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں تھے لہذا جناب عمار بن یاسر کی شہادت کا بھی تذکرہ کیا ہے^۵ اسی طرح جبر بن عدی کی شہادت کے واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے^۶۔ کربلا کے سلسلے میں نور روایتیں نقل کی ہیں اور تین روایتیں مختار کے قیام کے سلسلے میں ہیں۔ تہذیب التہذیب میں عتقانی کا بیان اس طرح ہے: ابن جان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابو زرہ کا بیان ہے کہ روایت کے سلسلے میں یہ مورد اعتماد ہیں؛ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ مشہور نہیں ہیں۔ ”خلاصۃ تہذیب التہذیب الکمال“ کے حاشیہ پر ہے کہ ابو زرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔^۸

^۱ لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۷۸
^۲ طبری، ج ۶، ص ۳۲۸
^۳ لسان المیزان، ج ۶، ص ۱۷۱، ط حیدر آباد
^۴ ج ۲، ص ۷۰۱، طبع دار الدعوه
^۵ ج ۵، ص ۳۸
^۶ ج ۵، ص ۲۵۳
^۷ تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۴۳۲
^۸ الخلاصہ، ص ۱۷۶، ط دارالدعوه

۷۔ معلیٰ بن کلیب ہمدانی: کربلا کا دلوز واقعہ انھوں نے ابو وداک جبر بن نوفل کے واسطے سے نقل کیا ہے لہذا ابو وداک کی روایتوں کو دیکھا جائے۔

۸۔ یوسف بن یزید بن بکر ازدی: مذکورہ شخص عبداللہ بن حازم ازدی اور غنیف بن زبیر بن ابی اخس سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں ان کا پورا نام مذکور ہے اور ان سے ۵ روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ ۷ کے بعد تک انھوں نے زندگی گزارا ہے۔ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“ میں ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: آپ بڑے سچے شریف اور بصرہ کے رہنے والے تھے، آپ سے ایک جماعت نے روایتیں نقل کی ہیں اور بہت سارے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے^۱۔ تہذیب التہذیب میں عقلانی نے ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے: ابن جان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ مقدسی نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے^۲۔ یہی تذکرہ خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال میں بھی ملتا ہے^۳۔

۹۔ یونس بن ابی اسحاق: ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سمیعی ہمدانی کوفی کے فرزند یونس، عباس بن جعدہ جدلی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل کے قیام کے سلسلے میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آپ کے مقابلہ میں چار ہزار کا لشکر تھا۔ علامہ سید شرف الدین موسوی اپنی گرانقدر کتاب ”المراجعات“ میں فرماتے ہیں: ”یونس کے والد ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ بن سمیعی ہمدانی کوفی کے شیعہ ہونے کی تصریح ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ”المعارف“ اور شہرستانی نے اپنی کتاب ”الملل والنحل“ میں کی ہے۔ آپ ان محدثین کے سربراہ تھے جن کے مذہب کو دشمنان اہل بیت کسی طرح لائق ستائش نہیں سمجھتے نہ ہی اصول میں اور نہ ہی فروع میں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور دین کے مسئلہ میں فخط اہل بیت اطہار کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوزجانی (گرگانی) (جیسا کہ میزان الاعتدال میں زبیدی کے شرح حال میں ذکر ہوا ہے^۴) نے

^۱ طبری، ج ۶، ص ۲۸۴

^۲ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۴۷۵

^۳ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۴۲۹

^۴ الخلاصہ، ص ۴۴۰

^۵ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۶۶، ط حلبی

کہا ہے کہ اہل کوفہ میں کچھ لوگوں کا تعلق ایسے گروہ سے تھا۔ جن کے مذہب و مرام کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ یہ لوگ محدثین کوفہ کے بزرگوں میں سے تھے مثلاً ابوسعحاق، منصور، زبید الیامی، اعثم اور ان جیسے دوسرے افراد، ان لوگوں کی روایتیں فقط ان کے سچے ہونے کی بنیاد پر قبول کی جاتی ہیں؛ لیکن اگر ان کی طرف سے مرسلہ روایتیں نقل ہوں تو چوں و چرا کیا جاتا ہے۔ نمونے کے طور پر ان میں سے ایک روایت جسے دشمنان اہل بیت ابوسعحاق کے مراسل (مرسلہ کی جمع وہ روایت جس میں درمیان سے راوی حذف ہو) میں شمار کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں ابوسعحاق کی وہ روایت ہے جسے عمرو بن اسماعیل نے (جیسا کہ میزان الاعتدال میں عمرو بن اسماعیل کے شرح حال میں مذکور ہے) ابوسعحاق سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل علی کثیر تانا اصلھا و علی فرعھا و احسن و احسن ثمرھا و الیثی تورقھا“، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کی مثال اس درخت کی سی ہے کہ جس کی جڑ میں ہوں شاخ علی میں، حسن و حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔

پھر علامہ شرف الدین اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ (جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے کہ) مغیرہ کا یہ بیان کہ اہل کوفہ کی حدیثوں کو ابوسعحاق اور اعثم جیسے لوگوں نے تباہ کیا ہے^۱ یا یہ کہ اہل کوفہ کو ابوسعحاق اور اعثم جیسے لوگوں نے ہلاک کیا ہے^۲ فقط اس لئے ہے کہ یہ دونوں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالص پیرو تھے اور ان کی سنتوں میں جو چیزیں ان کی خصوصیات و صفات کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کے محافظ و نگداں تھے۔

پھر فرماتے ہیں: صحاح ستہ اور غیر صحاح (اہل سنت کی اکتا میں جنہیں وہ صحاح کے نام سے یاد کرتے ہیں) کے مصنفین نے ان دونوں سے روایتوں کو نقل کیا ہے^۳۔ بہر حال ”الوفیات“ کے بیان کے مطابق عثمان کی خلافت ختم ہونے کے ۳ سال قبل یعنی ۳۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ابن معین و مدائنی کے بیان کے مطابق ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کے فرزند یونس

^۱ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۰

^۲ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۰

^۳ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۲۴

^۴ المراجعات، ص ۱۰۰، ط دار الصادق

آپ ہی سے روایتیں نقل کرتے ہیں جبکہ وفات ۵۹ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ابو مخنف سے عباس بن جعدہ کے حوالے سے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ تاریخ طبری میں اس خبر کے علاوہ یونس سے ایک اور خبر منقول ہے لیکن کسی کا حوالہ موجود نہیں ہے اور وہ خبر ابن زیاد کے سلسلے میں ہے کہ ابن زیاد نے ایک لشکر روانہ کیا تاکہ کوفہ پہنچنے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لے، اس کے علاوہ تاریخ طبری میں گیارہ دوسری روایتیں بھی ہیں جنہیں ابو مخنف نے یونس سے نقل کیا ہے نیز ۱۳ روایتیں اور ہیں لیکن وہ ابو مخنف کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں۔

تہذیب التہذیب میں عثقلانی کا بیان ہے کہ ابن جہان نے آپ کو ثقات میں شام کیا ہے۔ ابن معین کا بیان ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا کہ آپ بہت سچے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کی روایتیں بہت اچھی ہیں۔ لوگ ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

۱۰۔ سلیمان بن راشد ازدی: مذکورہ شخص عبداللہ بن خازم بکری ازدی، حمید بن مسلم ازدی اور ابو کنود عبد الرحمن بن عبید کی روایتوں کو نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۰ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں اکثر و بیشتر بالواسطہ ہیں وہ ۸۵ھ تک زندہ رہے۔^۲

۱۱۔ مجالد بن سعید ہمدانی: یہ شخص عامر شعبی ہمدانی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت قصر بنی مقاتل کے سلسلے میں ہے۔^۳

مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی، جناب مسلم علیہ السلام کی تنہائی اور غریب الوطنی، آپ کا طومہ کے گھر میں داخل ہونا، ابن زیاد کا خطبہ، بلال بن طومہ کی خبر اور ابن زیاد کا اشعث کے بیٹے کو جناب مسلم علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجنے کے سلسلے میں بھی ”مجالد“ کی روایتیں موجود ہیں لیکن وہ مرسل ہیں جن کو طبری نے کسی کی طرف مستند نہیں کیا ہے۔^۴

^۱ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۴۳۳

^۲ طبری، ج ۶، ص ۳۶۰

^۳ طبری، ج ۵، ص ۴۰۷

^۴ ج ۵، ص ۳۷۱-۳۷۳

تاریخ طبری میں مجالد سے ۷۰، خبریں نقل ہوئی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شعبی کے حوالے سے ہیں۔ ابو مخنف اسے محدث کے نام سے یاد کرتے ہیں^۱۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ”مجالد“ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: یہ مشہور اور صاحب روایت میں اور ”اشج“ نے ذکر کیا ہے کہ وہ خاندان رسالت کے پیرو تھے۔ مجالد کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد ذہبی، بخاری سے روایت کرتے ہیں کہ بخاری نے مجالد کے شرح حال میں ان سے روایت نقل کی ہے اور وہ شعبی سے اور وہ ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا: جب بنت رسولؐ نے اس دنیا میں قدم رکھ کر اس دنیا کو منور کیا تو پیغمبر اسلامؐ نے ان کا نام ”منصورہ“ رکھا۔ اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد! اللہ آپ پر تحفہ درود سلام بھیجتا ہے اور آپ کے گھر پیدا ہونے والی بچی کے لئے بھی ہدیہ درود و سلام بھیجتا اور فرماتا ہے: ”ما احب مولود احب الی منھا“ ہمارے نزدیک اس مولود سے زیادہ کوئی دوسرا مولود محبوب نہیں ہے لہذا خداوند عالم نے اس نام سے بہتر نام منتخب کیا ہے؛ جسے آپ نے اس بیٹی کے لئے منتخب کیا ہے، خدا نے اس کا نام ”فاطمہ“ رکھا ہے ”لانھا تنظم شیعۃ من النار“، کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو جہنم سے جدا کرے گی، لیکن یہ حدیث ذہبی کے حلق سے کیسے اتر سکتی ہے لہذا انہوں نے فوراً اس حدیث کو جھٹلایا اور دلیل یہ پیش کی کہ بنت رسولؐ کی ولادت تو بعثت سے قبل ہوئی ہے۔ (اگرچہ ذہبی کا یہ نظریہ غلط ہے لیکن دشمنی اہل بیت اطہار میں وہ بے بنیاد حدیث کو بھی صحیح مان لیتے ہیں اور فضائل کی متواتر حدیث کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں) اسی حدیث کی بنیاد پر ذہبی نے کہہ دیا کہ وہ توشیعہ تھے^۲۔

۱۲۔ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی: قدامہ اپنے دادا زائدہ بن قدامہ سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ قدامہ کی روایت ہے کہ محمد بن اشعث مسلم بن عقیل علیہ السلام سے جنگ کے لئے نکلا پھر جناب مسلم قید کئے گئے، آپ نے دار الامارہ کے دروازہ پر پانی

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۱۳

^۲ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۴۳۸، ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۲ یا ۱۴۴ ہجری ذی الحجہ کے مہینہ میں مجالد نے وفات پائی۔ ذہبی نے تہذیب التہذیب میں یہی لکھا ہے۔

طلب کیا اور آپ کو پانی پیش کیا گیا۔ طبری نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے باپ یا دادا سے استناد نہیں کیا اور ظاہر ایہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قدامہ کوفہ میں ان واقعات کے رونا ہوتے وقت موجود ہی نہیں تھے وہ تو ان کے دادا ”زائدہ“ تھے جو اس وقت وہاں موجود تھے اور عمرو بن حرث کے ہمراہ کوفہ کی جامع مسجد میں ابن زیاد کا پرچم امن لہرا رہے تھے، کیونکہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کے ہمراہ بنی قیس کے ۷۰ جوان بھیجے جائیں^۱ اور اس وقت زائدہ نے اپنے چچا زاد بھائی مختار کے لئے سفارش کی تھی^۲؛ لیکن قدامہ بن سعید کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے^۳ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے لہذا وہاں دیکھا جائے۔

۱۳۔ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: یہ شخص اپنے دادا عمارہ بن عقبہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس کے دادا نے اپنے غلام قیس کو اپنے گھر روانہ کیا تاکہ وہ پانی لے کر آئے اور محل کے دروازہ پر کھڑے مسلم ابن عقیل کو ابن زیاد کے پاس لے جانے سے پہلے پانی پلا دے^۴۔ کتاب کی عبارت ہے: ”حدثني سعيد... ان عماره بن عقبه...“ ”سعید نے ہم سے حدیث نقل کی ہے کہ عمارہ بن عقبہ...“ اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث بغیر کسی سند کے بلا واسطہ نقل ہو رہی ہے لیکن یہ بہت بعید ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ سعید اپنے دادا عمارہ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پانی لانے کے سلسلے میں قدامہ بن سعید ہی کی روایت ترجیح رکھتی ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ پانی عمرو بن حرث لے کر آیا تھا، نہ کہ عمارہ یا اس کا غلام۔ اس حقیقت کا تذکرہ اس کتاب میں صحیح موقع پر کیا گیا ہے۔

۱۴۔ ابو جناب یحییٰ بن ابی حنیہ وداعی کلبی: یہ شخص عدی بن حرمہ اسدی سے اور وہ عبد اللہ بن سلیم اسدی وندری بن شملع اسدی سے اور وہ ہانی بن شیت حضرمی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ یہ روایتیں کبھی کبھی مرسل بھی نقل ہوئی ہیں جن میں کسی سند کا تذکرہ

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۷۳ - ۳۷۵

^۲ طبری، ج ۵، ص ۳۷۳

^۳ طبری، ج ۵، ص ۵۷۰

^۴ رجال شیخ، ص ۲۷۵، ط نجف

^۵ طبری، ج ۵، ص ۳۷۶

نہیں ہے۔ انہیں میں سے ایک روایت جناب مسلم کے ساتھیوں کا ابن زیاد سے رو برو ہونا، ابن زیاد کا جناب مسلم اور جناب ہانی کے سروں کو یزید کے پاس بھجنا اور اس سلسلے میں یزید کو ایک خط لکھنا بھی ہے^۲۔ جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ظاہراً ان واقعات کو ابو جناب نے اپنے بھائی ہانی بن ابی حنیہ و داعی کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کو ابن زیاد نے جناب مسلم کے سر اور اپنے نام کے ساتھ یزید کے پاس بھجوا تھا^۳۔ تاریخ طبری میں ۲۳ روایتیں بالواسطہ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے سلسلے میں نقل ہوئی ہیں اور ۹ روایتیں واقعہ کربلا کے سلسلے میں جن میں سے پانچ بالواسطہ اور تین مرسل ہیں، لیکن ظاہر یہ ہے کہ درحقیقت یہ تینوں روایتیں بھی مستند ہیں۔ ان روایتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دشمن کے لشکر میں تھے، البتہ اس کا ان کے ہم عصروں میں شمار ہوتا ہے۔ آخری مرسل روایت جو میری نظروں سے گزری ہے یہ ہے کہ جناب مختار کے قیام کے بعد^۴ میں مصعب بن زبیر نے ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھوا کر اپنی طرف بلایا^۵۔ عقلمانی تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں: ابن جان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ابن نمیر، ابن خراش، ابو زرعہ اور ساجی نے کہا کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور بہت سچے تھے۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔^۶ یہاں ہجری میں ان کی وفات ہوئی، اگرچہ ابن معین کا بیان ہے کہ^۷ ۳۷ھ میں وفات پائی^۵۔

۱۵۔ حارث بن کعب بن فہیم والبی ازدی کوفی: حارث بن کعب عقبہ بن سمان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ وہ شروع میں کیسانہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے^۸ (جو جناب مختار کو امام سمجھتے تھے) لیکن بعد میں امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے اور ان سے روایتیں بھی نقل کرنے لگے۔^۹ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ

^۱ ج ۵، ص ۳۶۹-۳۷۰

^۲ ج ۵، ص ۳۸۰

^۳ ج ۵، ص ۳۸۰

^۴ طبری، ج ۶، ص ۱۱

^۵ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۲۰۱

^۶ طبری، ج ۶، ص ۲۳

^۷ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷

کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے امام زین العابدین اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام سے خود حدیثیں سنی ہیں۔
شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے آپ کو امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے، لیکن نجف سے طبع ہونے والی اس کتاب میں جو رجال شیخ کے نام سے معروف ہے شیخ نے کعب کی جگہ حربن کعب ازدی کو فی کر دیا ہے۔ محقق کتاب نے حاشیہ میں ایک دوسرے نسخہ کی مدد سے حارث لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۱۶۔ اما عیال بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ سدی کوفی: زمیر بن قین کے واقعہ کو یہ فزاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔
ذہبی نے ”میزان الاعتدال“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ان پر تشیع کی نسبت دی گئی ہے اور وہ ابو بکر و عمر پر لعنت و ملائت کرتے تھے۔ بن عدی نے کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک بڑے سچے ہیں۔ احمد نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ سدی کو اچھے نام سے یاد کرتا ہے اور ان کو کسی نے ترک نہیں کیا۔ ان سے شعبہ اور ثوری روایت کرتے ہیں۔
تاریخ طبری میں ان سے ۸۴ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں دوسری صدی ہجری کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔
”تہذیب التہذیب اور ”الکاشف“ میں مذکور ہے کہ انھوں نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی، چونکہ یہ مسجد کوفہ کے دروازہ پر بالکل وسط میں بیٹھا کرتے تھے لہذا ان کو ”سدی“ کہا جانے لگا۔ یہ قریش کے موالی میں شمار ہوتے ہیں اور امام حسن علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۷۔ ابو علی انصاری: یہ بکر بن مصعب مزنی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن بقطر کی شہادت کا تذکرہ انھیں کی روایت میں موجود ہے۔ تاریخ طبری میں اس روایت کے علاوہ ان کی کوئی دوسری روایت موجود نہیں ہے۔ رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۱۸۔ لوزان: یہ شخص اپنے چچا کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام سے راستے میں اپنے چچا کی ملاقات کا تذکرہ کرتا ہے اور خود غیر معروف ہے۔

۱۹۔ جمیل بن مرثدی غنوی: یہ شخص طراح بن عدی طائی سے انھیں کی خبر کو نقل کرتا ہے۔

۲۰۔ ابو زہیر نصر بن صالح بن حیب جسی: مذکورہ شخص حسان بن فائد بن بکیر جسی کے حوالے سے پسر سعد کے ابن زیاد کو خط لکھنے کی روایت اور ابن زیاد کے جواب دینے کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ قرہ بن قیس تمیمی کے حوالے سے جناب حر کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں اس راوی سے ۳۱ روایتیں منقول ہیں۔ ابو زہیر نے جناب مختار کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ اس کے بعد ۶۸ ہجری میں مصعب بن زہیر کے ہمراہ یہ قطری خارجی سے جنگ کے لئے میدان نبرد میں اتر آئے پھر ۶۸ ہجری میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی خارجی کے مدائن میں نگہبان اور دربان ہو گئے۔ اس وقت ان کی جوانی کے ایام تھے لہذا ہر وقت مطرف کی نگہبانی کے لئے تلوار کھینچے کھڑے رہتے تھے نیز اسی سال انھوں نے مطرف کی فوج میں رہ کر حجاج کے لشکر سے جنگ کی، اس کے بعد کوفہ پلٹ گئے۔

امام رازی نے اپنی کتاب ”المجرح والتعديل“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ”میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابو مخنف ان سے روایت نقل کرتے ہیں اور وہ بالواسطہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں۔“

۲۱۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ شخص بعض روایتوں کو عبد اللہ بن شریک عامری ہندی کے حوالے سے نقل کرتا ہے اور بعض روایتوں کو اس کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“ میں ان کا تذکرہ

^۱ طبری، ج ۶، ص ۸۱

^۲ ج ۶، ص ۲۹۸

^۳ ج ۶، ص ۲۹۹

^۴ المجرح والتعديل، ج ۸، ص ۴۷۷

کرتے ہوئے کہا ہے: ابو احمد زبیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان کو خبی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اس خشب (کڑی) کی طرف منسوب ہیں جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا شمار کوفہ کے شدید شیعوں میں ہوتا ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ ان کا شمار بہت قدیم شیعوں میں ہوتا ہے لیکن اگر ثوری نے ان سے روایت نقل نہ کی ہوتی تو یہ متروک تھے۔ ذہبی نے نفع بن حارث نخعی ہمدانی کو فی اعمی (جو اندھے تھے) کے شرح حال میں حارث بن حصیرہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: ”بہت سچے تھے لیکن رافضی تھے۔ اس کے بعد سند روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: ”كنت جالساً عند النبي صلى الله عليه وآله وعليّ ابي جنبه“ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور علی (علیہ السلام) ان کے پہلو میں بیٹھے تھے، ”اذ قرأ النبي صلى الله عليه وآله“ امن ينجب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويحكم خلفاء الارض“، اسی درمیان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیہ شریفہ ”امن ينجب المضطر...“ کی تلاوت فرمائی ”فارتعد عليّ فضرب النبي صلى الله عليه وآله بيده على كتفه“ آیت کو سن کر علی لرزنے لگے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو علی کے شانے پر رکھا ”فقال: لا ينجبك الا مومن ولا ينجسك الا منافق الى يوم القيامة“ اور فرمایا: قیامت تک تم سے محبت نہیں کریگا مگر مومن اور دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق۔

تاریخ طبری میں ابن حصیرہ سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں اور ان تمام روایتوں کو ابو مخنف نے ان سے نقل کیا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے لیکن آپ نے حارث بن حصین ازدی نامی شخص کا تذکرہ امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں کیا ہے جو غلط ہے۔

^۱ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۴۳۲، ط حلبی

^۲ نمل، ۶۲

^۳ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۲۷۲

^۴ رجال شیخ، ص ۳۹، ط نجف

۲۲۔ عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی: یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کی روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ مقدس اردبیلی نے ”جامع الرواة“ میں ذکر کیا ہے کہ کافی میں تیمم کے وقت کے سلسلے میں ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ایک روایت منقول ہے۔ تہذیب میں عتقلانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، نیز بصائر الدرجات میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان سے ابان بن عثمان اور جعفر بن بشیر نے روایتیں نقل کی ہیں۔

۲۳۔ ابو ضحاک: یہ شب عاشور کا واقعہ امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“^۲ میں اور عتقلانی نے ”تہذیب التہذیب“^۳ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ شعبہ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔

۲۴۔ عمرو بن مزہ الجلی: یہ ابو صالح خفی سے اور وہ عبد ربہ انصاری کے غلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی خبر میں جناب بریر بن خضیر کی شوخی کا تذکرہ ہے^۴۔ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“^۵ میں اور عتقلانی نے ”تہذیب التہذیب“^۶ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ابن حبان نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ انھوں نے^۷ میں وفات پائی۔ احمد بن حنبل نے ان کی دکاوت اور پاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات^۸ ہجری میں ہوئی اور بخاری کا بیان ہے کہ علی (علیہ السلام) سے انھوں نے تقریباً ۱۰۰ روایتیں نقل کی ہیں۔ شعبہ کا بیان ہے کہ یہ بڑے صاحب علم تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ سچے اور مورد اعتماد میں ابن معین کا بیان ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

۲۵۔ عطاء بن سائب: انھوں نے جنگ کے شروع میں ابن حوزہ کی شہادت کا تذکرہ عبد الجبار بن وائل حضرمی کے حوالے سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل حضرمی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ عتقلانی نے ”تہذیب التہذیب“ میں ان کا اس طرح

^۱ جامع الرواة، ج ۱، ص ۴۹۴
^۲ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۵۴۰، ط حیدر آباد
^۳ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۱۳۶
^۴ طبری، ج ۵، ص ۵۲۳
^۵ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۸۸
^۶ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۰۲
^۷ طبری، ج ۵، ص ۴۳۱

تذکرہ کیا ہے: عبد الجبار بن وائل اپنے بھائی سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابن جان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، اس کے بعد کہتے ہیں کہ ۲۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ عطاء مکہ کے رہنے والے میں ۶۴ھ ہجری میں ابن زبیر کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی خرابی اور اس کی تجدید کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ۶۴ھ ہجری تک حجاج کے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے۔ ”تہذیب التہذیب“ میں ہے کہ ابن جان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ ان کی وفات ۶۴ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

۲۶۔ علی بن خطلہ بن اسعد شامی ہمدانی: زبیر بن قین کے خطبہ کی روایت کو انھوں نے کثیر بن عبد اللہ شعبی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ خطلہ بن اسعد شامی اصحاب امام حسین علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ علی ان کے فرزند ہیں؛ ایسا لگتا ہے کہ یا تو علی اس وقت کربلا میں موجود نہ تھے یا کمسن ہونے کی وجہ سے قتل نہ ہو پائے۔ یہ بلا واسطہ کوئی خبر نقل نہیں کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت انھوں نے کثیر بن عبد اللہ شعبی قاتل زبیر بن قین کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۲۷۔ حسین بن عقبہ مرادی: یہ عمرو بن حجاج کے حملے کا تذکرہ زبیدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

۲۸۔ ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی: اہل حرم کی شام میں اسیری کی روایت کو یہ قاسم بن بخیت کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے بلکہ تعریف و تجید سے بالاتر ہے۔

۲۹۔ ابو جعفر عبسی: یحییٰ بن حکم کے اشعار کو یہ ابو عمارہ عبسی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ وہ ۲۹ افراد میں جو ابو مخنف اور عینی گواہوں کے درمیان واسطہ ہیں۔

چھٹی فرست

اس فرست میں ائمہ علیہم السلام، ان کے اصحاب اور مورخین موجود ہیں جو ۱۴ افراد پر مشتمل ہیں۔ ۱۔ امام زین العابدین علیہ السلام: اپنے دونوں فرزند عون اور محمد کے ہمراہ عبداللہ بن جعفر کا امام حسین علیہ السلام کے نام خط اور مکہ سے نکلتے وقت امام علیہ السلام کے پاس سعید بن عاص اشقی کا اپنے بھائی یحییٰ بن سعید بن عاص کے ہمراہ خط لانا اور امام علیہ السلام کا اس خط کا جواب دینا حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ اسی طرح حارث بن کعب والبی عبداللہ بن شریک عامری ہندی کے حوالے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ۹۔ محرم کو ایک شب کی مہلت لی اور اپنے اصحاب کے درمیان خطبہ دیا۔ اسی طرح حارث بن کعب والبی ازدی اور ابو ضحاک کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام کے شب عاشور کے اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی امام علیہ السلام سے گفتگو، اس پر امام حسین علیہ السلام کا جواب آپ سے منقول ہے۔^۲

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام: عقبہ بن بشیر اسدی کے حوالے سے شیر خوار کی شہادت کا واقعہ امام علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔^۳

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام: ایک مرسل روایت میں امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر شمیر و تیر و تبر کے زخموں کی تعداد آپ ہی سے مروی ہے۔

۴۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام: زید بن علی، اور داود بن عبید اللہ بن عباس کے حوالے سے فرزند ان عقیل کی حاسہ آفرین تقریر منقول ہے۔ ان دونوں حضرات سے روایت کرنے والے شخص کا نام عمرو بن خالد واسطی ہے جو بنی ہاشم کے چاہنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ وہ پہلے کوفہ میں رہتا تھا پھر ”واسط“ منتقل ہو گیا وہ زید اور امام جعفر صادق سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ نجاشی نے

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷ - ۳۸۸

^۲ طبری، ج ۵، ص ۴۱۸

^۳ طبری، ج ۵، ص ۴۲۰ - ۴۲۱

^۴ طبری، ج ۵، ص ۴۴۸

ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے: ”ان کی ایک بہت بڑی کتاب ہے جس سے نصر بن مزاحم منقروی وغیرہ روایتیں نقل کرتے ہیں۔“ شیخ طوسی نے ان کو امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے^۲۔ اس کے علاوہ مامقانی نے تنقیح المقال میں ان کا ذکر کیا^۳۔ اسی طرح عقیانی نے بھی ”تہذیب التہذیب“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے^۴۔

۵۔ فاطمہ بنت علی: آپ کا تذکرہ طبرسی نے کیا ہے۔ حارث بن کعب والہی ازدی کے واسطے سے دربار یزید کا واقعہ انہی مخدرہ سے منقول ہے^۵۔ واضح رہے کہ ان بی بی اور امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرنے والا راوی ایک ہی ہے۔

۶۔ ابو سعید عقیصا: مسجد الحرام میں امام حسین علیہ السلام سے ابن زبیر کے روبرو ہونے کی روایت اپنے بعض اصحاب کے واسطے سے انھوں نے نقل کی ہے^۶۔ علامہ حلی نے اپنی کتاب ”الخلاصہ“ کی قسم اول میں آپ کو امیر المؤمنین کے اصحاب میں شمار کیا ہے^۷۔ ”میزان الاعتدال“ میں ذہبی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان کا نام دینار ہے اور اہل بیٹ کے پیرو ہیں۔ ان کی وفات ۲۵ھ میں ہوئی^۸۔ ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

۷۔ محمد بن قیس: قیس بن مصهر صیداوی کو خط دے کر امام حسین علیہ السلام کا ان کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کرنا، جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر، عبد اللہ بن مطیع کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو، نیز حضرت (ع) کا جواب^۹ اور جناب حیب بن مظاہر کی شہادت کی روایت انھوں نے نقل کی ہے^{۱۰}۔ واضح رہے کہ عبد اللہ بن مطیع والی روایت اور جناب حیب بن مظاہر کی شہادت کی

^۱ رجال نجاشی، ص ۲۰۵، ط ہند

^۲ رجال شیخ، ص ۱۲۸، ط نجف

^۳ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۳۳۰

^۴ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۶

^۵ طبری، ج ۵، ص ۴۶۱ - ۴۶۲

^۶ طبری، ج ۵، ص ۳۸۵

^۷ الخلاصہ، ص ۱۹۳، ط نجف

^۸ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۳۹

^۹ طبری، ج ۵، ص ۳۹۴ - ۳۹۶

^{۱۰} طبری، ج ۵، ص ۴۴۰

خبر ان سے بطور مرسل نقل ہوئی ہے یعنی درمیان سے راوی حذف ہے۔ کئی نے ذکر کیا ہے: ”یہ امام باقر علیہ السلام سے بڑی شدید محبت رکھتے تھے لہذا آپ نے ان کو فلاں اور فلاں کی باتیں سننے سے منع کیا تھا۔ اس کے بعد کئی نے ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے مدافع تھے۔^۱ نجاشی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: یہ ثقہ، سرشناس اور کو فی ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔^۲ شیخ طوسی نے اپنی فہرست کے رقم ۵۹۱ و ۶۴۴ اور رجال میں آپ کو امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اور آپ کو اس نام سے چار بار یاد کیا ہے۔^۳ اسی طرح علامہ حلی نے ا خلاصہ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔^۴

۸۔ عبد اللہ بن شریک عامری ہندی: امام حسین علیہ السلام کا شب عاشور مہلت مانگنا، شب عاشور آپ کے خطبے اور اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی گفتگو اور امام حسین علیہ السلام کے جواب کو یہ راوی امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مرسل روایت میں یہ راوی ثمر کا حضرت عباس کے لئے شب عاشور امان نامہ لانا اور ۹ محرم کو غروب کے نزدیک پسر سعد ملعون کا امام علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا واقعہ نقل کرتا ہے۔ کئی نے ذکر کیا ہے: ”یہ امام باقر اور صادق علیہما السلام کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے ہیں“۔^۵

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن شریک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سپاہ میں بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والوں میں ہوں گے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں یہ عملدار لشکر ہوں گے۔^۶ تاریخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

^۱ ص ۳۴۰ حدیث، رقم ۶۳۰

^۲ ص ۲۳۷ حدیث ۴۳۰

^۳ رجال نجاشی، ص ۲۲۶، ط ہند

^۴ فہرست، ص ۱۵۷ و ۱۷۶

^۵ رجال شیخ، ص ۲۹۸ رقم ۲۹۴، طبع نجف

^۶ الخلاصہ، ص ۱۵۰ رقم ۶۰ اور اس کے بعد، ط نجف

^۷ طبری، ج ۵، ص ۴۱۵ - ۴۱۶

^۸ رجال کشی، ص ۱۰، حدیث ۲۰

^۹ ص ۳۱۷، حدیث ۳۹۰

^{۱۰} ص ۲۱۷، ۳۹۱

جناب مختار کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔ (۶) پھر ۲ھ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے امان نامہ کی وجہ سے مصعب سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد شاید انھوں نے توبہ کر لی اور پھر ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔

۹۔ ابو خالد کا بی: انھوں نے ایک مرسل روایت میں صبح عاشورامام حسین علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا ہے۔ طبری نے ان کا نام ابو خالد کا بی لکھا ہے لیکن کتب رجالی میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مشہور وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ کئی نے ذکر کیا کہ وہ حجاج کے خوف سے مکہ بھاگ نکلے اور وہاں خود کو چھپائے رکھا؛ اس طرح خود کو حجاج کے شر سے نجات دلائی اور جناب محمد بن حنفیہ کے خدمت گزار ہو گئے یہاں تک کہ ان کی امامت کے قائل ہو گئے لیکن بعد میں اس باطل عقیدہ سے منہ موڑ کر امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا عقیدہ اتنا راسخ ہوا کہ آپ کے خاص اصحاب میں شمار ہونے لگے اور ایک عمر تک امام علیہ السلام کی خدمت گزاری کے شرف سے شرفیاب ہوتے رہے، پھر اپنے شر کی طرف چلے گئے۔^۲ شیخ طوسی نے رجال میں ان کو امام سجاد علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔

ظاہر یہ ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو جناب مختار کے ساتھ تھے، اسی لئے جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہو گئے اور اسی وجہ سے وہ حجاج کے چنچل سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے، ورنہ مکہ کی طرف بھاگنے کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔ عقبہ بن بشیر اسدی: شیر خوار کی شہادت کا واقعہ انھوں نے امام صادق علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ کئی نے ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: ”عقبہ نے امام باقر علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ وہ حکومت وقت کی طرف سے اپنی قوم میں اپنے

^۱ طبری، ج ۶ ص ۴۹، ۱۰۴

^۲ رجال کشی، ص ۱۲۱، حدیث ۱۹۳؛ رجال شیخ، ص ۱۰۰ رقم ۲

قبیلہ کے کار گزار بن جائیں۔ امام علیہ السلام نے انھیں اجازت نہیں دی۔ انھوں نے شیر خوار کی شہادت کو نقل کیا ہے^۱۔ شیخ طوسی نے رجال میں ان کو امام زین العابدین^۲ اور امام محمد باقر علیہ السلام^۳ کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ تاریخ طبری میں جناب مختار کے ساتھیوں کی مصیبت اور غم میں ان کے مرثیے موجود ہیں جسے پڑھا کرتے تھے^۴۔

۱۱۔ قدامہ بن سعید: قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی اپنے دادا سے روایتیں نقل کرتے ہیں جناب مسلم بن عقیل کے مقابلہ کیلئے محمد بن اشعث بن قیس کنزی کے میدان نبرد میں آنے کی خبر، جناب مسلم کا قید کیا جانا، آپ کا قصر دار الامارہ کے دروازہ پر پانی مانگنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کی خبر قدامہ نے اپنے دادا زائدہ سے نقل کی ہے۔ شیخ طوسی نے ان کو امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے^۵۔

۱۲۔ حارث بن کعب والبی ازدی: حارث بن کعب نے عقبہ بن سمان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ یہ جناب مختار کے ساتھیوں میں تھے، پھر کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے اور وہاں پر امام علیہ السلام سے حدیثیں سنیں۔ شیخ طوسی نے ان کو اپنے رجال میں امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے^۶۔

۱۳۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ عبداللہ بن شریک عامری ہندی اور وہ امام علی بن الحسین علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ شیخ طوسی نے ان کو امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے^۷۔

^۱ رجال کشی، ص ۲۰۳، حدیث ۳۵۸
^۲ رجال شیخ، ص ۳۲
^۳ ص ۱۲۹، رقم ۲۹، ط نجف
^۴ طبری، ج ۶، ص ۱۱۶
^۵ ج ۵، ص ۳۷۳
^۶ ج ۵، ص ۳۷۵
^۷ رجال شیخ، ص ۲۷۵، ط نجف
^۸ رجال طوسی، ص ۸۷، ط نجف
^۹ ص ۳۹ - ۱۱۸، ط نجف

۱۴۔ ابو حمزہ ثمالی: ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی ازدی عبد اللہ ثمالی ازدی اور قاسم بن بخیت کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایت شام میں اہل حرم کی اسیری کے سلسلے میں ہے۔ کئی نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”ابو حمزہ الثمالی فی زمانہ، کلثمان فی زمانہ، و ذالک انہ خدم اربعتینا علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و برہتہ من عصر موسیٰ بن جعفر“، ابو حمزہ، لثمان زمانہ تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہم میں سے چار (اماموں) کو درک کیا ہے؛ علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور موسیٰ بن جعفر کے تھوڑے سے زمانے کو درک کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ عامر بن عبد اللہ بن جذاعہ ازدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نثہ اور چیزوں کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: ”کل مسکر حرام“، ہر مست کرنے والی چیز حرام ہے۔ عامر بن عبد اللہ نے کہا: لیکن ابو حمزہ تو بعض مسکرات کو استعمال کرتے ہیں! جب یہ خبر ابو حمزہ کو ملی تو انھوں نے تہہ دل سے توبہ کی اور کہا: ”استغفر اللہ منہ الان واتوب الیہ“ میں ابھی خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شریفاب ہوئے تو امام علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا: میں جب ان کو چھوڑ کے آیا تو وہ مریض تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب پلٹنا تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو بتا دینا کہ وہ فلاں مہینے اور فلاں روز وفات پائیں گے۔ علی بن حسن بن فضال کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد ابو حمزہ، زرارہ اور محمد بن مسلم کی وفات ایک ہی سال میں واقع ہوئی ہے۔

نجاشی نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ تھے۔ محمد بن عمر جبالی تمیمی کا بیان ہے کہ آپ مہلب بن ابو صفیرہ کے آزاد کردہ تھے۔ آپ کے بیٹے منصور اور نوح سب کے سب زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے ہمراہ شہید کئے گئے۔ آپ نے امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور ان تمام ائمہ

علیم السلام سے روایتیں نقل کیں میں آپ کا شمار ہمارے نیکو کار بزرگوں اور روایت و حدیث میں معتمد و ثقہ لوگوں میں ہوتا ہے۔
 شیخ طوسی نے فرست اور رجال میں آپ کو امام سجاد^۳ امام محمد باقر^۴ امام جعفر صادق^۵ اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کے
 اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“^۶ اور عقیلی نے ”تہذیب“^۷ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہیں وہ چودہ ۱۴
 افراد جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے اصحاب پر مشتمل ہیں اور اس کتاب کی سند میں وقع ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ ابو
 مخنف نے عون بن ابی جحیفہ سوائی کو فی متوفی^{۱۱۶} سے یعنی اس کتاب میں تاریخ کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان سے
 عینی شاہدین کے عنوان سے نہیں بلکہ بعنوان مورخ روایت نقل کی ہے۔ جیسا کہ ”تقریب التہذیب“ میں ہی مذکور ہے۔ اس مورخ
 نے صقعب بن زہیر کے حوالے سے مدینہ سے مکہ کی طرف امام علیہ السلام کی روانگی، مکہ میں آپ کی مدت اقامت اور پھر وہاں
 سے کوچ کا تذکرہ کیا ہے۔

اب ہم اسی مقام پر اپنے مقدمہ کو اس امید کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ خداوند متعال ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سید الشہداء امام
 حسین بن علی علیہما السلام کی صحیح خدمت نیز ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

^۱ رجال نجاشی، ص ۸۳، ط بند

^۲ فہرست شیخ، ص ۶۶، ط نجف

^۳ رجال شیخ، ص ۸۴، ط نجف

^۴ ص ۱۱۰

^۵ ط نجف، ۱۶۰

^۶ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۶۳

^۷ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۷

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

معاویہ کی وصیت

اطہری نے اپنی تاریخ میں جلد ۵، ص ۳۲۲ پر اس طرح ذکر کیا ہے: پھر ۶۰ کا زمانہ آگیا... اور اس سال معاویہ نے ان تمام لوگوں کو بلایا جو عبید اللہ کی ہمراہی میں وفد کی شکل میں یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دے رہے تھے... ان تمام لوگوں کو بلا کر اس نے عبد وہیمان باندھے جسے ہشام بن محمد نے ابو مخنف کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الملک بن نوفل بن مسحق بن عبد اللہ بن خرمہ نے بیان کیا ہے کہ معاویہ جس مرض الموت میں ہلاک ہوا اسی مرض کی حالت میں اس نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! میں نے رنج سفر سے تجھے آلودہ، تمام چیزوں کو تیرے لئے مہیا، تیرے لئے دشمنوں کو سرنگوں، ذلیل و رسوا، سارے عرب کی گردن کو تیرے آگے جھکا دیا اور تمام چیزوں کو تیرے لئے جمع کر دیا ہے^۱۔ اس کے بعد

^۱ معاویہ بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس، ہجرت سے ۲۵ سال پہلے متولد ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف جنگوں میں اس کے باپ ابو سفیان سے جنگ کی ہے۔ آخر کار ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے باپ ابو سفیان کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ اور اس کے باپ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۹۰) عمر نے اپنے دور حکومت میں اس کو شام کا گورنر بنادیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۶۰۴) عثمان کے قتل تک اسی طرح یہ گورنری پر باقی رہا۔ عثمان کے قتل کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام سے عثمان کے خون کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوا اور جنگ صفین میں حضرت کے خلاف میدان جنگ میں آگیا۔ اس جنگ و جدال اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کر دی؛ بالآخر جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں صلح ہو گئی اور اس سال کانام ”عام الجماعة“ رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۹ سال ۳۲ مہینہ ۳۱ مہینہ سے کچھ کم امیر شام نے حکومت کی یہاں تک کہ ۶۰ھ میں ماہ رجب میں اس کی موت ہو گئی۔ اس وقت معاویہ کا سن ۸۵ سال تھا۔ اس واقعہ کو طبری نے کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے (تاریخ طبری، ج ۵، ص ۳۲۵)

^۲ ۲۸ھ میں یزید نے دنیا میں جنم لیا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبی ہے۔ معاویہ نے لوگوں کو اپنے بعد یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے سلسلہ میں بلایا بیعت یزید کی دعوت کا سلسلہ ۵۶ھ میں شروع ہوا۔ اور ۵۹ھ میں معاویہ نے وفد بھیج کر بیعت لینا شروع کیا۔ یزید کی ولی عہدی کا سلسلہ ماہ رجب ۶۰ھ سے شروع ہوا۔ اس وقت وہ ۳۲ سال کچھ مہینہ کا تھا اور ربیع الاول کی ۱۴ تاریخ کو ۶۴ھ میں مقام حواریں میں فی النار ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۹۹) اس طرح اس کی مدت حکومت ۳ سال ۸ مہینہ ۱۴ دن ہوئی اور کل حیات ۳۶ سال ہوئی۔

آنندہ گفتگو میں یہ بات آئے گی کہ باپ کی موت کے وقت یزید وہاں موجود تھا۔ اس کے وجود کی موافقت سبط بن جوزی نے ”تذکرۃ خواص الامۃ“، ص ۲۳۵ پر کی ہے لیکن شیخ صدوق نے اپنی ”امالی“ میں امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسی کو خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۷۷ پر ”اعثم کوفی“ متوفی ۳۱۴ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ موجود تھا لیکن پھر شکار کے لئے چلا گیا اور تین دنوں کے بعد واپس آیا تو محل میں داخل ہو گیا اور پھر ۳ دن کے بعد باہر نکلا۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ معاویہ نے دو وصیتیں کی ہوں، پہلی یزید کی موجودگی میں اور دوسری یزید کی غیر موجودگی میں اور یہ وصیتیں دو لوگوں کے واسطے سے ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا، یہی وجہ ہے کہ دونوں وصیتوں میں اختلاف ہے۔

^۳ یہ کام معاویہ نے ۱۰ سال میں کیا ہے، جس کی ابتداء ۵۰ھ سے ہوئی اور اس کے مرگ پر تمام ہوئی ہے طبری نے اس کے سبب کو ج ۵، ص ۳۰۱ پر ذکر کیا ہے: مغیرہ بن شعبہ ۴۹ھ میں طاعون کے خوف سے بھاگ کر کوفہ سے معاویہ کے پاس پہنچا (۴۱ ہجری یعنی عام الجماعة) کے زمانے سے مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا (اور معاویہ سے اپنی ناتوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے چاہا کہ اسے دوبارہ کوفہ جانے سے معاف رکھا جائے معاویہ نے اس کے عذر کو قبول کر لیا اور سعید بن عاص کو اس کی جگہ پر کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ اس واقعہ نے مغیرہ کی حسد کی چنگاری کو آتش فشاں میں تبدیل کر دیا لہذا وہ فوراً یزید کے پاس آیا اور ولی عہدی کے عنوان سے یزید کی بیعت کا سلسلہ چھیڑا۔ اس بات کو یزید نے اپنے باپ تک پہنچایا تو اس پر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ لوٹا دیا اور حکم دیا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لے۔ اس طرح مغیرہ کوفہ لوٹا اور یزید کی بیعت کے سلسلہ میں کام کرنے لگا اور وفد کی شکل میں گروہ گروہ بنا کر لوگوں کو معاویہ کے پاس بھیجنے لگا۔

معاویہ نے ایک خط زیاد بن سمیہ کو اس عنوان سے لکھا (اس زمانے میں زیاد معاویہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا جس کی ابتداء ۳۵ھ سے ہوئی) کہ وہ اس امر میں مشورہ چاہتا ہے۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری ازدی کو معاویہ کے پاس مجھکو اس حکومت کے سلسلے میں جو میں نے تیرے لئے استوار کی ہے قریش کے چار افراد سے خوف ہے: ۱۔ حسین بن علی

۲۔ عبد اللہ بن عمر روانہ کیا اور اس تک یہ پیغام پہنچایا کہ زیاد یہ سمجھتا ہے کہ یزید کچھ دنوں کے لئے اپنی ایسی رنگینوں سے دست بردار ۳۶ھ ہو جائے جو لوگوں کو انتقام لینے پر مجبور کر دیتی ہیں تاکہ گورنروں کو یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے میں آسانی ہو۔ پھر ۳۷ھ ۳۸ھ ماہ مبارک رمضان میں زیاد بن سمیہ فی النار ہوا۔ اس وقت وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر تھا۔ ۳۹ھ ماہ رجب میں معاویہ نے عمرہ کا پروگرام بنایا اور وہاں پہنچ کر اس نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دینے لگا۔ اس پر سعید بن عثمان سامنے آیا اور اس نے اس کی بڑی مخالفت کی تو یزید کی سفارش پر معاویہ نے اسے خراسان کا گورنر بنادیا۔ اس کے بعد ۴۰ھ سے معاویہ کا نمک خوار مروان جو اس وقت سے لیکر آج تک مدینہ کا گورنر تھا معاویہ کے سامنے آیا اور بہت مخالفت کی تو معاویہ نے اسے خوب پھٹکارا اور ۴۱ھ میں اسے گورنری سے معزول کر دیا۔ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ج ۵، ص ۳۰۹۔ مسعودی نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے ۳۸ ویں صفحہ پر مروان کی مخالفت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد جو ۴۵ھ سے بصرہ کا گورنر تھا اس نے ۶۰ھ میں ایک وفد شام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ معاویہ کے سامنے یزید کی بیعت کرے۔

(طبری، ج ۵، ص ۳۲۲)

^۱ امام حسین علیہ السلام نے ماہ شعبان ۴۰ھ میں اس دار فانی میں آنکھیں کھولیں۔ (طبری، ج ۳، ص ۵۵۵) اس طرح آپ نے ۶ سال اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد ۳۰ سال اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزاری۔ ۳۰ سال کے سن میں عثمان کی خلافت کے زمانے میں اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام، حذیفہ بن یمان، عبد اللہ بن عباس اور اصحاب کے ایک گروہ کے ہمراہ سعید بن عاص کی سربراہی میں خراسان کی جنگ میں شرکت فرمائی۔ (طبری، جلد ۴، ص ۲۶۹) امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۱۰ سال اپنے بھائی امام حسن کے ہمراہ ان کی خوشی و غم میں شریک رہے یہی ۱۰ سال امام حسن علیہ السلام کی امامت کی مدت ہے جو معاویہ کا بھی زمانہ ہے، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا اور آپ ۱۰ محرم ۶۱ھ بروز جمعہ شہید کر دئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال ۶ مہینے تھی۔ عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بیعت نہ کرنے پر حضرت علی علیہ السلام نے ابن عمر سے کہا: ”انک لستی الخلق صغیراً و کبیراً“ (طبری، ج ۴، ص ۴۲۸) تمہاری خلقت ہی خراب ہے چھوٹے رہو یا بڑے ہو جاؤ دوسری جگہ ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”لولا ما عرف من سوء خلقک صغیراً و کبیراً لأنکرتنی“ (طبری، ج ۴، ص ۴۳۶) اگر مجھے تمہاری ہی بری خلقت کی معرفت نہ ہوتی تو بھی تم میری مخالفت کرتے؛ لیکن حفصہ نے اپنے بھائی عبد اللہ کو عائشہ کی ہمراہی سے روک دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۵۱) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے خلاف طلحہ و زبیر کے قیام کی درخواست کا جواب دینے سے بھی حفصہ نے عبد اللہ بن عمر کو روک دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۶۰) عبد اللہ بن عمر

۳۔ عبداللہ بن زبیر

۴۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ان میں سے عبداللہ بن عمروؓ ہے جسے عبادت نے تھکا دیا ہے؛ اگر وہ تنہا رہ جائے گا تو بیعت کر لے گا، لیکن حسین بن علیؓ وہ ہیں کہ اگر اہل عراق ان کو دعوت دیں گے تو وہ قیام کریں گے؛ اگر وہ ابو موسیٰ اشعریؓ کا داماد تھا، جب جنگ صفین میں ابو موسیٰ کو حکم کے لئے منتخب کیا گیا تو ابو موسیٰ نے اس کو (عبداللہ بن عمرؓ) بلایا اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دعوت دی۔ عمرو عاصؓ نے اسے خلافت کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ جب مرحلہ معاویہ تک پہنچ گیا تو یہ معاویہ کے پاس چلا گیا (طبری، ج ۵، ص ۵۸) اس نے اگرچہ یزید کی بیعت نہیں کی تھی لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے اپنے داماد مختار کی آزادی کے لئے یزید کو ایک خط لکھا اور یزید نے بھی اس کی درخواست کو رد نہیں کیا۔ شاید اس کے بعد اس نے یزید کی بیعت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷) مسعودی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے ولید کے ہاتھوں پر یزید کے لئے اور حجاج کے ہاتھوں پر مروان کے لئے بیعت کی ہے۔ (مروج الذہب، ج ۲، ص ۳۱۶) خروج کریں تو ان سے جنگ کر کے ان پر فتح حاصل کرنا لیکن ان کے قتل سے درگزر کرنا اور گزشتہ سیاست پر عمل کرنا کیونکہ ان سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کا حق

^۱ عبد اللہ بن زبیر پہلی یا دوسری ہجری میں متولد ہوا جب عثمان کا گھر اڑ ہوا تھا تو اسی نے عثمان کی مدد کی یہاں تک کہ خود مجروح ہو گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۸۲) یہ کام اس نے اپنے باپ زبیر کے حکم پر انجام دیا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۸۵) اور عثمان نے زبیر سے اس کے سلسلہ میں ایک وصیت کی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۵۱) یہ اپنے باپ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھا۔ اور اس کو حق کی طرف پلٹنے اور تو بہ کرنے سے روکا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۲) عائشہ نے اسے بصرہ کے بیت المال کا امیر بنا یا تھاکو نکہ یہ عائشہ کا مادری بھائی تھا جس کا نام ”ام رومان“ تھا (ج ۴، ص ۳۷۵) پھر یہ زخمی ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا پھر ٹھیک ہو گیا۔ (ج ۴، ص ۵۰۹) حضرت علیؓ علیہ السلام نے اسے ”برائیوں کے فرزند“ کے نام سے یاد کیا ہے۔ (ج ۴، ص ۵۰۹) یہ معاویہ کے ساتھ تھا تو معاویہ نے عمر وعاص کے ہمراہ اسے محمد بن ابی بکر سے جنگ کے لئے بھیجا جب عمرو عاص نے محمد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے محمد کے سلسلے میں سفارش کی لیکن معاویہ نے اس کی سفارش قبول نہیں کی (طبری، ج ۵، ص ۱۰۴) امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ مکہ نکل گیا (طبری، ج ۵، ص ۴۷۴) اور ۱۲ سال تک وہاں ان لوگوں سے لڑتا رہا یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں جمادی الاولیٰ ۷۳ ھ میں حجاج نے اس کو قتل کر دیا۔ (ج ۶، ص ۱۸۷) اس کے ایک سال قبل اس کا بھائی مصعبؓ انبار نامی جگہ پر قتل ہوا جس کی طرف خود عبدالملک نے اقدام کیا تھا۔

^۲ اسد الغابہ میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر یزید کی بیعت کے مطالبہ سے پہلے ہی مدینہ سے نکل گئے تھے اور حبشی نامی جگہ پر وفات ہو چکی تھی جو مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ واقعہ ۵۵ ھ کا ہے لہذا یہ بات معاویہ کی وصیت سے یہ مواقت نہیں رکھتی ہے، واللہ اعلم۔

^۳ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے جیسا کہ یعقوبی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق نے امام علیہ السلام کو اس وقت خط لکھا جب آپ مدینہ میں تھے اور امام حسن علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ اس خط میں تحریر تھا کہ وہ لوگ امام علیہ السلام کے حق کے لئے قیام کے منتظر ہیں۔ جب معاویہ نے یہ سنا تو اس پر اس نے امام علیہ السلام کی مذمت کرنے کی کوشش کی۔ امام علیہ السلام نے اس کی تکذیب کی اور اس کو خاموش کر دیا۔

^۴ یہ بات یو شیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ امیر شام نے یہ کہا تھا کہ ”فان خرج علیک فظفرت“، یعنی اگر وہ خروج کریں تو ان کے ساتھ فتح و ظفر تک لڑتے رہنا لیکن قتل نہ کرنا۔ اس طرح وہ دو خوبیوں کو جمع کرنا چاہتا تھا؛ ایک فتح و ظفر دوسرے انتقام نہ لینا۔ اس مطلب پر معاویہ کا وہ خط دلالت کرتا ہے جو اس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سلسلے میں لکھا تھا اور اپنے غلام سر جون رومی کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا تھا؛ جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ اگر عراق میں حالات خراب ہونے لگیں تو فوراً بین زیاد کو وہاں بھیج دینا؛ جیسا کہ آئندہ اس کی روداد بیان ہو گی۔

سنہ ۶۰۰ء میں معاویہ واصل جہنم ہوا ۲ معاویہ کی موت کے بعد ضحاک بن قیس فری ۳ اپنے ہاتھوں میں معاویہ کا کفن لیٹے باہر نکلا اور نمبر پر گیا۔ خدا کی حمد و ثنا کی اور اس طرح کہنے لگا: بیشک معاویہ قوم عرب کی تکیہ گاہ تھے۔ ان کی شمشیر براں کے ذریعہ خدا نے فتنوں کو ٹالابندوں پر حکومت عطا کی اور ملکوں پر فتح و ظفر عنایت فرمائی۔ اب وہ مر چکے ہیں اور یہ ان کا کفن ہے ہم اس میں ان کو لپیٹ کر قبر میں لٹا دیں اس کے بعد اپنی حکومت میں جزیرہ ”حران“ کا والی بنایا۔ وہاں پر عثمان کے چاہنے والے کوفہ و بصرہ سے اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ اس پر علی علیہ السلام نے اس کی طرف مالک اشتر نخعی کو روانہ کیا اور ۴۰ھ میں جناب مالک اشتر نے اس سے جنگ کی پھر گے اور ان کو ان کے عمل کے ساتھ وہاں چھوڑ دیں گے۔ تم میں سے جو ان کی تشیع جنازہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے وہ ظہر کے وقت آجائے، اس کے بعد اس نے نامہ بر کے ذریعہ یزید کے پاس معاویہ کی بیماری کی خبر بھجوائی ۲۔ معاویہ نے دمشق میں اسے اپنی پولس کی سربراہی پر مقرر کر دیا یہاں تک کہ ۵۵ھ میں جب یزید کی ولی عہد کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اسے کوفہ بھیج دیا۔ پھر ۵۸ھ میں اسے کوفہ سے واپس بلا کر دوبارہ پولس کا سربراہ بنا دیا ۶۰ھ تک وہ اس عہدے پر مقرر رہا یہاں

ضحاک بن قیس فہری جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ تھا۔ وہاں معاویہ نے اسے پیادہ یا قلب لشکر کا سربراہ بنایا تھا۔ طبری نے وصیت کو اسی طرح نامہ بر سے لکھا ہے کہ نامہ بر یزید تک پہنچا لیکن یزید نے کب سفر کیا اور کہاں غائب تھا اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ بن حکم (متوفی ۱۵۷ھ) سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ یزید غائب تھا تو معاویہ نے ضحاک بن قیس جو اس وقت اس کی پولس کا سربراہ تھا اور مسلم مری جس نے مدینہ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یزید کے لشکر کی سربراہی کی تھی، کو بلایا اور ان دونوں سے وصیت کی اور کہا: تم دونوں یزید تک میری یہ وصیت پہنچا دینا۔

تک کہ بصرہ سے عبید اللہ بن زیاد کا ایک گروہ وفد کی شکل میں وہاں پہنچا اور معاویہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی۔ (معوذی، ج ۲، ص ۳۲۸) ان واقعات کی طبعی میسر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملعون اس وقت تک اپنے منصب پر باقی تھا جب آل محمد کا قافلہ شام پہنچا ہے۔ ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید مر گیا تو پہلے ضحاک نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا پھر لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ جب مروان مدینے سے اور عبید اللہ بن زیاد عراق سے شام پہنچنے تو ابن زیاد نے مروان کو خلافت کی لالچ دلائی لہذا مروان نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور لوگوں نے مروان کی بیعت کر لی، اس پر ضحاک دمشق میں متحصن ہو گیا پھر وہاں سے نکل کر مقام ”مرج راحط“ (دمشق سے چند میل کے فاصلہ) پر مروان سے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ۲۰ دنوں تک یہ جنگ چلتی رہی۔ آخر کار ضحاک کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ خود مارا گیا۔ اس کا سرمایہ محرم ۴۵ھ یا ۵۵ھ میں مروان کے پاس لایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴۴، ۵۳۵) یہ شخص اتنا ملعون تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ہر نماز کے قنوت میں اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۷۰ و مقتضین، ص ۶۲) وصیت کی یہ روایت ابو مخنف کی روایت سے کچھ مختلف ہے۔ بطور نمونہ (الف) ابو مخنف کی روایت میں چار افراد کا تذکرہ ہے جن سے معاویہ کو خوف تھا کہ وہ یزید کی مخالفت کریں گے جن میں سے ایک عبدالرحمن بن ابی بکر ہے لیکن اس روایت میں مذکورہ شخص کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ (ب) ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام سے عفو و گزشت سے کام لینا لیکن اس روایت میں ہے کہ امید ہے کہ خدا ان کو کوفیوں کے لشکر سے بچائے جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو تنہا چھوڑ دیا۔ (ج) ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ ابن زبیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا لیکن اس روایت میں صلح کی وصیت ہے اور قریش کے خون سے آغشتہ نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ یزید کا ولید کو خط لکھ کر لوگوں کا نام پیش کرنا اور اس میں ابن ابی بکر کا تذکرہ نہ کرنا اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ اسی طرح سرجون رومی کے پاس محفوظ خط میں معاویہ کا ابن زیاد کو عراق کے حاکم بنانے کی وصیت کرنا بھی اس روایت کی تائید کرتی ہے۔ اب رہا سوال کہ یزید کہاں غائب تھا تو طبری نے علی بن محمد سے (ج ۵، ص ۱۰) پر روایت کی ہے کہ یزید مقام ”سوارین“ پر تھا۔ خوارزمی نے

ص ۱۷۷) پر ابن اعثم کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید اس دن وصیت کے بعد شکار کے لئے نکل گیا تھا۔ اس طرح وصیت کے وقت حاضر ہونے اور موت کے وقت غائب رہنے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔ خط کو پڑھ کر یزید نے یہ کہا: جاء البرید بقرطاس یخب به فاوجس القلب من قرطاسه فزعا قلنا لک الولیل ما ذانی کتا کلمہ؟ کائن انبر من ارکانها انقطاع من لا تزل نفسہ توفی علی شرف توشک مقالید تک النفس ان تقعا لما اتھینا وباب الدار منصف وصوت رملہ ریح القلب فانصدع لثامہ برثاباں خط لے کر آیا، جس کی وجہ سے دل بیتاب اور ہراساں ہو گیا، میں نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر تیرے اس خط میں کیا پیغام ہے، گویا زمین اپنے ارکان سے جدا ہو گئی ہے، اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ بستر علالت پر ہیں، یہ سن کر میں نے کہا: جس کی حیات شرافت و درستی سے عین ہے قریب ہے کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے، جب پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا اور دل رملہ کے نالہ و شیوان سے پھٹنے لگا۔ یزید کا خط ولید کے نام یزید نے ماہ رجب میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عقبہ بن ابوسفیان، لکھ کا حاکم عمر بن سعید بن عاص، کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر انصاری، اور بصرہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد تھا۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۲۷۔ یہ روایت ہشام بن محمد سے ابی مخنف کے حوالے سے نقل ہوئی ہے کہ ابو مخنف نے کہا کہ مجھ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبد اللہ بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ اسی نے کہا: "لما مات معاویہ خرج..." جب معاویہ کو موت آئی تو وہ نکلا...

^۲ ۵۸ھ میں یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم مقرر ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۹) جب اس نے امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو یزید نے اس سال اسے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اس کا باپ عقبہ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ساتھ تھا اور اس کے دادا کو حضرت علی علیہ السلام نے فی النار کیا تھا۔ (واقعہ صفین، ص ۱۷) آخری موضوع جو تاریخ طبری میں اس شخص کے سلسلے میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی بلا کت کے بعد ضحاک نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے بلا یا تو ولید نے اسے گالیاں دیں جس پر ضحاک نے اس کو قید کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۳) تتمۃ المنتہی کے ص ۴۹ پر محدث قمی فرماتے ہیں کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ کے جنازہ پر نماز پڑھتے وقت ولید پر حملہ کیا گیا اور اسی حملہ میں وہ مر گیا۔

^۳ ماہ رمضان ۶۰ھ میں یزید نے اسے مدینہ کا گورنر بنا یا پھر مو سم حج کی سربراہی بھی اسی کے سپرد کی۔ اس نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا یہ مطلب اس روایت کی تا یید کرتا ہے جس میں اس طرح بیان ہو ا ہے: "ان یزید اوصاہ بالفتک بالحسین اینما وجد ولو کان متعلقا با ستار الکعبہ" یزید نے اپنے اس پلید عنصر کو حکم دیا کہ حسین کو جہاں پاؤ قتل کر دو چاہے وہ خانہ کعبہ کے پر دہ سے کیوں نہ لپٹے ہوں۔

خالد بن معاویہ بن یزید (جو مروان بن حکم کے بعد حاکم بناتھا) کے بعد عمرو بن سعید اموی۔ حکمرانی کے لئے نا مزد ہوا۔ بیعت کے مراسم مقام "جو لان" میں ادا کئے گئے جو دمشق اور اردن کے درمیان ہے بیعت کا یہ جشن ۴ یا ۵ ذی قعدہ ۶۴ھ چہار شنبہ یا پنجشنبہ کے دن منایا گیا۔ یہ واقعہ معاویہ بن یزید کی بلا کت کے بعد ہوا اور اسی دن سے دمشق کی حکومت عمرو بن سعید کے ہاتھوں میں آگئی۔

پھر جب ضحاک بن قیس فہری دمشق سے ان لوگوں کی طرف نکلا تا کہ لوگوں کو اپنی طرف یا ابن زبیر کی طرف دعوت دے اور مروان نے ارادہ کیا کہ اس سے نبرد آزمانی کرے تو عمرو بن سعید میمنہ پر تھا (طبری، ج ۵، ص ۲۲۷) پھر اس نے مروان کے لئے مصر کو فتح کیا اور مصعب بن زبیر سے فلسطین میں جنگ کی یہاں تک کہ اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴۰) وہاں سے لوٹ کر جب یہ مروان کے پاس آیا تو مروان کو معلوم ہوا کہ حسان بن بجدل کلبی جو یزید بن معاویہ کا ماموں اور قبیلہ بنی کلاب کا بزرگ تھا (یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کے لئے برا نگیختہ کیا تو لوگوں نے اس کی بیعت کی) اس نے خود جا کر لوگوں سے عمرو بن سعید کے لئے بیعت لی۔ یہ خبر سنتے ہی مروان نے حسان کو بلا یا اور جو بائیں اس تک پہنچی تھیں اس سے با خبر کرا یا تو حسان نے انکار کر تے ہوئے کہا: "انا اکفیک عمرواً" میں عمرو کے لئے تنہا ہی کافی ہوں۔ پھر جب رات کے وقت لوگ جمع ہوئے تو وہ تقریر کے لئے اٹھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اس پر لوگوں نے اس کی بیعت کی۔ ۶۹ھ یا ۷۰ھ میں عبد الملک بن مروان زفر بن حارث کلابی سے جنگ کے ارادہ سے باہر نکلا یا

دیرجا ثلیق کی طرف گیا تاکہ مصعب بن زبیر سے جنگ کرے اور دمشق میں اپنا جانشین عبد الرحمن ثقیفی کو بنا یا تو اشدق نے عبدالملک سے کہا: ”انک خارج الی العراق فاجعل لی ہذا الا مرمن بعدک“ آپ عراق جا رہے ہیں لہذا اپنی جگہ پر مجھے جانشین بنادیجئے۔ اس کے بعد اشدق دمشق پہنچا تو ثقیفی وہاں سے بھاگ گیا، پھر جب عبدالملک دمشق پہنچا تو اس نے صلح کرانی اس کے بعد وہ دمشق میں داخل ہوا پھر اسی نے راتوں رات اپنے بی محل میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۴۰۔ ۱۴۸) اس کا باپ سعید بن عاص وہی ہے جو عثمان کے دور حکومت میں کوفہ کا گورنر تھا اور شراب پیتا تا، اہل کوفہ نے اس کی عثمان سے شکایت کی لیکن اس کے باوجود بھی وہ شراب نوشی کی عادت سے باز نہیں آیا لہذا امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس پر حد جاری کی۔

مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۶۴۰ پر ابن حجر ہیثمی نے اور تطہیر الجنان میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہتے سنا ہے: ”لیر فعن علی منبری جبار من جبارہ بنی امیہ فیسیل رعاۃ“ بنی امیہ کے ظالم وجابر حکمرانوں میں سے ایک جبار کی نکسیر میرے منبر پر پھوٹے گی اور اس کا خون جاری ہوگا۔ پیغمبر اسلام کی یہ پیشین گوئی عمرو بن سعید کے سلسلے میں سچی ثابت ہوئی کیونکہ اس کی نکسیر اس وقت پھوٹی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے منبر پر بیٹھا تھا یہاں تک کہ اس کا خون جاری ہونے لگا۔

۱ ”جلو لا ء“ میں مسلمانوں کو کا میابی ملنے کے بعد سپہ سالار لشکر سعد بن ابی وقاص نے عمر کو خط لکھا جس کا عمر نے اس طرح جواب دیا: ”ابھی وہیں رہو اور لوگوں کی بات نہ سنا اور اسے مسلمانوں کے لئے دار ہجرت اور منزل جہاد قرار دو!“ توسعد نے مقام ”انبار“ پر پڑاؤ ڈالا لیکن وہاں فوج شدید بخار میں گرفتار ہو گئی تو سعد نے خط لکھ کر عمر کو باخبر کیا، عمر نے سعد کو یہ جواب دیا: عرب کے لئے وہی زمین مناسب ہے جہاں اونٹ اور بکریاں آرام سے رہ سکیں لہذا ایسی جگہ دیکھو جو دریا کے کنارے ہو اور وہیں پڑاؤ ڈال دو سعد وہاں سے چل کر کوفہ پہنچے، (طبری، ج ۲، ص ۵۷۹) کوفہ کے معنی ریتیلی اور پتھر یلی زمین ہے (طبری، ج ۳، ص ۶۱۹) جہاں فقط سرخ ریت ہوتی ہے اسے ”سبلہ“ کہتے ہیں اور جہاں یہ دونوں چیزیں ملی ہوں اسے ”کوفہ“ کہتے ہیں۔

(طبری، ج ۴، ص ۴۱) کوفہ میں ۳ دیر تھے: دیر حرفہ، دیر ام عمرو اور دیر سلسلہ۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۱) ان مسلمانوں نے محرم ۱۷ ھ میں نرکل اور بانس سے مکان تیار کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد شوال کے مہینہ میں ایک بھیانک آگ نے سارے کوفہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جسکی وجہ سے ۸۰ سائیان نذر آتش ہو گئے اور تمام نرکل اور بانس کے بنے ہوئے مکان جل گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سعد نے ایک آدمی کو عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس بات کی اجازت لے کر آئے کہ یہاں اینٹ کے مکانات تعمیر ہو سکیں۔ عمر نے کہا: اسے انجام دو لیکن خیال رہے کہ ہر گھر میں ۳ کمروں سے زیادہ نہ ہوں اور اس سلسلے میں کوئی زیادہ روی نہ ہو۔ اس وقت گھروں کی تعمیر کا ذمہ دار ابو الہیاج تھا، لہذا سعد نے عمر کے بتائے ہوئے نقشہ کو اس کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ اس روش کے مکانات تعمیر کرائے۔ اس طرح اس شہر کی تعمیر نو کا آغاز ہوا جس کا نام کوفہ ہے۔ عمر نے اپنے نقشہ میں لکھا تھا کہ اصلی شاہراہ ۴۰ ذراع ہو اور اس کے اطراف کی سڑکیں اہمیت کے اعتبار سے ۲۰ ذراع ہوں۔ اسی طرح گلیاں ۷ میٹر ہوں، لہذا انجینیئروں کی ایک کمیٹی نے بیٹھ کر مشورہ کر کے بعد کام شروع کیا۔ ابو الہیاج نے سب کے ذمہ کام تقسیم کر دیا سب سے پہلے جو چیز کو فہ میں بنائی گئی وہ مسجد ہے مسجد کے اطراف میں بازار بنایا گیا جس میں کھجور اور صابون بیچنے والے رہنے لگے اس کے بعد ایک بہترین تیر انداز درمیان سے اٹھا اور اس نے دابنی طرف، آگے اور پیچھے تیر پھینکا دیا کہ جو چاہے تیر کے گرنے کی جگہ کے آگے سے اپنے اپنے گھر بنالے اور مسجد کے آگے ایک سائیان بنایا گیا جو سنگ مرمر کا تھا اور کسری سے لایا گیا تھا۔ اس کی چھت رومیوں کے کنیسہ جیسی تھی۔ بیچ میں ایک خندق کھودی گئی تا کہ مکان بنانے میں آگے پیچھے نہ کر سکیں۔ سعد کے لئے ایک ایسا گھر بنایا گیا جس کا ایک راستہ دوسو ذراع کا بنایا گیا جو نقیبوں کے لئے تھا جس میں بیت المال بنائے گئے۔ یہی قصر کوفہ کہا جا تا ہے جسے ”روز بہ“ ”نہ مقام“ ”حیرہ“ سے اینٹیں لا کر کسری جیسی عمارت بنائی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۵۴) سعد نے اس محل میں سکونت اختیار کی؛ جو محراب مسجد سے متصل تھا اور اسی میں بیت المال رکھا اور اس پر ایک نقیب (نگراں) کو معین کیا جو لوگوں سے اموال لیتا تھا۔ ان تمام مطالب کی روداد سعد نے عمر تک پہنچائی۔ اس کے بعد مسجد کو منتقل کیا گیا اور

اس کی عمارت کو قصر کی اینٹوں کو توڑ کر بنایا گیا جو مقام ”حیرہ“ میں کسری کی طرح تھا اور قصر کے آخر میں قبلہ کی طرف بیت المال قرار دیا گیا۔ اس طرح مسجد کا قبلہ قصر کے دابنی طرف تھا اور اسکی عمارت مرمری تھی جس کے پتھر کسری سے لئے گئے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۴) مسجد کے قبلہ کی طرف ۴ راستے بنائے گئے اور اس کے پچھم، پورب ۳، ۳ سڑکیں بنائی گئیں مسجد اور بازار سے ملی ہوئی جگہ پر ۵ سڑکیں بنائی گئیں۔ قبلہ کی سڑک کی طرف بنی اسد نے مکان بنانے کے لئے انتخاب کیا۔ اسد اور نخع کے درمیان ایک راستہ تھا، نخع اور کندہ کے درمیان ایک راستہ تھا کندہ اور ازد کے درمیان ایک راستہ تھا صحن کے شرقی حصہ میں انصار اور مزینہ رہنے لگے، اس طرح تمیم اور محارب کے درمیان ایک راستہ تھا۔ اسد اور عامر کے درمیان ایک راستہ تھا۔

صحن کے غر بی حصہ میں بجلہ اور بجیلہ نے منزل کے لئے انتخاب کیا۔ اسی طرح جدیلہ اور اخلاط کے درمیان ایک راستہ اور سلیمان و ثقیف کے درمیان دو راستے تھے جو مسجد سے ملے ہوئے تھے۔ ہمدان ایک راستہ پر اور بجیلہ ایک راستہ پر تھے، اسی طرح تمیم اور تغلب کا ایک راستہ تھا یہ وہ سڑکیں تھیں جو بڑی سڑکیں کہی جاتی تھیں۔ ان سڑکوں کے برابر کچھ اور سڑکیں بنائی گئیں پھر ان کو ان شاہراہوں سے ملا دیا گیا۔ یہ دوسری سڑکیں ایک ذراع سے کم کے فاصلہ پر تھیں۔ اسی طرح اس کے اطراف میں مسافرین کے ٹھہرنے کے لئے مکانات بنائے گئے تھے۔ وہاں کے بازار مسجدوں کی روش پر تھے جو پہلے آ کر بیٹھ جاتے تھے وہ جگہ اسی کی ہوجاتی تھی یہاں تک کہ وہاں سے اٹھ جائے یا چیزوں کے بیچنے سے فارغ ہوجائے (طبری، ج ۴، ص ۴۵ - ۴۶) اور تمام دفاعی نظام بھی ہر قرار کئے گئے، منجملہ ۴ ہزار تیز رفتار گھوڑے بھی رکھے گئے۔ اس طرح شہر کو فہ مسلمانوں کے ہاتھوں تعمیر ہو

۲ نعمان مدینہ میں قبیلہ خزرج کی ایک فرد تھا شیخ طوسی نے ”رجال“ میں ص ۳۰ پر اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور طبری نے ج ۴، ص ۴۳۰ پر اسے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے سر پیچی کی ہے۔ اس کے بعد یہ معاویہ سے ملحق ہو گیا اور جنگ صفین میں اسی کے ہمراہ تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے ایک فوج کے ساتھ اسے ”عین التمر“ ”شب خون“ کے لئے بھیجا۔ اس مطلب کو طبری نے ۳۹ ھ کے واقعات ج ۵، ص ۱۳۳ پر لکھا ہے پھر ۵۸ ھ میں معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنادیا۔ یہ اس عہدہ پر باقی رہا یہاں تک کہ معاویہ کفر کر دار تک پہنچ گیا اور یزید نے مسند سنبھالی۔ آخر کار اس کی جگہ پر یزید کی جانب سے ۶۰ ھ میں عبید اللہ بن زیاد نے گورنری کی با گ ڈور سنبھالی۔ اب یزید نے یزید کی راہ لی اور امام حسین علیہ السلام کے قتل ہو نے تک اسی کے پاس رہا۔ پھر یزید کے حکم پر اہل حرم کے ہمراہ مدینہ گیا (طبری، ج ۵، ص ۴۱۲) وہاں سے شام لوٹ کر یزید کے پاس رہنے لگا یہاں تک کہ یزید نے اسے پھر مدینہ بھیجا تاکہ وہ انصار کو عبداللہ بن حنظلہ سے دور رہنے کا مشورہ دے اور یزید کی مخالفت سے انہیں ڈرائے دھمکائے لیکن انصار نے ایک نہ سنی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۴۸۱)

یہ واقعہ ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳) وہاں اس نے مروان کی بیعت کی اور اس کو اہل عراق کے خلاف جنگ کے لئے اکسایا تو مروان نے اسے ایک فوج کے ساتھ عراقیوں کے خلاف جنگ کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳) وہاں اس نے تو امین سے جنگ کی اور ان کو ہرا دیا یہ واقعہ ۵۱۵ھ کا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۸) پھر ۵۱۶ھ میں جناب مختار سے نبرد آزما ہوا (طبری، ج ۶، ص ۸۱) اور اسی میں اپنے شامی ہمراہیوں کے ساتھ ۵۱۷ھ میں قتل کر دیا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۸۷) یزید امیر المؤمنین کی طرف سے ولید بن عقبہ کے نام، اما بعد... حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جس کو خدا نے مورد احترام و اکرام قرار دیا اور خلافت و اقتدار عطا فرمایا اور بہت سارے امکانات دیئے۔ ان کی زندگی کی جتنی مدت تھی انھوں نے اچھی زندگی بسر کی اور جب وقت آگیا تو دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔

خدا ان کو اپنی رحمت سے قریب کرے۔ انھوں نے بڑی اچھی زندگی بسر کی اور نیکی اور شائستگی کے ساتھ دنیا سے گزر گئے۔ والسلام پھر ایک دوسرے کا غدر جو چوہے کے کان کی طرح تھا یہ جملے لکھے ”: اما بعد فخذ حینا و عبد اللہ بن عمرو عبد اللہ بن زبیر بالبیعة اخذا شديدا ليست فيه رخصة حتى يابىعوا، والسلام“ ۲۰، اما بعد، حسین بن علی، عبد اللہ بن عمرو عبد اللہ بن زبیر سے سختی کے ساتھ

۱ ۲۰ھ میں عبيد اللہ بن زیاد پیدا ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۷) ۴۱ھ میں بسریں اوطاة نے بصرہ میں اسے اس کے دو بھائیوں عباد اور عبد الرحمن کے ہمراہ قید کر لیا اور زیاد کے نام ایک خط لکھا کہ یا تم فوراً تم معاویہ کے پاس جاؤ یا میں تمہارے لیکن یزید نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس کا سارا ہم و غم یہ تھا کہ ان لوگوں سے بیعت حاصل کرے جنہوں نے اس کے باپ معاویہ کی درخواست کو یزید کی بیعت کے سلسلے میں ٹھکرا دیا تھا اور کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے سلسلے میں اپنا ہاتھ دینا نہیں چاہتے تھے، لہذا آسودہ خاطر ہونے کے لئے اس نے مدینہ کے گورنر ولید کو ایک خط اس طرح لکھا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، من یزید امیر المؤمنین الی الولید بن عقبہ... اما بعد: فان معاویة کان عبد امان عباد اللہ، اکرمہ اللہ و استخلفہ، و خولہ و مکن لہ فعاث بقدر و مات باجل، فرحمہ اللہ! فقد عاش محموداً! و مات برّاً تقياً! والسلام“

بیٹوں کو قتل کر دوں گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۸) ۵۳ھ میں زیاد مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۸) اس کے بعد اس کا بیٹا عبيد اللہ معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے ۵۴ھ میں اسے خراسان کا گورنر بنادیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۷) اس کے بعد ۵۵ھ میں بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔ خراسان سے نکل کر بصرہ جاتے وقت اس نے اسلم بن زرعمہ کلابی کو اپنا جانشین بنا لیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۶) جس زمانے میں خراسان میں اس نے کوہ نجاری پر حملہ کیا اور اس کے دو شہر رامیشہ اور بیر جند کو فتح کر لیا اسی وقت اپنے سپاہیوں میں سے دو ہزار تیر اندازوں کو اس نے لیا اور ان کی تربیت کے بعد انہیں اپنے ساتھ لیکر بصرہ روانہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۸) اس کا ایک بھائی عباد بن زیاد، سجستان کا گورنر تھا اور دوسرا بھائی عبد الرحمن بن زیاد اپنے بھائی عبيد اللہ ہی کے ہمراہ خراسان کی حکمرانی میں تھا، وہ اس عہد پر دو سال تک رہا (طبری، ج ۵، ص ۲۹۸) پھر کرمان کی حکومت کو بھی عبيد اللہ بن زیاد نے ہی سنبھال لیا اور وہاں اس نے شریک بن اعور حارثی ہمدانی کو بھیج دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۱) یزید نے عباد کو سجستان سے اور عبد الرحمن کو خراسان سے معزول کر کے ان کے بھائی سلم بن زیاد کو گورنر بنادیا اور سجستان اس کے بھائی یزید بن زیاد کو بھیج دیا (طبری، ج ۵، ص ۴۷۱) پھر اسے کوہ فہ کی گورنری بھی ۶۰ھ میں دیدی او بصرہ میں اس کے بھائی عثمان بن زیاد کو حاکم بنادیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۸) جب امام حسین کی شہادت ہوئی تو یہ ملعون ۴۰ سال کا تھا اور اس عظیم واقعہ کے بعد یہ ۶۱ھ میں پھر کوہ فہ سے بصرہ لوٹ گیا۔ جب یزید اور اس کا بیٹا معاویہ ہلاک ہو گیا تو بصرہ والوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کو خلیفہ کہنے لگے لیکن پھر اس کی مخالفت کرنے لگے تو یہ شام چلا گیا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۳) اس سفر میں اس کے ساتھ اس کا بھائی عبد اللہ بھی تھا۔ ۲ طبری، ج ۵، ص ۳۳۸، اس خبر کو طبری نے بشام کے حوالے سے اور بشام نے ابو مخنف کی زبانی نقل کیا ہے یہ ان متعدد روایتوں میں سے پہلی روایت ہے جنہیں طبری نے آپس میں ملادیا ہے اور ہر روایت کے شروع میں ”قال“ کہا ہے۔ یہ تمام روایتیں ابو مخنف کی

ملت دے ئے بغیر فوراً بیعت حاصل کرو۔ والسلام معاویہ کی خبر مرگ پاتے ہی ولید نے فوراً مروان بن حکم کو بلوایا تاکہ اس سلسلے میں اس سے مشورہ کر سکے۔^۱

طرف مستند ہیں۔ طبری کی روایت میں ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے یہی جملہ نقل ہوا ہے جس میں فقط شدت اور سختی کا تذکرہ ہے، قتل کا ذکر نہیں ہے۔ ہشام کے حوالے سے سبط بن جوزی کی روایت میں بھی یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ (ص ۲۳۵) ارشاد کے ص ۲۰۰ پر شیخ مفید نے بھی اسی جملہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں ہشام اور مدائنی کا حوالہ موجود ہے لیکن یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ج ۲، ص ۲۲۹ پر خط کا مضمون اس طرح نقل کیا ہے: ”اذ اتاک کتابی ہذا فاحضر الحسین بن علی، وعبدالله بن زبیر فخذیما بالبیعة، فان امتنعنا فاضرب أعنا قہما وابتع الی برؤوسہما، وخذ الناس بالبیعة، فمن امتنع فأنفذ فیہ الحکم، وفی الحسین بن علی و عبدالله بن زبیر، والسلام“ جیسے ہی تم کو میرا خط ملے ویسے ہی حسین بن علی اور عبدالله بن زبیر کو حاضر کرو اور ان دونوں سے بیعت حاصل کر! اگر انکار کریں تو ان کی گردن اڑادو اور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو! لوگوں سے بھی بیعت لو اور انکار کرنے پر ان کے ساتھ بتائے ہوئے حکم پر عمل کرو! وہی جو حسین بن علی اور عبدالله بن زبیر کے بارے میں بتایا ہے۔ والسلام خوا رزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۸۰ پر ابن اعثم کے حوالے سے خط کو نقل کیا ہے۔ یہ خط بعینہ طبری کی ہشام کے حوالے سے منقول روایت کی طرح ہے فقط اس جملہ کا اضافہ کیا ہے: ...ومن ابی علیک منہم فاضرب عنقہ و ابتع الی براسہ، ان میں سے جو انکار کرے اس کا سر کاٹ کر فوراً میرے پاس روانہ کرو! یزید کا یہ خط ولید کو ۲۶، جب شب جمعہ کو موصول ہوا تھا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ کو الوداع کہنے کی تاریخ سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔

^۱ مورخین نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی ہے کہ یزید نے یہ خط کب لکھا اور کب قاصد کو مدینہ کے لئے روانہ کیا تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ شام سے مدینہ کی مسافت میں کتنا وقت لگا۔ ہاں طبری نے (ج ۵، ص ۴۸۲) پر ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے جو روایت نقل کی اس سے ہم کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں، کیونکہ عبد الملک بن مروان نے یزید کو جو خط لکھا تھا کہ ہم لوگ مدینہ میں محصور ہیں لہذا فوج بھیجو جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ سامنے آیا اس میں یہ ملتا ہے کہ قاصد کو آمدورفت میں ۲۴ دن لگے؛ بارہ دن جانے میں اور ۱۲ دن واپس لوٹنے میں۔ اس وقت یہ قاصد کہتا ہے کہ اتنے دنوں کے بعد میں فلاں وقت عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچا، اس کے علاوہ طبری کے دوسرے بیان سے بھی کچھ اندازہ لگتا ہے کیونکہ طبری نے ج ۵، ص ۴۹۸ پر واقعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزید ۱۴، ربیع الاول ۶۴ھ کو واصل جہنم ہوا اور مدینہ میں اس کی خبر مرگ ربیع الآخر کے شروع میں موصول ہوئی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر ۱۶ دنوں بعد ملی۔

^۲ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کے باپ حکم بن عاص کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکال دیا تھا، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتا تھا، لیکن عثمان نے اسے اپنی حکومت میں جگہ دی اور اپنی بیٹی نانہ کی اس سے شادی کردی اور افریقا سے مصالحت کے بعد جو ایک خطیر رقم آئی تھی جس کا ایک حصہ ۳۰۰، قطار سو نا تھا وہ اسے دیدیا (طبری، ج ۴، ص ۲۵۶) اور اس نے ان اموال کی مدد سے نہر مروان کی خریداری کی جو تمام عراق میں پھیلی ہوئی تھی (طبری، ج ۴، ص ۲۸۰) اس کے علاوہ مروان کو ۱۵ ہزار دینار کی ایک رقم اور دی (طبری، ج ۴، ص ۳۴۵) سب سے بری بات جو ہوئی وہ یہ کہ عثمان، مروان کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن گئے۔ وہ جو چاہتا تھا یہ وہی کرتے تھے۔ اسی مسئلہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے عثمان کو خیر خواہی میں سمجھا یا تھا۔ جب عثمان کا محاصرہ ہوا تو عثمان کی طرف سے اس نے لڑنا شروع کیا جس کے نتیجے میں خود اس پر حملہ ہوا پھر لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن ایک بوڑھی دایہ جس نے اسے دودھ پلایا تھا مانع ہو گئی اور بولی: اگر تم اس آدمی کو مارنا چاہتے ہو تو یہ مر چکا ہے اور اگر تم اس کے گوشت سے کھیلنا چاہتے ہو تو بری بات ہے (طبری، ج ۴، ص ۳۶۴) وہاں سے اس کا غلام ابو حفصہ یمانی اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۸۰) اسی واقعہ کے بعد مروان کی گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی اور آخر وقت تک ایسی ہی رہی۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۹۴) یہ شخص جنگ جمل میں شریک تھا اور دونوں نمازوں کے وقت اذان دیا کرتا تھا۔ اسی نے طلحہ پر ایسا تیر چلا یا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گئے خود بھی یہ جنگ میں زخمی ہو گیا تھا لہذا وہاں سے بھاگ کر مالک بن مسعم غزاری کے یہاں پہنچا اور اس سے پناہ کی درخواست کی اور اس نے درخواست کو قبول کر لیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳۶) جب وہاں سے پلٹا تو معاویہ سے جاملا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۴۱) معاویہ نے بھی عام الجماعت کے بعد اسے مدینہ کا گورنر بنادیا۔ ۴۴ھ میں اس نے مسجد میں پیش نماز کی خاص جگہ بنانے کی بدعت رائج کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۱۵) اس کے بعد معاویہ نے فدک اس کے سپرد کر دیا لیکن پھر واپس لے لیا (ج ۵، ص ۵۳۱) ۴۹ھ میں معاویہ نے اسے معزول کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۲) ۵۴ھ میں ایک بار پھر مدینہ کی گورنری اس کے سپرد کردی۔ ۵۵ھ میں معاویہ نے حج انجام دیا تو وہاں اس نے چاہا کہ مروان یزید کی بیعت کی تو ثیق کردے (طبری، ج ۵، ص ۳۰۴) لیکن پھر معاویہ ۵۸ھ تک اپنے اس ارادے سے منصرف ہو گیا۔ ۵۶ھ میں ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ کا گورنر بنادیا یہی وجہ ہے کہ مروان اس سے ہمیشہ منہ پھلائے رکھتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۹) جب اہل حرم شام وارد ہو رہے تھے تو یہ ملعون دمشق میں موجود تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۵) ۶۲ھ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یہ مدینہ ہی میں تھا۔ یہی وہ ملعون ہے جس نے حکومت سے مدد مانگی تھی تو مدد کے طور پر یزید نے مسلم بن عقبہ المری کو روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۸۲) جب اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کے سامنے پہنچے تو بنی امیہ نے انہیں مروان کے گھر میں قید کر دیا جبکہ وہ ہزار آدمی تھے پھر ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا اور اس نے اپنے اہل و عیال کو چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام کے پاس مقام ینبع میں چھوڑ دیا امام علیہ السلام نے ان کی پرورش و حمایت کی ذمہ داری لے لی۔ امام علیہ السلام نے اس زمانے میں مدینہ کو چھوڑ دیا تھا تاکہ ان کے کسی جرم کے گواہ نہ بن سکیں (طبری، ج ۵، ص ۴۸۵) پھر جب ۶۴ھ میں عبید اللہ بن زبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی حکومت میں مدینہ کا گورنر بن گیا تو بنی امیہ مدینہ سے نکل بھاگے اور شام پہنچ کر مروان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۰) ۶۵ھ میں اس کو موت آگئی۔

^۳ جب ولید گورنر کے عہدہ پر فائز ہوئے کے بعد مدینہ پہنچا تو مروان ناراضگی کے اظہار کے ساتھ اس سے ملنے آیا جب ولید نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے افراد کے درمیان مروان کی بڑی ملامت کی؛ جب یہ خبر مروان تک پہنچی تو ان دونوں کے آپسی رشتے اور رابطے تیزو تار ہو گئے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت کی خبر لے کر نامہ بر آیا۔ چونکہ

مروان سے مشورہ

مروان نے جب یزید کا خط پڑھا تو ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ کہنا اور اس کے لئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے اس سلسلے میں مشورہ لیتے ہوئے پوچھا: ”کیف تری ان نضع“ تم کیا کہتے ہو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس پر مروان نے کہا: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اسی وقت تم ایک آدمی کو ان لوگوں کے پاس بھیجو اور ان لوگوں سے بیعت طلب کرو اور کہو کہ فوراً مطیع ہو جائیں؛ اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے دست بردار ہو جاؤ لیکن اگر وہ انکار کریں تو قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کی خبر ملے ان کے سر قلم کر دو؛ کیونکہ اگر ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک ملک کے گوشہ و کنار میں شورش برپا کر کے قیام کر دے گا اور مخالفت کا بازار گرم ہو جائے گا اور یہ لوگ عوام کو اپنی طرف بلانے لگیں گے۔

قاصد بیعت

یہ سنتے ہی ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو جو ایک نوجوان تھا^۱ امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کی طرف روانہ کیا۔ اس نے تلاش کرنے کے بعد دونوں لوگوں کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ وہ ان دونوں کے پاس گیا اور ان کو اسے وقت میں ولید کے دربار میں بلایا کہ نہ تو وہ وقت ولید کے عام جلسے کا تھا اور نہ ہی ولید کے پاس اس وقت جایا جاتا تھا^۲۔

یہ موت ولید کے لئے بڑی صبر آزمائی اور دوسری اہم مشکل جو اس کے سر پر تھی وہ یہ کہ اس خط میں حکم دیا گیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر لوگوں سے بیعت لی جائے لہذا ایسی صورت میں اس نے مروان جیسے گھاگ آدمی کا سپارا لیا اور اسے بلوا بھیجا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۵)

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۹۹، اسی روایت کو ہشام نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے بھی ص ۱۸۱ پر اس کی روایت کی ہے۔
^۲ یہ شخص ۹۱ھ تک زندہ رہا، کیونکہ ولید بن عبد الملک نے جب مدینہ میں بعض قریشیوں کا استقبال کیا تو یہ موجود تھا (طبری، ج ۶، ص ۵۶۵) ”القمقام“ کے بیان کے مطابق اس کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی اور اس کا لقب مطرف تھا۔ (القمقام، ص ۲۷۰) عبد اللہ کا باپ عمرو جو خلیفہ سوم عثمان کا بیٹا ہے یعنی یہ قاصد عثمان کا پوتا تھا۔ اس کی ماں کا نام ام عمرو بنت جندب ازدی تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۲۰) طبری نے جلد ۵، ص ۴۹۴ پر لکھا ہے کہ اس کی ماں قبیلہ ”دوس“ سے تھی۔ مسلم بن عقبہ نے واقعہ حرہ میں اسے بنی امیہ سے بے وفائی میں متہم کیا۔ جب اسے مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے عبداللہ بن عمرو کی بڑی مذمت کی اور حکم دیا کہ اس کی داڑھی کو نوچ ڈالا جائے۔

^۳ وقت کے سلسلے میں ابو مخنف کی خبر اس حد تک ہے کہ ”لم یکن الولید یجلس فیہا للناس“ ایسے وقت میں بلایا کہ جب کوئی عمومی جلسے کا وقت نہ تھا، لیکن یہ رات کا وقت تھا یا دن کا اس کی کوئی تصریح نہیں ہے؛ لیکن اس روایت میں کچھ ایسے قرائن موجود ہیں جس سے وقت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ ۲۶ رجب جمعہ کے دن صبح کا واقعہ ہے۔

(الف)۔ روایت کا جملہ یہ ہے ”فارسل! لیجھا یدعوھا فاتھا فوجدھا فی المسجد فقال: ارجیبا! لا میرید عو کما ظلالہ: انصرف، الآن ناتیہ“۔ ولید نے اسے ان دونوں کی طرف بلانے کے لئے بھیجا۔ قاصد نے تلاش کرتے ہوئے ان دونوں کو مسجد میں پایا تو کہنے لگا: امیر نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کو ایک ہی وقت میں بلایا گیا تھا۔ ابن زبیر سے ایک دوسری خبر میں یہ ہے کہ اس نے کہا: ہم ابھی آتے ہیں لیکن وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آیا اور چھپ گیا۔ ولید نے پھر دوبارہ قاصد کو بھیجا تو اسے اپنے ساتھیوں کے درمیان پایا۔ اس نے مسلسل تین یا چار بار قاصدوں کو بھیج کر بے حد اصرار کیا تو اس پر ابن زبیر نے کہا: ”لا تعجلونی، امهلونی فانی آتیکم“ اتنی جلدی نہ کرو تھوڑی سی مہلت دو، میں بس ابی رہا ہوں۔ اس پر ولید نے پانچویں مرتبہ اپنے لڑکوں کو بھیج کر اسے بلوایا۔ وہ سب آکر ابن زبیر کو برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے: ”یا بن الکاحلیہ! واللہ لتاتین الامیر او لیقتلک“ اسے کابلہ کے بیٹے تو فوراً امیر کے پاس آجا ورنہ وہ تیرا سر کاٹ دے گا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے وہ پورا دن اور رات کے پہلے حصے تک وہاں جانے سے گریز کیا اور وہ ہر وقت یہی کہے جاتا تھا کہ ابھی آتا ہوں؛ لیکن جب لوگوں نے اسے برا لکھنے کیا تو وہ بولا: خدا کی قسم میں اتنے قاصدوں کی آمد سے پریشان ہو گیا ہوں اور اس طرح پے در پے لوگوں نے میرا جینا حرام کر دیا ہے لہذا تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو تاکہ میں امیر کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجوں جو ان کا فشاء اور حکم معلوم کر آئے۔

اس کام کے لئے اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ جعفر بن زبیر نے وہاں جا کر کہا: رحمک اللہ: اللہ آپ پر رحم کرے آپ عبد اللہ سے دست بردار ہو جائیے۔ آپ نے قاصدوں کو بھیج بھیج کر ان کا کھانا پانی حرام کر دیا ہے، ان کا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے، انشاء اللہ وہ کل خود آجائیں گے۔ آپ اپنے قاصد کو لوٹ لیجئے اور اس سے کہیے کہ ہم سے منصرف ہو جائے۔ اس پر حاکم نے شام کے وقت وہاں سے لوگوں کو ہٹالیا اور ابن زبیر راتوں رات مدینے سے نکل گیا۔ گذشتہ سطروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولید کا قاصد صبح میں آیا تھا، بلکہ واضح طور پر ذکر ہے کہ یہ سارے امور صبح میں انجام پائے کیونکہ عبارت کا جملہ یہ ہے: ”فلبت بذالک

نہارہ و اول لیلہ“ اس کے بعد ابن زبیر دن بھر اور رات کے پہلے حصے تک تھا رہا چونکہ امام علیہ السلام اور ابن زبیر کو ایک ہی ساتھ بلایا گیا تھا لہذا امام علیہ السلام کو بلائے جانے کا وقت بھی وقت صبح ہی ہوگا۔

(ب) روایت میں یہ جملہ موجود ہے ”فأخو عليهما غيثهما تلک و اول لیلھا“ ان لوگوں کو شام کے وقت اور شب کے پہلے حصے میں پھر بلوایا گیا۔ اس جملہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام علیہ السلام کو عصر کے وقت بلایا گیا تھا؛ لیکن یہ ایک وہم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس جملہ میں جو ایک کلمہ موجود ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ ”فأخو عليهما“ میں اصرار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے صبح کے وقت بلایا گیا پھر اصرار اور تکرار دعوت میں شام سے رات پس قاصد نے کہا: ”آپ دونوں کو امیر نے بلایا ہے“ اس پر ان دونوں نے جواب دیا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں!۔ ولید کے قاصد کے جانے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اس بے وقت بلائے جانے کے سلسلے میں آپ کیا گمان کرتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”قد ظننت ان طائفتهم قد حلك فبعث الينا يا خذنا بالبيعة قبل ان ينفثوا في الناس الخمر“ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا سرکش حاکم ہلاک ہو چکا ہے لہذا ولید نے قاصد کو بھیجا تاکہ لوگوں کے درمیان خمر پھیلنے سے پہلے ہی ہم سے بیعت لے لی جائے۔ ہو گئی۔ خود یہ عبارت اس بات کو بیان کرتی ہے کہ یہ دعوت دن میں تھی، رات میں نہیں۔

(ج) ابو مخنف نے عبد الملک بن نوفل بن ماسحق بن مخرمہ سے اور انھوں نے ابو سعید مقبری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد النبی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ معلوم ہوا کہ آپ مکہ روانہ ہو گئے (طبری ج ۵، ص ۳۴۲) اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت بھی کرتی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ابن زبیر اپنے گھر میں چھپ کر اپنے چاہنے والوں کے درمیان پناہ گزین ہو گیا تھا۔ اس کے بعد پورے دن اور رات کے پہلے

^۱ طبری ج ۴، ص ۳۳۹ بشام بن محمد نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ سبط ابن جوزی نے بھی ص ۲۰۳ پر اور خوارزمی نے ص ۱۸۱ پر اس مطلب کو ذکر کیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں دو ہی افراد کا ذکر ہے جب کہ خط میں تین لوگوں کا تذکرہ تھا۔

حصہ تک ٹھہرا رہا لیکن پیچھے پھر وہ مدینہ سے باہر نکل گیا۔ جب صبح ہوئی اور ولید نے پھر آدمی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ نکل چکا ہے۔ اس پر ولید نے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کے پیچھے دوڑایا لیکن کوئی بھی اس کی گرد پا نہ پا سکا۔ سب کے سب لوٹ آئے اور ایک دوسرے کو ست کہنے لگے یہاں تک کہ شام ہو گئی (یہ دوسرا دن تھا) پھر ان لوگوں نے شام کے وقت قاصد کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ”اصبحوا ثم ترون و نری“، ذرا صبح تو ہو لینے دو پھر تم بھی دیکھ لینا ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اس پر ان لوگوں نے اس شب امام علیہ السلام سے کچھ نہ کہا اور اپنی بات پر اصرار نہ کیا پھر امام علیہ السلام اسی شب تڑکے نکل گئے۔ یہ یکشنبہ کی شب تھی اور رجب کے دو دن باقی تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۱) نتیجہ۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن زبیر حاکم وقت کی طرف سے بلائے جانے کے بعد دن بھر ہی مدینہ میں رہے اور راتوں رات نکل بھاگے اور امام علیہ السلام دو دن رہے اور تیسرے دن تڑکے نکل گئے۔ چونکہ امام علیہ السلام نے شب یکشنبہ مدینہ سے کوچ کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ روز جمعہ اور شب شنبہ اور روز شنبہ آپ مدینہ میں رہے اور یہ بلاوا جمعہ کے دن بالکل سویرے سویرے تھا۔ اس بنیاد پر روایت یہ کا جملہ کہ ”ساعة لم یکن الولید یجلس فیہا للناس“ (ایسے وقت میں بلایا تھا جس وقت وہ عوام سے نہیں ملا کرتا تھا) قابلِ تفہیم ہوگا۔

ابن زبیر اور امام علیہ السلام جمعہ کے دن صبح مسجد میں موجود تھے؛ شاید یہ نماز صبح کے بعد کا وقت تھا۔ مقبری کے حوالے سے ابو مخنف کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار سے لوٹنے کے بعد اپنے ان دو بھروسہ مند ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے جن کے ہمراہ آپ ولید کے دربار میں گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن صبح ہی میں ولید کا قاصد آیا تھا اور وہ رجب کی ۲۶ ویں تاریخ تھی، اسی لئے ولید اس دن عوام کے لئے نہیں بیٹھتا تھا کیونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کے دن دربار نہیں لگتا تھا۔ اس پر ابن زبیر نے کہا: وما اظن غیرہ فارتید ان تصنع؟ میرا گمان بھی یہی ہے تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”اجمع فتیان الساعۃ ثم امشی الیہ فاذا بلغت الباب اجتثتم علیہ ثم دخلت علیہ“، میں ابھی ابھی

اپنے جوانوں کو جمع کر کے ان کے ہمراہ دربار کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر ان کو دروازہ پر روک دوں گا اور تنہا دربار میں چلا جاؤں گا۔ ابن زبیر: ”انی اخافہ علیک اذا دخلت“ جب آپ تنہا دربار میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”لا آتیہ الا وانا علی الا متاع قادر“ تم فکر مت کرو میں ان کے ہر حربہ سے بے خوف ہو کر ان سے مقاومت کی قدرت رکھتا ہوں۔ اس لگشگو کے بعد امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چاہنے والوں اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے روانہ ہو گئے۔ دربار ولید کے دروازہ تک پہنچ کر اپنے اصحاب سے اس طرح گویا ہوئے: ”انی داخل، فان دعونکم او سمعتم صوته قد علا فاقموا علی باجمکم والا فلا تبرحوا حتی اخرج الیکم“ میں اندر جا رہا ہوں اگر میں بلاؤں یا اس کی آواز بلند ہو تو تم سب کے سب ٹوٹ پڑنا ورنہ یہیں پر ٹھہرے رہنا یہاں تک کہ میں خود آ جاؤں۔

روایت کے آخری ٹکڑے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقط امام علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کا ذکر کرنا اور عبدالرحمن بن ابوبکر اور عبداللہ بن عمر کا ذکر نہ آنا شاید اس لئے ہے کہ پہلا یعنی پسر ابوبکر تو واقعہ سے پہلے ہی مر چکا تھا اور دوسرا یعنی عبداللہ بن عمر مدینہ ہی میں نہیں تھا، جیسا کہ طبری نے واقعی سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) مقتل خوارزمی میں انغم کوئی کے حوالے سے ص ۱۸۱ پر اور اسی طرح بط بن جوزی نے ص ۲۳۵ پر اس قاصد کا نام جو ان دونوں کے پاس آیا تھا عمرو بن عثمان ذکر کیا ہے اور تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۲ پر اس کا نام عبدالرحمن بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے۔

امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس

اس کے بعد امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے۔ اس کو سلام کیا اور وہاں پر مروان کو بیٹھا ہوا پایا جبکہ اس سے پہلے دونوں کے رابطہ میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی موت سے انجان بننے ہوئے فرمایا: ”الصلۃ خیر من القطیعہ“ رابطہ برقرار رکھنا توڑنے سے بہتر ہے۔ خدا تم دونوں کے درمیان صلح و آشتی برقرار فرمائے۔ ان دونوں نے اس کا کوئی جواب نہیں

^۱ شیخ مفید نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، ص ۲۰۰؛ سبط بن جوزی، ص ۲۳۶، خوارزمی، ص ۱۸۳۔

دیا۔ امام علیہ السلام اگر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ ولید نے معاویہ کی خبر مرگ دیتے ہی فوراً اس خط کو پٹھ دیا اور آپ سے بیعت طلب کرنے لگا تو آپ نے فرمایا: ”انا للہ وانا الیہ راجعون... انا ما سألنی من البیعة فان مثلی لا یعطی بیعة سرا“ تم نے جو بیعت کے سلسلے میں سوال کیا ہے تو میرے جیسا آدمی تو خاموشی سے بیعت نہیں کر سکتا ”ولا اراک تجتری بھامنی سراً دون ان تظھر حا علی رؤوس الناس علانۃ“؟ میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں میں اعلان عام کئے بغیر مجھ سے خاموشی سے بیعت لینا چاہو گے۔ ولید نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ”فاذا خرجت الی الناس فدعو تحم الی البیعتہ عوتامع الناس فھان امراً واحداً“ تو ٹھیک ہے جب باہر نکل کر لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو ہمیں بھی دعوت دینا تاکہ کام ایک بار ہو جائے۔ امام علیہ السلام کے سلسلے میں ولید عافیت کو پسند کر رہا تھا لہذا کہنے لگا: ٹھیک ہے اللہ کا نام لے کر آپ چلے جائیے جب ہم لوگوں کو بلائیں گے تو آپ کو بھی دعوت دیں گے، لیکن مروان ولید سے فوراً بول پڑا: واللہ لئن فارقت الساعۃ ولم یبایعہ! لا قدرت منہ علی مثلی ابداً، حتی تکثر التقتی ینکم وینہ! جس الرجل ولا یخرج من عندک حتی یبایعہ! او تضرب عنقہ! خدا کی قسم اگر یہ ابھی چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر ایسا موقع کبھی بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ دونوں گروہ کے درمیان زبردست جنگ ہو تم اسی وقت اس مرد کو قید کر لو اور بیعت کئے بغیر جانے نہ دو یا گردن اڑا دو یہ سنتے ہی امام حسین علیہ السلام غضبناک ہو کر اٹھے اور فرمایا: ”یا بن الزرقاء انت تقتلنی ام ہو؟ کذبت واللہ واثمت“^۱ اے زن نیلگوں چشم کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے اور بڑے دھوکے میں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام باہر نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان کو لیکر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

^۱ خوارزمی نے اس مطلب کو دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے، ص ۱۸۳۔

^۲ خوارزمی نے اس مطلب کو ص ۱۸۴ پر ذکر کیا ہے۔

^۳ یہ زرقاء بنت مویب ہے۔ تاریخ کامل، ج ۴، ص ۷۵ کے مطابق یہ عورت برے کاموں کی پرچمدار تھی یہ امام علیہ السلام کی طرف سے قذف اور تہمت نہیں ہے کہ اسے برے لقب سے یاد کرنا کہا جائے بلکہ قرآن مجید کی تاسی ہے قرآن ولید بن مغیرہ مخزومی کی شان میں کہتا ہے: ”عتل بعد ذالک زنیماً“ زنیماً کے معنی لغت میں غیر مشروع اولاد کے ہیں جس کو کوئی اپنے نسب میں شامل کر لے۔

^۴ مقتل خوارزمی، ص ۱۸۴ میں ان جملوں کا اضافہ ہے: ”انا اھل بیت النبوة ومعدن الرسالۃ و مختلف الملائکۃ ومہبط الرحمۃ، بنا فتح اللہ و بنا یختم، ویزید رجل فاسق، شارب الخمر، قاتل النفس، ملعن بالفسق، فمتلی لا یبایع مثله، ولکن نصب و تصبح و تنظرون اینا حق بالخلافتہ البیعتہ“ ہاں اے ولید! تو خوب جانتا ہے کہ ہم اہل بیت نبوت، معدن رسالت، ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور رحمت خدائی کے نزول و ہیوط کا مرکز ہیں، اللہ نے ہمارے ہی وسیلہ سے تمام چیزوں کا آغاز کیا اور ہمارے ہی ذریعہ انجام ہوگا، جبکہ یزید ایک فاسق، شراب خوار، لوگوں کا قاتل اور کھلم کھلا فسق انجام دینے والا ہے، پس میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا؛ لیکن صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ حقدار ہے۔ جیسے ہی امام علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو جوانان بنی ہاشم برہنہ تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے؛ لیکن امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو روکا اور

ابن زبیر کا موقف

ابن زبیر نے یہ کہا: میں ابھی آتا ہوں لیکن اپنے گھر آکر چھپ گئے۔ ولید نے قاصد کو دوبارہ اس کی طرف روانہ کیا۔ اس نے ابن زبیر کو اپنے چاہنے والوں کی جھڑپ میں پایا جہاں وہ پناہ گزین تھا۔ اس پر ولید نے مسلسل بلانے والوں کے ذریعہ آنے پر تاکید کی۔ آخر کار ابن زبیر نے کہا: ”لا تعجلونی فانی آتیکم مصلونی“، جلدی نہ کرو میں ابھی آ رہا ہوں؛ مجھ کو تھوڑی سی مہلت دو۔ اسکے بعد وہ دن اور رات کے پہلے پھر تک مدینہ میں رہا اور یہی کہتا رہا کہ میں ابھی آ رہا ہوں؛ یہاں تک کہ ولید نے پھر اپنے لڑکوں کو ابن زبیر کے پاس روانہ کیا۔ وہ سب وہاں پہنچ کر اسے برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے: اے کاہلہ کے بیٹے! خدا کی قسم تو فوراً آ جا ورنہ امیر تجھ کو قتل کر دے گا۔

لوگوں نے زبر دستی کی تو ابن زبیر نے کہا: خدا کی قسم ان مسلسل پیغام لانے والوں کی وجہ سے میں بے چین ہوں؛ پس تم لوگ جلدی نہ کرو میں ابھی امیر کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجتا ہوں جو ان کی رائے معلوم کر کے آئے، اس کے بعد فوراً اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ اس نے جا کر کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے، عبد اللہ سے دست بردار ہو جائیے، لوگوں کو بھیج بھیج کر آپ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے، وہ انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ اب آپ اپنے پیغام رساں سے کہئے کہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے، اس پر ولید نے آدمی بھیج کر قاصد کو جانے سے روک دیا۔ ادھر ابن زبیر ۲۷ رجب کو شب شبہ امام حسین علیہ السلام کے نکلنے سے پہلے ہی راتوں رات مدینے سے نکل گئے اور سفر کے لئے نا معلوم راستہ اختیار کیا۔ سفر کا ساتھی فقط انکا بھائی جعفر تھا اور کوئی تیسرا نہیں تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے پکڑے جانے کے خوف سے عام راستے پر چلنے سے گریز کیا اور

گھر کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔ مثیر الاحزان میں ابن نما (متوفی ۶۴۵ھ) نے اور لہوف میں سید ابن طاووس (متوفی ۶۱۳ھ) نے روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

طبری نے اس روایت کو بشام بن محمد کے حوالے سے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے ص ۱۸۴ پر خبر کا تتمہ بھی لکھا ہے کہ ولید سے مروان بولا: ”عصبتنی لاولہ لا یمکنک من مثلہا من نفسہ ابداً“ تم نے میری مخالفت کی ہے تو خدا کی قسم تم اب کبھی بھی ان پر اس طرح قدرت نہیں پاؤ گے ولید نے کہا: ”ویح غیرک یا مروان..“ اے مروان! یہ سرزنش کسی اور کو کر تو نے تو میرے لئے ایسا راستہ چنا ہے کہ جس سے میرا دین برباد ہو جائے گا، خدا کی قسم اگر میرے پاس مال دنیا میں سے ہر وہ چیز ہو جس پر خورشید کی روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف حسین کا قتل ہو تو حسین کا قتل مجھے محبوب نہیں ہے۔ (سبط بن جوزی، ص ۲۲۶) سبحان اللہ! کیا میں حسین کو فقط اس بات پر قتل کر دوں کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ میں بیعت نہیں کروں گا؟ خدا کی قسم میں گمان کرنا ہوں کہ جو قتل حسین کا مرتکب ہو گا وہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک خفیف المیزان ہو گا۔ (ارشاد، ص ۲۰۱) مروان نے اس سے کہا: اگر تمہاری رائے یہی ہے تو پھر تم نے جو کیا وہ پالیا۔

نامہوار رات سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (تذکرہ نواص، ابن جوزی، ص ۲۳۶) جب صبح ہوئی تو ولید نے اپنے آدمیوں کو پھر بھیجا لیکن ابن زبیر نکل چکے تھے۔ اس پر مروان نے کہا: خدا کی قسم وہ مکہ روانہ ہوا ہے اس پر ولید نے فوراً لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا؛ اس کے بعد بنی امیہ کے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن وہ سب کے سب خالی ہاتھ لوٹے۔

ادھر عبداللہ بن زبیر اپنے بھائی کے ہمراہ مشغول سفر میں۔ چلتے چلتے جعفر بن زبیر نے ”صبرتا بظلمی“ کے شعر سے تمثیل کی:

وکل بنی أم یسمن لیلۃ

ولم یبق من أعتاہم غیر واحد

اس پر عبداللہ نے کہا: بھائی اللہ! بھائی اس شعر سے کیا کہنا چاہتے ہو؟ جعفر نے جواب دیا: بھائی! میں نے کوئی ایسا امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں دوسرے دن سب کے سب عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں لگ گئے اور امام حسین علیہ السلام کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں کیا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ شام کے وقت ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۸ رجب النبیہ کا دن تھا۔ امام حسین نے ان سے فرمایا: صبح ہونے دو تم لوگ بھی کچھ سوچ لو اور میں بھی سوچتا ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اس شب یعنی شب ۲۹ رجب امام حسین علیہ السلام سے دست بردار ہو گئے اور اصرار نہیں کیا۔

ابو سعید مقبری کا بیان ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد میں وارد ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ دو لوگوں پر تکیہ کئے ہوئے چل رہے تھے، کبھی ایک شخص پر تکیہ کرتے تھے اور کبھی دوسرے پر؛ اسی حال میں یزید بن مفرغ حمیری کے شعر کو پڑھ رہے تھے: لا ذعرت الوام فی فلق الصبح

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۳۸، ۳۴۱، بشام بن محمد نے ابو مخنف سے روایت نقل کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۰۱)

مغیر، ولاد عیت یزیداً

یوم اعطی من المحابہ ضیماً

والمنایا یرصدنی أن أجداً^۱

ارادہ نہیں کیا ہے جو آپ کے لئے رنجش خاطر کا باعث ہو۔ اس پر عبد اللہ نے کہا: خدا کی قسم مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جس کا تم نے ارادہ نہ کیا ہو۔ اس طرح ابن زبیر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔ اس وقت مکہ کا حاکم عمرو بن سعید تھا۔ جب ابن زبیر وارد مکہ ہوئے تو عمرو بن سعید سے کہا: میں نے آپ کے پاس پناہ لی ہے لیکن ابن زبیر نے کبھی ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور نہ ہی کوئی افاضہ کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک کنارے پر رہنے لگے اور نماز بھی تنہا پڑھنے لگے اور افاضہ بھی تنہا ہی رہا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اس واقعہ کو ہشام بن محمد نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۰۱، اور بٹ ابن جوزی نے تذکرۃ النخاس، ص ۳۶۱ پر بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

وہاں یہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام آئندہ شب میں اپنے بچوں، جوانوں اور گھراالوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل گئے اور ابن زبیر سے دور ہی رہے اور بٹ ابن جوزی ص ۲۴۵ پر ہشام اور محمد بن اسحاق سے روایت نقل کرتے ہیں کہ دو شبہ کے دن ۲۸ رجب کو امام علیہ السلام نکلے اور خوارزمی نے ص ۸۶ پر لکھا ہے کہ آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

میں سپیدہ سحری میں حشرات الارض سے نہیں ڈرتا نہ ہی متغیر ہوتا ہوں اور نہ ہی اپنی مدد کے لئے یزید کو پکاروں گا۔ سختیوں کے دنوں میں خوف نہیں کھاتا جبکہ موت میری کمین میں ہے کہ مجھے ٹکار کرے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے جب یہ اشعار سنے تو اپنے دل میں کہا: خدا کی قسم ان اشعار کے پیچھے کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے۔ ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ کا

سفر اختیار کر لیا ہے۔^۱ محمد بن حنفیہ کا موقف^۲ محمد حنفیہ کو جب اس سفر کی اطلاع ملی تو اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا بھائی جان! آپ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عزیز ہیں میں اپنی نصیحت اور خیر خواہی کا ذخیرہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے تک پہنچانا بہتر نہیں سمجھتا۔ آپ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کیجئے اور کسی دور دراز علاقہ میں جا کر پناہ گزین ہو جائیے پھر اپنے نمائندوں کو لوگوں کے پاس بھیج کر اپنی طرف دعوت دیجئے۔ اب اگر ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو اس پر آپ خدا کی حمد و ثنا کیجئے اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کی بیعت کر لیتے ہیں تو اس سے نہ آپ کے دین میں کمی آئے گی نہ عقل میں، اس سے نہ آپ کی مروت میں کوئی کمی آئے گی اور نہ فضل و بخشش میں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ ان شروں میں سے کسی ایک شر میں چلے جائیں اور کچھ لوگ وہاں آکر آپ سے ملیں پھر آپس میں اختلاف کرنے لگیں۔ کچھ گروہ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور کچھ آپ کے مخالف۔ اس طرح جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھے اور آپ سب سے پہلے نیزوں کی باٹھ پر آجائیں۔ اس صورت میں وہ ذات جو ذاتی طور پر اور اپنے آباء و اجداد کی طرف سے اس امت کی باوقار ترین فرد ہے اس کا خون ضائع ہوگا اور ان کے اہل بیت ذلیل ہوں گے۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: بھائی میں جا رہا ہوں!

محمد حنفیہ نے کہا: اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو مکہ میں قیام کیجئے گا۔ اگر وہ جگہ آپ کے لئے جائے امن ہو تو کیا بہتر اور اگر امن و سلامتی کو وہاں پر بھی خطرہ لاحق ہو تو ریگستانوں، پہاڑوں اور درہ کوہ میں پناہ لیجئے گا اور ایک شر سے دوسرے شر جاتے رہے گا تاکہ روشن ہو جائے کہ لوگ کس طرف ہیں۔ ایسی آپ جنگ جل میں اپنے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ امام علی السلام نے آپ کے ہاتھوں میں علم دیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵) آپ نے وہاں بہت دلیری کے ساتھ جنگ لڑی اور قبیلہ ”ازد“ کے ایک شخص کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جو لوگوں کو جنگ پر اکسارہا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۱۲) آپ جنگ صفین میں بھی موجود تھے اور وہاں عبید اللہ بن عمر نے ان کو مبارزہ کے لئے طلب کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے شفقت میں روکا کہ کہیں قتل نہ ہو جائیں۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۴۲، ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے عبدالملک بن نوفل بن مسحاق نے ابوسعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے، جن کا زندگی نامہ پہلے بیان ہو چکا ہے تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۷

^۲ محمد حنفیہ کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس ہیں جو قبیلہ بنو بکر بن وائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۴)

(طبری، ج ۵، ص ۱۳) امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عراق جارہے تھے تو آپ مدینہ میں مقیم تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۴) مختار آپ ہی کی نانندگی کا دعویٰ کرتے ہوئے کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۱) ابن حنفیہ کو اس کی خبر دی گئی اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ خدائے متعال اپنے جس بندے کے ذریعہ چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ جب مختار کو ابن حنفیہ کے اس جملہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام مہدی کا لقب دیدیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۴) مختار ایک خط لیکر ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس گئے جو ابن حنفیہ سے منسوب تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۶) اس کا تذکرہ ابن حنفیہ کے پاس کیا گیا تو انھوں نے کہا: وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمارا چاہنے والا ہے اور قاتلین حسین علیہ السلام تخت حکومت پر بیٹھ کر حکم نافذ کر رہے ہیں۔ مختار نے یہ سنا تو عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان دونوں کا سر ابن حنفیہ کے پاس روانہ کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۲) مختار نے ایک فوج بھیج کر ابن حنفیہ کو براہِ گنجتہ کرنا چاہا کہ وہ ابن زبیر سے مقابلہ کریں لیکن محمد حنفیہ نے روک دیا اور خون بہانے سے منع کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۷۴) جب یہ خبر ابن زبیر کو ملی تو اس نے ابن حنفیہ اور ان کے ۷۰ ارشدہ داروں کو کچھ کوفیوں کے ہمراہ زمزم کے پاس قید کر دیا اور یہ دھکی دی کہ بیعت کریں ورنہ سب کو جلا دیں گے۔

اس حالت کو دیکھ کر محمد حنفیہ نے کوفہ کے تین آدمیوں کو مختار کے پاس روانہ کیا اور نجات کی درخواست کی۔ خبر ملتے ہی مختار نے چار ہزار کا لشکر جو مال و اسباب سے لیٹ تھا فوراً روانہ کیا۔ وہ لوگ پہنچتے ہی مکہ میں داخل ہوئے اور مسجدِ احرام میں پہنچ کر فوراً ان لوگوں کو قید سے آزاد کیا۔ آزاد کرنے کے بعد ان لوگوں نے محمد حنفیہ سے ابن زبیر کے مقابلہ میں جنگ کی اجازت مانگی تو محمد حنفیہ نے روک دیا اور اموال کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۷) آپ شیعوں کو زیادہ رومی سے روکا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۰۶) ۶۸ھ میں حج کے موقع پر آپ کے پاس ایک مقتول پر چم تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے: میں ایسا شخص ہوں جو خود کو ابن زبیر سے دور رکھتا ہوں اور جو میرے ساتھ ہے اس کو بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سلسلے میں

دو لوگ بھی اختلاف کریں۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۳۸) آپ حجاز کے سال تک زندہ رہے اور ۶۵ سال کی عمر میں طائف میں اس دنیا سے جاں بحق ہو گئے۔ ابن عباس نے آپ کی نماز پڑھائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۴) صورت میاں حالات کو اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر سکیں گے۔ میرے نزدیک آپ کے لئے بہترین راستہ یہی ہے۔ اس صورت میں تمام امور آپ کا استقبال کریں گے اور اگر آپ نے اس سے منہ موڑا تو تمام امور آپ کے لئے مشکل سے مشکل تر ہو جائیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھائی جان! آپ نے خیر خواہی کی ہے اور شفقت فرمائی ہے، امید ہے کہ آپ کی رائے محکم اور استوار ہو۔

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام نے ولید سے کہا ٹھہر جاؤ تا کہ تم بھی غور کر لو اور ہم بھی غور کر لیں، تم بھی دیکھ لو اور ہم بھی دیکھ لیں، ادھر وہ لوگ عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں امام حسین علیہ السلام کو بالکل بھول گئے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ اسی شام ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۷ رجب شنبہ کا دن تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھ لینا اور ہم بھی دیکھ لیں گے، اس پر وہ لوگ اس شب جو شب یکشنبہ یعنی شب ۲۸ رجب تھی رک گئے اور کسی نے اصرار بھی نہیں کیا۔ اسی رات امام حسین مدینہ سے خارج ہوئے جب کہ رجب کے فقط دو دن باقی تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند اور بھائی و بھتیجے موجود تھے بلکہ اہل بیت کے اکثر افراد موجود تھے، البتہ محمد حنفیہ اس کا روانہ کے ہمراہ نہیں تھے^۱۔ مدینہ سے سفر اختیار کرتے وقت امام حسین علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے: ”فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۴۱، بشام بن محمد نے ابو مخنف سے یہ روایت کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۰۲، خوارزمی، ص ۱۸۸، اور خوارزمی نے اعثم کوفی کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام کی وصیت ”أَمَّا بَعْدُ فَأَتَى لَمْ يَخْرُجْ...“ کا اضافہ کیا ہے۔ اور وصیت میں ”سيرة خلفاء الراشدين“ کا اضافہ کیا ہے۔

^۲ طبری، ج ۵، ص ۲۴۰، ۲۴۱ و ۳۸۱ پر بھی کوچ کرنے کی تاریخ یہی بیان کرتے ہیں جسے ابو مخنف نے صعق بن زبیر کے حوالے سے اور انہوں نے عون بن ابی حنیفہ کے توسط سے نقل کیا ہے۔ ”ارشاد“، ص ۲۰۹ پر شیخ مفید اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۶ پر سبط بن جوزی بیان کرتے ہیں: ”آنندہ شب امام حسین علیہ السلام اپنے جوانوں اور اہل بیت کے ہمراہ مدینہ سے سفر اختیار کیا در حالیکہ لوگ ابن زبیر کی وجہ سے آپ سے دست بردار ہو گئے تھے، پھر ص ۲۴۵ پر محمد بن اسحاق اور بشام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے یکشنبہ کو جبکہ رجب کے تمام ہونے میں دو دن بچے تھے مدینہ سے سفر اختیار کیا، البتہ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۸۹ پر لکھا ہے کہ رجب کے تین دن باقی تھے۔

انٹالنے^۱، اور جب مکہ پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی ”وَلَمَّا تَوَجَّهْتُمْ مَعَ عَمَلِكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْمَكِّيِّ“ عبد اللہ بن عمر کا موقف^۲ پھر ولید نے ایک شخص کو عبد اللہ بن عمر کے پاس بھیجا تو آنے والے نے ابن عمر سے کہا: یزید کی بیعت کرو! عبد اللہ بن عمر نے کہا: جب سب بیعت کر لیں گے تو میں بھی کر لوں گا^۳۔ اس پر ایک شخص نے کہا: بیعت کرنے سے تم کو کوئی چیز روک رہی ہے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اختلاف کریں اور آپس میں لڑ بھڑ کرنا ہو جائیں اور جب کوئی نہ بچے تو لوگ یہ کہیں کہ اب تو عبد اللہ بن عمر کے علاوہ کوئی بچا نہیں ہے لہذا اسی کی بیعت کر لو، عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا: میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ قتل ہوں، اختلاف کریں اور فنا ہو جائیں لیکن جب سب بیعت کر لیں گے اور میرے علاوہ کوئی نہیں بچے گا تو میں بھی بیعت کر لوں گا اس پر ان لوگوں نے ابن عمر کو چھوڑ دیا کیونکہ کسی کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

^۱ قصص، آیت ۲۱

^۲ قصص، آیت ۲۲، طبری ج ۵، ص ۳۴۳ پر بشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں۔

^۳ طبری، ج ۵، ص ۳۴۲ میں یہ لفظ موجود ہے کہ بشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں... پھر طبری کہتے ہیں کہ واقفی (متوفی ۲۰۷ ہ) کا گمان ہے کہ جب قاصد، معاویہ کی موت کی خبر لے کر ولید کے پاس آیا تھا اس وقت ابن عمر مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے اور یہی مطلب سبط بن جوزی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھا ہے۔ ہاں ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کو بیعت یزید کے لئے بلایا تو یہ دونوں اسی رات مکہ کو روانہ ہو گئے؛ ان دونوں سے ابن عباس اور ابن عمر کی ملاقات ہوئی، جو مکہ سے آرہے تھے تو ان دونوں نے ان دونوں سے پوچھا: آپ کے پیچھے کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت، اس پر ابن عمر نے کہا: آپ دونوں نقوائے الہی اختیار کیجئے اور مسلمین کی جماعت کو متفرق نہ کیجئے! اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا اور وہیں چند دنوں اقامت کی یہاں تک کہ مختلف شہروں سے بیعت آنے لگی تو وہ اور ابن عباس نے پیش قدمی کی اور دونوں نے یزید کی بیعت کر لی۔“

^۴ جیسا کہ معاویہ نے اپنی وصیت میں اور مروان نے ولید کو مشورہ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہی ہوا۔

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

امام حسین علیہ السلام مکہ کے راستے میں: عقبہ بن سمان کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے باہم نکلے اور اصلی راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں کسی نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اگر ہم بھی ابن زبیر کی طرح کسی نامعلوم راستے سے نکل جائیں تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ہم کو پکڑ نہیں پائیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”لا واللہ لا أفرقہ حتی یقتضی اللہ ما احب الیہ“، ”نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا میں سیدھے راستے کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خدا میرے حق میں وہ فیصلہ کرے جو اس کو سب سے زیادہ پسند ہے۔“

عبد اللہ بن مطیع عدوی^۱ اسی وقت عبد اللہ بن مطیع حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور امام سے کہنے لگا: میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: ابھی تو میں مکہ جانا چاہتا ہوں بعد میں اللہ جدر چاہے گا اس ی مرضی کے مطابق اسی طرف چلا جاؤں گا۔ عبد اللہ بن مطیع نے کہا: خداوند عالم آپ پر رحمت نازل کرے اور ہمیں آپ پر قربان کرے! آپ اگر مکہ جا رہے ہیں تو دیکھئے کوفہ سے کبھی نزدیک نہ ہوئے گا؛ یہ بڑی بری جگہ ہے، اسی جگہ آپ کے بابا کو قتل کیا گیا، یہیں آپ کے بھائی کو زخمی کیا گیا اور ظلم و ستم کے مقابلہ میں وہ تہا پڑ گئے اور دھوکہ سے ان کی جان لے لی گئی۔ آپ حرم ہی میں رہے؛ کیونکہ آپ سید و سردار عرب ہیں۔ خدا کی قسم اہل حجاز میں کوئی بھی آپ کا ہم نظیر نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں رہ گئے تو لوگ ہر چار جانب سے آپ کی طرف آئیں گے لہذا آپ حرم نہ چھوڑیئے۔ میرے چچا باموں اور میرا سارا خاندان آپ پر قربان ہو جائے اے میرے مولا! اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو ہم سب کے سب غلامی کی زندگی بسر

^۱ طبری ج ۵، ص ۳۵۱، طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث ہشام بن محمد سے اور انہوں نے ابی مخنف سے نقل کی ہے، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے اور عبد الرحمن بن جندب کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمان نے بیان کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب رباب بنت امراء القیس کلثیہ کا غلام تھا۔ اس کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔
^۲ عبد اللہ بن مطیع قرشی کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تو یہ قریش کے ہمراہ تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۸۱) پھر یہ ابن زبیر سے مکہ میں ملحق ہو گیا اور اس کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی پھر ابن زبیر ہی کی جانب سے والی کوفہ مقرر ہوا طبری، ج ۵، ص ۶۲۲، تاریخ یعقوبی ج ۳، ص ۵۳، تاریخ مسعودی ج ۳، ص ۸۳، مقتل خوارزمی ج ۲، ص ۲۰۲، یہ پورا واقعہ محمد بن اسحاق سے منقول ہے۔ کوفہ میں مختار سے اس کا جھگڑا ہو گیا تو مختار نے اسے کوفہ سے نکال دیا۔ طبری، ج ۵، ص ۳۱، عنقریب طبری کی یہ روایت بھی نظر سے گزرے گی کہ ہشام، ابو مخنف سے اور وہ محمد بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دوسری مرتبہ بھی ابن مطیع نے امام علیہ السلام سے مقام ”حاجر“ کے بعد اور مقام ”زرود“ سے قبل پانی کے کسی چشمہ پر ملاقات کی ہے طبری، ج ۵، ص ۳۹۵۔

کرنے پر مجبور کر دیئے جائیں گے^۱۔ امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے امام علیہ السلام ۳ شعبان شب جمعہ کو وارد مکہ ہوئے^۲۔ اس کے بعد آپ نے شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذی قعدہ اور ۸ ذی الحجہ تک مکہ میں قیام فرمایا^۳۔ مکہ پہنچتے ہی ہر چار جانب سے لوگوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عالم اسلام سے جتنے عمرہ کرنے والے آتے تھے موقع ملتے ہی آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تھے۔ ابن زبیر جو خوف و ہراس کی وجہ سے کعبہ کے اندر محصور تھے اور ان کا کام فقط نماز و طواف رہ گیا تھا۔ وہ بھی آنے والوں کے ہمراہ امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ کبھی تو وہ روزانہ آتے بلکہ ایک دن میں دو بار آتے تھے اور کبھی کبھی دو دنوں میں ایک بار حاضر ہوتے تھے۔

اس ملاقات میں وہ ہمیشہ امام علیہ السلام سے رائے اور مشورہ کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مکہ میں امام علیہ السلام کا وجود ابن زبیر کے لئے سب سے زیادہ گراں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے رستے ہوئے کوئی بھی ان کی بیعت اور پیروی نہیں کرے گا، اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام لوگوں کی نگاہوں میں صاحب شان و شوکت تھے۔ آپ کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر تھی اور لوگ آپ کے فرمانبردار تھے^۵۔ کوفیوں کے خطوط^۶ جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ لوگ عراقیوں

^۱ ص ۲۴۳ پر سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ راوی ہشام اور محمد بن اسحاق ہیں۔ خوارزمی نے ص ۱۸۹ پر اعثم کوفی سے روایت کی ہے۔

^۲ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس روایت کو ہم سے صفعب بن زبیر نے اور ان سے عون بن ابی جحیفہ نے نقل کیا ہے۔ گذشتہ سطوروں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام علیہ السلام ۲۸ رجب کو مدینہ سے نکلے، اس بنا پر ۳ شعبان کو مکہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ فقط پانچ دنوں مہینہ مسافت طے ہوئی ہے اور مکہ سے مدینہ کی مسافت ۵۰۰ کیلو میٹر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے روزانہ ۱۰۰ کیلو میٹر کی مسافت کو طے کیا اور یہ عام کارواں کی سفری مسافت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور سے قافلوں کی ایک روزہ مسافت ۸ فرسخ ہوا کرتی تھی جبکہ امام علیہ السلام کی ایک دن کی مسافت تقریباً ۱۸ فرسخ ہوتی ہے، اسکا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے اگرچہ راستہ کو تبدیل نہیں فرمایا کیونکہ اس میں خوف فرار تھا اور امام علیہ السلام کی توبین تھی لیکن آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کہ جس کے ہمراہ مقصد عجیب تھا راستہ کو جلدی جلدی طے کیا۔

^۳ طبری، ج ۵، ص ۳۵۱، عقبہ بن سمان کی خبر۔
^۴ طبری، ج ۵، ص ۳۸۱، عون بن جحیفہ کی خبر، سبط بن جوزی نے ہشام سے بھی روایت نقل کی ہے۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۴۵۔

^۵ طبری، ج ۵، ص ۳۵۱، یہ عقبہ بن سمان کی روایت ہے۔ ارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۲۔
^۶ کوفہ میں ۳۰ ہزار افراد تھے جو جنگ قادسیہ میں موجود تھے، (طبری، ج ۴، ص ۷۵) ۱۸ھ میں عمر نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا قاضی بنایا۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۰۱) ۲۰ھ میں عمر نے سعد بن ابی وقاص کو لوگوں کی شکایت کی بنیاد پر کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ سعد کو اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں آتی، پھر عمر نے نجران کے یہودی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ (ج ۴، ص ۱۱۲) ۲۱ھ میں عمار یاسر کو کوفہ کا گورنر، ابن مسعود کو بیت المال کا حاکم اور عثمان بن حنیف کو زمین کی مساحت اور ٹیکس کا عہدیدار بنایا۔ اہل کوفہ نے عمار کی شکایت کی تو عمار نے استعفیٰ دے دیا۔ (ج ۴، ص ۱۴۴) عمار کے بعد عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا امیر بنا دیا۔ ایک سال تک وہ وہاں قیام پذیر رہا لیکن کوفیوں نے اس کی بھی شکایت کی تو اس کو بھی عزل کر کے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا حاکم بنا دیا گیا کوفہ میں ایک لاکھ جنگجو موجود تھے (طبری، ج ۴، ص ۱۶۵) اور اس وقت وہاں پر چالیس ہزار جنگجو تھے جن میں سے ہر سال ۱۰ ہزار سپاہی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چار سال پر ایک سپاہی کو سرحدی علاقوں میں جنگ پر جانا ہوتا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۴۶) ۳۷ھ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا رئیس اپنے قبیلے کے جنگجو افراد اور ان کے فرزند جو قتال میں شرکت کر چکے ہیں، نیز اپنے قبیلے کے غلاموں کا نام لکھ کر امام

کو یزید کے خلاف شعلہ ور کرنے لگے اور کہنے لگے: اے لوگو! حسین علیہ السلام اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور یہ لوگ مکہ پہنچ چکے ہیں۔ محمد بن بشیر اسدی ہمدانی کا بیان ہے کہ ہم لوگ سلیمان بن عمرو خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ سلیمان تقریر کے لئے اٹھے اور بولے: معاویہ ہلاک ہو چکا ہے اور حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ وہ مکہ کی طرف آچکے ہیں۔ تم ان کے اور ان کے بابا کے پیرو ہو۔ اب اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم لوگ ان کے مددگار اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہو تو ان کو فوراً خط لکھو لیکن اگر تم کو خوف و ہراس یا سستی ہے تو دیکھو اس پیکر حق و عدالت کو نصرت و مدد کا وعدہ دے کر دھوکہ نہ دو! اس پر وہ سب کے سب بول پڑے: ”نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کی راہ میں اپنی جان نچھاور کر دیں گے“ اس پر سلیمان نے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو بس فوراً خط لکھ کر انہیں بلاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے فوراً خط لکھا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحسن بن علی علیہ السلام، من سلیمان بن عمرو، والمسیب بن نجبة، ورفاعة بن شداد، وحبيب بن

علیہ السلام تک پہنچا ئے۔ انہوں نے نام لکھ کر دیا تو ان میں چالیس ہزار جنگجو ۱۷ ہزار وہ افراد جو جنگجوؤں کے فرزند تھے، نیز ۸ ہزار موالی اور غلام تھے۔ اس طرح کل ۶۵ ہزار جنگجو ہوئے (طبری، ج ۵، ص ۷۹) ان میں سے آٹھ سو مدینہ کے رہنے والے تھے (طبری، ج ۴، ص ۸۵) سعد نے ان افراد کو سات سات قبیلوں کے گروہ میں تقسیم کر دیا، اس طرح کنانہ اور ان کے ہم پیمان جو احابیش سے متعلق تھے اور ”جدیلہ“ کا گروہ سات قبیلوں پر مشتمل ہو گیا۔ ”قضاہ“، ”بحیلہ“، ”خثعم“، ”کنذہ“، ”حضر موت“ اور ”ازد“ بھی ساتھ ہو گئے۔ ”منحج“، ”حمیر“، ”ہمدان“ اور ان کے ہم پیمان بھی سات کے ایک گروہ میں چلے گئے۔ ”تمیم“، ”ہوازن“ اور ”رباب“ سات کی ایک ٹکڑی میں منتقل ہو گئے۔ ”اسد“، ”غطفان“، ”محارب“، ”نمر“، ”ضبیعہ“، اور ”ثعلب“ سات ایک گروہ میں آگئے اسی طرح ”اہل حجر“ اور ”حمراء“ اور ”ذیلہ“ بھی سات کی ایک ٹکڑی میں پہنچ گئے۔ یہ سلسلہ عمر، عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے تک برقرار رہا لیکن زیادنے آکر ان کو چار چار میں تقسیم کر دیا (طبری، ج ۴، ص ۴۸) اس طرح عمر بن حریث مدینہ کے چار گروہ کا سربراہ قرار پایا خالد بن عرفطہ، تمیم اور ہمدان کے چار گروہ کا حاکم بنا، قیس بن ولید بن عبد الشمس، ربیعہ اور کنذہ پر حاکم ہوا اور ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری، منحج اور اسد پر حاکم ہوا۔ یہ سب کے سب حجر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کے گواہ ہیں۔ (طبری ج ۵، ص ۲۶۸)

طبری، ج ۵، ص ۳۵۱، یہ بھی عقبہ کی خبر ہے۔

طبری، ج ۵، ص ۳۵۲، ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشیر ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
 ۲ کئی نے اپنے رجال کے ص ۶۹، حدیث ۱۲۴ پر فضل بن شاذان کے حوالے سے اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے کہ آپ کا شمار تابعین کی ایک بزرگ اور زاہد شخصیت میں ہوتا ہے شیخ طوسی نے رجال کے ص ۴۳ پر آپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی شخصیت کامنفی رخ یہ ہے کہ جنگ جمل سے منہ موڑ لیا اور بے جا عذر پیش کیا۔ اس خلف اور عذر کو نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب کے ص ۶ پر ذکر کیا ہے۔ سلیمان بن عمرو کی یہ حالت دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا: جب کہ میں تم پر سب سے زیادہ اعتماد رکھتا تھا اور یہ امید رکھتا تھا کہ سب سے پہلے تم میری مدد کے لئے آگے بڑھو گے لیکن تم ہی شک و تردید میں مبتلا ہو کر جنگ کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے؟ اس پر سلیمان بن عمرو نے جواب دیا: میرے مولا آپ لطف و محبت میں اسی طرح پیش گام رہیں اور اسی طرح میری خیر خواہی اور محبت کو خالص سمجھیں! ابھی بہت مراحل باقی ہیں جہاں آپ کے دوست آپ کے دشمنوں کے سامنے پہچان لئے جائیں گے۔ اس پر حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن جنگ صفین میں میمنہ کی سربراہی ان کے سپرد کر دی۔ (صفین، ص ۲۰۵) سلیمان نے حوشب سید الیمن شامی سے مبارزہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس وقت سلیمان اس شعر کو پڑھ رہے تھے: امسی علی عند نامحبیباً نغذیہ بالام ولا نبعی اباً (صفین، ص ۴۰۱) جنگ صفین میں کسی نے ان کے چہرے پر تلوار سے زخم لگایا تھا (صفین، ص ۵۱۹) ابومخنف نے ان کو صحابہ اور بزرگان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵۲) ۶۴ھ میں تو ابین کے قائد بھی سلیمان بن عمرو تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵۵) ان کا عذر یہ تھا کہ ہم لوگ خود کو آمادہ کر رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے کہ اسی دوران حسین علیہ السلام شہید کر دئے گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵۴)

خوارزمی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو ص ۱۹۷

کئی نے اپنے رجال کے ص ۶۹، حدیث ۱۲۴ میں اس عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے: آپ کا شمار تابعین کے بزرگ سربراہ اور زاہدوں میں ہوتا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو اصحاب امیر المومنین میں ذکر کیا ہے۔ ص ۵۸، رقم ۸، اور ص ۷۰، رقم ۴، میں ان کو اصحاب امام حسن میں ذکر کیا ہے۔ وہاں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ذات ہے جس نے امیر المومنین کی مدد کے لئے

مظاہر شیعہ من المؤمنین والمسلمین من اہل الکوفۃ سلام علیک، فانا نحمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ہو، اما بعد : فالحمد للہ الذی قسم عدوک
 ابجار العنید، الذی انتری علی حذہ الامۃ فاسترحا، وغصبھا فغصھا، وتامر علیھا بغیر رضیٰ منھا ثم قتل خیارھا، واستبقى شرارھا، وجعل
 مال اللہ دولۃ بین جابر تھا و اغنیاءھا، فعدا لہ کما بعدت ثمود۔ انہ لیس علینا امام؛ لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الحق والنعمان بن بشیر فی ()
 قصر الامارۃ () لنا نجمع معہ فی جمعۃ ولا نخرج معہ الی عید، ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا آخر جناہ حتی تلحقہ بالثام، ان شاء اللہ، والسلام
 علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ^۳، کر دیا، ظلم و ستم کے ساتھ اس امت کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی اور قوم کی ساری
 ثروت کو غصب کر لیا۔ ظلم و ستم کی بنیادوں پر حکمرانی کی، نیک خوا اور شائستہ سرپرست افراد کو نابود کر دیا، شریک عناصر اور تباہی
 مچانے والوں کو محفوظ رکھا، قومی سرمایہ اور خدائی اموال کو ظالموں اور دولت کے پجاریوں کے ہاتھوں میں تقسیم کر دیا۔ خدا ان
 لوگوں پر اسی طرح لعنت و نفرین کرے جس طرح قوم ثمود کو اپنی رحمتوں سے دور کیا! ہم لوگ ان حالات میں خط لکھ رہے ہیں کہ
 اموی حاکم نعمان بن بشیر قصر دار الامارہ میں موجود ہے لیکن ہم نہ تو نماز جمعہ میں جاتے ہیں اور نہ ہی نماز عید اس کے ہمراہ انجام دیتے

جلداز جلد خود کو کوفہ سے بصرہ پہنچایا، جیسا کہ طبری نے جلد ۴، ص ۴۴۸ پر لکھا ہے۔ آپ کی فدا کاری کا دوسرا رخ یہ ہے کہ
 عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو قتل و غارت سے روکنے اور اس سے مقاومت کے لئے حضرت نے ان کو خود ان کی قوم کے جوانوں
 بسم اللہ الرحمن الرحیم : سلیمان بن صرد، مسیب بن نجہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنین و مسلمین کی جانب
 سے حسین بن علی کے نام۔ آپ پر سلام ہو! ہم آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔
 اما بعد : حمد اس خدا کی جس نے آپ کے بدترین اور کینہ توز دشمن کو درہم و برہم کر دیا، وہ دشمن جس نے خدا کی ذرہ برابر پرواہ
 کئے بغیر اس امت پر حملہ

کے ہمراہ روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۵) وہ سلیمان بن صرد کی وفات کے بعد تو ابین کے دوسرے قائد تھے ۶۵ھ میں تو ابین کے
 ہمراہ جنگ میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۹)۔

۱ کشی نے اپنے رجال کے ص ۶۵، حدیث ۱۱۸ میں لکھا ہے : ان کا شمار ان صالحین میں ہوتا ہے جنہوں نے ابوذر کو دفن کیا ہے۔ شیخ^۲
 نے اپنے رجال کے ص ۴۱ پر انہیں اصحاب امیر المؤمنین اور ص ۶۸ پر اصحاب امام حسن علیہ السلام میں ذکر کیا ہے، البتہ وہاں
 ”الجلجلی“ کا اضافہ ہے۔ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ یا بجلہ کی سربراہی آپ کے ہاتھوں میں تھی۔ (صفین، ص ۲۰۵) حجر بن عدی اور
 عمر و بن حنظل کے ساتھیوں کے ہمراہ انہوں نے اموی ظلم و ستم کے خلاف اپنے مبارزہ کوجاری رکھا اور ان دونوں بزرگوار کی
 شہادت کے بعد زیاد بن ابیہ کے ہاتھوں سے نکل بھاگے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۵) آپ وہ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے تو ابین کے لئے
 تقریر کی (طبری، ج ۵، ص ۵۵۳) تو ابین کی فوجی تنظیم کی ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۸۷) تو ابین کے آخری
 امیر آپ ہی تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۶) آپ مہینہ والوں کے درمیان تقریر کر کے جنگ کے لئے ان کے حوصلوں کو بلند کیا کرتے
 تھے (طبری، ج ۵، ص ۵۹۸) آپ مسلسل اسی طرح مصروف جنگ رہے (طبری، ج ۵، ص ۶۰۱) لیکن رات کے وقت لوٹ کر کوفہ
 آگئے (طبری، ج ۵، ص ۶۰۵) پھر مختار نے ان کو پیغام بھیج کر بلوایا (طبری، ج ۶، ص ۸) اور اپنے لئے بیعت لی لیکن انہوں نے
 اہل یمن کے ہمراہ کوفہ میں مختار کے خلاف خروج کیا اور انہی کے ہمراہ نماز پڑھنے لگے۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۷) پھر جب انہوں نے
 سنا کہ ہمدان کا ایک شخص مختار کے نعرہ ”یا لثارات الحسین علیہ السلام“ کے جواب میں ”یا لثارات عثمان“ کا نعرہ لگا رہا ہے تو
 رفاعہ نے کہا : ہم کو عثمان سے کیا مطلب، ہم ان لوگوں کے ہمراہ نہیں لڑیں گے جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں، وہ کہہ کر ان
 لوگوں سے جدا ہو گئے اور یہ شعر پڑھنے لگے : ”انا ابن شداد اعلیٰ دین علی لست لعثمان بن اروی بولی“ میں شداد کا فرزند علی کے دین
 پر ہوں عثمان بن اروی میرا سر پرست نہیں ہے۔

آپ مقام ”سیخہ“ پر ”مہبدان“ کے حمام کے پاس عبادت کی حالت میں قتل کئے گئے۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۰۰)
 ۲ آپ امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کے سردار تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) اموی لشکر کے ایک حصے کا سربراہ حصین
 بن تمیم آپ کو قتل کر کے بہت بالیدہ تھا۔ قتل کرنے کے بعد اس نے آپ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا۔ آپ کے بیٹے
 قاسم بن حبیب نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کر دیا۔ باجمیرا کی جنگ میں یہ دونوں مصعب
 بن زبیر کی فوج میں تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۰)
 ۳ مقتل خوارزمی، ص ۱۹۴

میں، ہم اگر آگاہ ہو گئے کہ آپ کا گرانمایہ وجود ہمارے شہر اور دیار کی طرف روانہ ہے تو اسے اپنے شہر سے نکال کر حاکم کی طرف روانہ کر دیں گے۔ آپ پر خدا کا درود و سلام ہو۔ پھر ہم لوگوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن ابی تمہیہؓ کے ہاتھوں اس خط کو روانہ کیا۔ یہ دونوں افراد تیزی کے ساتھ نکلے اور ۱۰ رمضان المبارک تک امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ پھر دودن صبر کر کے ہم لوگوں نے قیس بن مسرید اوی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکدکن ارجیؓ اور عمارہ بن عبید سلولیؓ کو پھر روانہ کیا یہ افراد ۱۵۰ خطوط لیکر روانہ ہوئے۔ قابل ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک خط دو یا تین یا چند افراد کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ محمد بن بشر ہمدانی کہتا ہے کہ دودن گزرنے کے بعد ہم نے پھر بانی بن بانی سبعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی کے ہاتھوں اس طرح خط لکھ کر روانہ کیا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم: للحمین بن علی، من شیعۃ من المؤمنین والمسلمین اما بعد: فخی ہلا فان الناس ینظرونک ولا رای لحم فی غیرک فالجمل العجل والسلام علیک“، حسین بن علی کے نام یہ خط ان کے شیعوں کی جانب سے ہے جو مومن و مسلم میں۔ اما بعد:

^۱ شیخ مفید نے اس شخص کا نام عبد اللہ مسموع ذکر کیا ہے۔ (الارشاد، ص ۲۰۳) خوارزمی نے عبد اللہ بن سبیع ذکر کیا۔ (ص ۱۹۴) آپ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے۔
^۲ سبط بن جوزی نے عبد اللہ بن مسموع البکری لکھا ہے۔ (ص ۱۹۴) شیخ طوسیؒ نے فقط دونوں کے ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ ایک کا نام عبد اللہ اور دوسرے کا نام عبید اللہ لکھ کر کہا کہ یہ دونوں معروف ہیں۔ (رجال شیخ، ص ۷۷) عبد اللہ بن ابی تمہیہ تیسرے سردار تھے اور وہیں قتل کر دیے گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۰۲)
^۳ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ خواص، ص ۲۴۴
^۴ یہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے یہ مسلم بن عقیل کے ہمراہ عراق کی طرف لوٹے لیکن جب راستہ میں مشکل پیش آئی تو جناب مسلم نے خط لکھ کر ان کے ہاتھوں انہیں امام حسین علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۴) اس کے بعد یہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ آ رہے تھے لیکن جب یہ قافلہ مقام ”بطن الحاجر“ تک پہنچا تو ایک خط لکھ کر امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ خط لیکر مقام قادسیہ تک پہنچے تو حصین بن تمیم تمیمی نے ان کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو چھت سے نیچے پھینک دیا جائے۔ حکم پر عمل کیا گیا اور قیس بن مسہر صیداوی کو قصر سے نیچے پھینک دیا گیا، جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۵) جب امام حسین علیہ السلام مقام ”عذیب الہجانات“ تک پہنچے تو آپ کو جناب قیس کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر ایسی روح فرساتھی کہ امام علیہ السلام کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں؛ آپ کے آنسو تھم نہ سکے اور بے ساختہ بول اٹھے: ”منہم من قضی نحبه ... اللہم اجعل لنا ولہم الجنۃ نزلًا واجمع بیننا و بینہم فی مستقر رحمتک و رغائب مذ خور ثوابک“ (ج ۵، ص ۴۰۵) ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد وفا کیا اور کچھ منتظر ہیں... خدا یا اپنی جنت کو ہمارے اور ان کے لئے منزل گاہ قرار دے اور اپنی رحمت کی قرار گاہ اور اپنے گنجینہء ثواب میں ہم کو اور ان لوگوں کو آپس میں جمع کر دے!

^۵ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳ پر ان کا نام عبد اللہ و عبد الرحمن شدادی ارجی لکھا ہے۔ سبط بن جوزی نے اپنی کتاب کے ص ۱۹۴ پر عبد اللہ بن عبد الرحمن لکھا ہے یہ جناب مسلم کے ساتھ عراق آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۴)

^۶ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۹۵ پر ان کا نام عامر بن عبید لکھا ہے شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳، اور سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر عمارہ بن عبد اللہ سلولی لکھا ہے یہ بھی حضرت مسلم کے ہمراہ عراق آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۴) یہ ہانی کے گھر میں بھی تھے (طبری، ج ۵، ص ۳۶۳) لیکن اس کے بعد ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔
^۷ طبری نے ۵۳ خطوط کا تذکرہ کیا ہے لیکن شیخ مفید نے ص ۲۰۳ پر ۱۵۰ خطوط مرقوم فرمائے ہیں یہی تعداد سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر ہشام اور محمد بن اسحاق کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ اسی طرح خوارزمی نے بھی اپنے مقتل ص ۱۹۵، پر ”اعثم کوفی“ کے حوالے سے اتنی ہی تعداد کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طبری کے یہاں ”ثلاثہ“ اور ”مئۃ“ کے درمیان تصحیف ہو گئی ہے۔

^۸ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ الخوص، ص ۲۴۴

اے فرزند یتیمبر! جلد از جلد ہماری طرف آجائے کیونکہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کے علاوہ ان کا دل کسی دوسرے کے لئے نہیں ٹرپ رہا ہے لہذا جلدی کیجئے جلدی۔ والسلام اب چوتھا خط ثبث بن ربیعہ اجار بن ابجر، یزید بن حارث بن یزید بن رویم^۳ عزہ بن قیس^۴ عمرو بن حجاج زیدی اور محمد بن عمر تمیمی نے روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے: اما بعد فقد انخضر البحان،

^۱ یہ شخص قبیلہ ”تمیم“ کے خاندان پر بوع سے تعلق رکھتا ہے لہذا یربوعی تمیمی کہا جاتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) یہ شخص پہلے جھوٹے مدعی نبوت سجاح کا موذن تھا (طبری، ج ۳، ص ۲۷۳) پھر بعد میں مسلمان ہو گیا اور عثمان کا معین و مددگار ہو گیا۔ بعدہ علی علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کرلی۔ یہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر میں تھا اور بنی عمرو بن حنظلہ کا سر براہ تھا۔ (صفین، ص ۲۰۵) جنگ نہروان میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کا سر دار تھا (طبری، ج ۵، ص ۸۵) ایک جماعت کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان پیغام رسانی بھی کرتا رہا (صفین، ص ۹۷) لیکن بعد میں اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی (طبری، ج ۵، ص ۲۶۹) اور روز عاشورا اموی لشکر میں پیدلوں کا سردار تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۶۶) اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے یہ امام حسین علیہ السلام سے لڑنا پسند نہیں کرتا تھا اسی لئے جب اس سے عمر سعد نے کہا: کیا تم آگے بڑھ کر ان تیر اندازوں کے ساتھ ہونا پسند نہیں کرو گے جو حسین پر تیروں کی بارش کرنے والے ہیں؟ اس پر ثبث نے کہا: سبحان اللہ تو خاندان مضر کے بزرگ اور کوفہ کے تیر اندازوں کے گروہ میں مجھے بھیج رہا ہے، کیا تجھے کوئی اور نہ ملا جسے میرے بدلے میں وہاں بھیج دے؟ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ کہا کر تا تھا؟ خدا اس شہر (کوفہ) کے لوگوں کو کبھی بھی اچھائی عطا نہیں کرے گا اور کبھی بھی عقل و رشد کی راہ کو نہیں کھولے، کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ ہم نے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند کے ہمراہ پانچ سال تک آل ابو سفیان کے خلاف لڑائی لڑی ہے لیکن اس کے بعد ہم ان کے فرزند کے دشمن ہو گئے جو زمین پر سب سے بہتر تھے۔ ہم آل معاویہ اور زناکار سمیہ کے بیٹے کے ہمراہ ان سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ ہاں بے رے گمراہی، وائے رے گمراہی! (طبری، ج ۵، ص ۴۳۲ - ۴۳۷) یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پر اہل کوفہ کے خوش ہونے پر ان کی ملامت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶)

لیکن اس کے بعد ابن زیاد کے سخت موقف سے ہراساں ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ایک مسجد بنوادی (طبری، ج ۶، ص ۲۲) پھر ابن زبیر کی طرف سے ابن مطیع کے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اس نے جناب مختار سے پیکار کی ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۳)

^۲ یہ شخص قبیلہ عجل سے متعلق ہے لہذا العجلی کہا جاتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) اس کا باپ نصرانی تھا اور ان کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت کا حامل تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جنہوں نے حجر بن عدی کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) جس دن جناب مسلم نے خروج کیا اس دن یہ حجر بن عدی کے بیٹے کے لئے پرچم امان لہراتا ہوا آیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) اسی شخص نے کربلا میں روز عاشوراس سے انکار کر دیا کہ اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) پھر اس نے مختار سے محاربہ کیا (طبری، ج ۶، ص ۲۲) اس کے بعد مصعب کے لئے عبد اللہ بن حر سے جنگ کی اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس پر مصعب نے اس کی سرزنش کی پھر چھوڑ دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۳۶) یہ کوفہ کے ان لوگوں میں سے ہے جن کو عبد الملک بن مروان نے خط لکھا تو ان لوگوں نے اصفہان کی حکومت کی شرط لگائی اور اس نے انہیں وہ سب کچھ دیدیا (طبری، ج ۶، ص ۹۵۶) لیکن یہ شخص مصعب کے ہمراہ دکھا وے کے لئے عبد الملک سے جنگ کے لئے نکلا لیکن جب مصعب نے جنگ کے لئے بلا یا تو کہنے لگا میں اس سے معذرت چاہتا ہوں۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۸) یہ ۷۱ھ تک زندہ رہا اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں۔

^۳ اس کی کنیت ابو حوشب شیبانی ہے۔ اس شخص نے روز عاشورہ اس بات سے انکار کر دیا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) جب یزید قتل ہو گیا اور عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم ہوا تو عمر و بن حریث نے لوگوں کو ابن زیاد کی بیعت کے لئے بلا یا۔ اس وقت یہی یزید بن حارث اٹھا اور بولا: خدا کی حمد و ثنا کہ اس نے ہمیں ابن سمیہ سے نجات دی، جس میں کوئی کرامت ہی نہیں تھی، اس پر عمر و بن حریث نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کے قید کر دیا جائے لیکن بنی بکر بن وائل نے بیچ بچاؤ کرا کے اس کو نجات دلائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۴) اس کے بعد یہ عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری کے ساتھیوں میں ہو گیا جو ابن زبیر کی جانب سے ابن مطیع سے قیل کوفہ کا والی تھا اور اس کو سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کے خروج سے پہلے ان سے جنگ کرنے پر اکسایا کرتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۱ - ۵۶۳) پھر یہ عبد اللہ بن یزید کو مختار کے قید کرنے پر اکسایا کرتا تھا (طبری، ج ۵، ص ۵۸) پھر ابن مطیع نے اسے مختار سے جنگ کرنے کے لئے ”جبانہ مراد“ کی طرف بھیجا (طبری، ج ۶، ص ۱۸) لیکن مختار نے اس کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) پھر مختار کی حکومت کے زمانے میں بنی ربیعہ کے ساتھ اس نے مختار کے خلاف پرچم بغاوت بلند کر دیا (طبری، ج ۶، ص ۴۵) لیکن مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا (طبری، ج ۶، ص ۵۲) پھر ابن زبیر کی جانب سے مقرر والی کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ ۶۸ھ میں اس جنگ میں شرکت کی جو ”ازارقہ“ کے خوارج سے ہوئی تھی (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) پھر مصعب نے اسے مدائن کا امیر بنا دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) بعدہ عبد الملک بن مروان کی جانب سے ۷۰ھ میں شہر

ری کا والی مقرر ہوا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۴) آخر کار خوارج نے اسے قتل کر دیا۔ (ابصار العین، ص ۱۵) اس کے دادا یزید بن رویم شیبانی بزرگان کوفہ میں شمار ہوتے تھے جو جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (صفین، ص ۲۰۵)

^۴ اسے احمسی کہتے ہیں اس کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) اسی لئے اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تاکہ اپنی جانبوں کو اس تحریر کے ذریعے چھپاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس جاکر یہ پوچھنے کو کہا کہ آپ کو یہاں کون لایا ہے؟ تو شرم سے یہ مولا کے پاس نہ گیا اور یہی وجہ تھی کہ جب نویں محرم کی شب کو یہ شخص جناب زبیر سے رویرو ہوا تو جناب زبیر قین نے اس کی بے حیائی پر کہہ دیا کہ خدا کی قسم کیا تو ہی نہ تھا کہ جس نے خط لکھا تھا؟ کیا تو نے پیغام رساں کو نہیں بھیجا تھا اور کیا تو نے ہماری مدد و نصرت کا

انعت الثمار، و طمت البجام فاذا شئت فاقدم علی جندک مجتہد؛ والسلام علیک^۳ اے پسر پیغمبر! ہمارے سارے باغ و بوستان سرسبز و شاداب ہیں، تمام کے تمام پھل پک چکے ہیں اور ساری نہریں اور کنوئیں جل تھل میں۔ اگر آپ آنا چاہتے ہیں تو تشریف لے آئیے! سپاہ حق آپ کے ہمراہ آمادہ نبرد ہے۔ والسلام علیک امام حسین علیہ السلام کا جواب تمام پیغام رساں مولا کے حضور میں حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے ان سب کے خطوط پڑھ کر وہاں کے لوگوں کی احوال پر سی کی؛ پھر ہانی بن ہانی السیعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی (جو نامہ بروں کے سلسلے کے آخری رکن تھے) کے ہمراہ خط کا جواب اس طرح لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم: من الحسین بن علی، الی الملائم المومنین والمسلمین، اما بعد: فان حائنا وسعید اقدما علیکم۔ وکانا آخر من قدم علی من رسلکم۔ وقد فحمت کل الذی اقصتم و ذکرتم، ومقابلکم: انہ لیس علینا امام فاقبل، لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الہدی والحق۔ وقد بعثت الیکم انی وابن

وعدہ نہیں کیا تھا؟ یہ چونکہ عثمانی مذہب تھا لہذا جناب زبیر سے کہنے لگا: تیرا تعلق بھی تو اس گھرانے سے نہ تھا، تو بھی تو عثمانی مذہب تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷) عمر سعد نے اسے سواروں کی نگہداری پر مقرر کیا تھا۔ اور یہ رات میں ان سب کی نگہداشت کرتا تھا (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) لیکن اصحاب امام حسین علیہ السلام اسے گھوڑوں کو چھپانے نہیں دیتے تھے بلکہ اسے آشکار کر دیتے تھے۔ اس پر اس نے پسر سعد سے شکایت کی اور درخواست کی کہ اسے اس امر سے باز رکھا جائے اور پیدلوں کی سربراہی دیدی جائے اور پسر سعد نے ایسا ہی کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) اس ملعون کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے مقدس سروں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔^۱ اس کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) اس کی بہن روعہ بنت حجاج، ہانی بن عروہ کی بیوی اور یحییٰ بن ہانی کی ماں تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴) جب ہانی شہید ہو گئے تو یہ قبیلہ ”مذحج“ کے جم غفیر کو لیکر ابن زیاد کے محل کے پاس پہنچا۔ جب دربار میں خبر پہنچی تو ابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیج کر یہ کہلادیا کہ وہ زندہ ہیں؛ اس پر سارا مجمع متفرق ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۷) پھر یہ شخص کربلا پہنچا تو پسر سعد نے اسے ۵۰۰ سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ سب کے سب فرات کے کنارے گھاٹ پر کھڑے ہو گئے کہ امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ یہ واقعہ شہادت سے تین دن پہلے کا ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۱۲) ۹۔ محرم کو جب امام علیہ السلام نے ایک شب کی مہلت مانگی اور پسر سعد لوگوں سے مشورت کرنے لگا تو اس شخص نے پسر سعد سے مہلت نہ دینے کے سلسلہ میں ملامت کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷) روز عاشورہ یہ شخص فرات کی طرف پسر سعد کے لشکر میں میمنہ کا سردار تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) اسی فرات کی طرف سے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر یہ حملہ آور ہوتا اور سپاہیوں کو ان کے قتل پر اکساتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) یہ انہیں لوگوں میں ہے جو شہداء کے سر کو کوفہ لے گئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) بعدہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گیا (طبری، ج ۶، ص ۲۸) اور ”سکۃ الثوریین“ سے ۲ ہزار لوگوں کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلا (طبری، ج ۶، ص ۱۹۰) پھر

”جبانہ مراد“ میں قبیلہ مذحج کے پیر وں میں ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۵) جب مختار فتح یاب ہو گئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ ”شراف اور واقعہ“ کے راستہ پر نکل گیا۔ اس کے بعد یہ شخص کہیں نہیں دیکھا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۲)

۲۔ اس کو ابن عطار د بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۷۰) مختار سے جنگ کے وقت یہ مضر کا ہم پیمان تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۷) اس کے بعد اس نے مختار کی بیعت کر لی تو مختار نے اسے اذر بایجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۳۴) خوارج ازرقہ سے جنگ کے موقع پر یہ شخص حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ تھا جو کوفہ میں ابن زبیر کی طرف سے حاکم مقرر ہوا تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جس کا بنی مروان کے حاکم عبدالملک بن مروان سے مکاتیب ہوا کرتا تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۶) اس کے بعد عبدالملک نے اس کو ہمدان کا گورنر بنادیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۴) جب یہ دوبارہ لوٹا تو اس وقت ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۰۴) اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا۔

اس کا باپ عمیر بن عطار د کوفہ کے قبیلہ تمیم کا ہم پیمان تھا جو صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ (صفین، ص ۲۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خون کے سلسلے میں سفارش کی حتیٰ کہ عمرو بن حریث اور زیاد نے اس کی ملامت کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۶)

۳۔ الارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۳ وتذکرۃ الخواص، سبط بن جوزی، ص ۲۴۴، ذرا غور تو کیجئے کہ دنیا کے متوالے یہ سمجھ رہے تھے کہ امام علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دنیاوی چیزوں سے لہایا جائے، ہائے رے عقل کا دیوالیہ پن۔

عمی و ثقتی من اهل بیتی (مسلم بن عقیل) وأمرته ان یکتب الی بجاکم وأمرکم ورائکم . فان کتب الی : انه قد أجمع رأی ملکم ، وذوی الفضل والنجی منکم ، علی مثل ما قدمت علی برسکم ، وقرأت فی لکبکم ، أقدم علیکم وشیکاً ، ان شاء اللہ ، فلعمری ما الا امام الا العال بالکتب ، والآخذ بالقط ، والدائن بالحق ، والحابس نفسه علی ذات اللہ ، والسلام بسم اللہ الرحمن الرحیم : یہ خط حسین بن علی کی طرف سے مومنین و مسلمین کے ایک گروہ کے نام بعد از حمد خدا ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں ۔ یہ دونوں ان نامہ رسالوں میں سے آخری نامہ رساں میں جواب تک میرے پاس آپکے میں میں نے تمام ان چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جس کا قصہ تم لوگوں نے بیان کیا اور جن باتوں کا تم لوگوں نے ذکر کیا ہے ۔ تم میں اکثر و بیشتر لوگوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہذا آجائے ، شاید خداوند عالم آپ کے وسیلہ سے ہم لوگوں کو ہدایت و حق پر جمع کر دے ۔

میں تمہاری طرف اپنے بھائی ، اپنے چچا کے بیٹے (مسلم بن عقیل) اور اپنے خاندان کی اس فرد کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے اعتماد ہے ۔ میں نے ان کے کہا ہے کہ وہ وہاں جا کر تمہارے آراء و خیالات سے مجھ کو مطلع کریں ، اب اگر انھوں نے مجھ کو مطلع کر دیا کہ تمہارے خیالات وہی میں جو تم نے اپنے خطوط میں تحریر کئے ہیں ؛ جسے میں نے دقت سے پڑھا ہے اور صرف عوام نہیں بلکہ تم میں کے ذمہ دار اور صاحبان فضل و شرف افراد بھی اس پر متفق ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں تم لوگوں کے پاس آ جاؤں گا ۔

قسم ہے میری جان کی ! امام تو بس وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرنے والا ہو ، عدل و انصاف قائم کرنے والا ، حق پر قائم ، اس کو اجراء کرنے والا اور اللہ کی راہ میں خود کو وقف کر دینے والا ہو ۔ والسلام

^۱ طبری ج ۵ ، ص ۳۵۳ ، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشر ہمدانی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے ، شیخ مفید نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ”الارشاد“ ، ص ۲۰۴ ، تذکرۃ الخواص ، ص ۱۹۶

حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر

امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو بلایا اور قیس بن مسرید اوسى اعمارہ بن عبید السلولى^۱ اور عبد الرحمن بن اللہ بن الکنن ارجی^۲ کے ہمراہ آپ کو روانہ کیا۔ مسافت کے وقت آپ نے ان کو تقویٰ کی سفارش کی، باتوں کو صیغہ راز میں رکھنے کو کہا اور لوگوں کے ساتھ عطف و مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے محسوس کیا کہ لوگ اپنے کئے ہوئے وعدہ پر برقرار میں تو مجھے فوراً اس سے مطلع کرنا۔ مسلم بن عقیل وداع ہو کر کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مدینہ آئے، مسجد رسول خدا میں نماز ادا کی، اس کے بعد اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے رخصت ہو کر راہی کوفہ ہوئے۔ قیس نے راستے کی شناخت کے لئے دو ایسے لوگوں کو ہمراہ رکھا جو راستے سے آگاہ تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ ادھر ادھر بھٹکنے کی وجہ سے ان لوگوں پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس پر دونوں راستہ شناس افراد نے کہا: آپ لوگ اس راستے کو پکڑ لیں اس کے اتنا پر پانی موجود ہے لیکن ان لوگوں کو وہاں بھی پانی میسر نہ ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ افراد موت کے دھانے پر پہنچ گئے۔ آخر کار چاروں ناچار یہ لوگ مدینہ پلٹ گئے۔

راستہ سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط درہ خیت کے ایک تنگ گوشہ سے جناب مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا اور قیس بن مسر کے ہاتھوں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا ”اما بعد: فانی اقبلت من المدینۃ معی دلیلان لی، فجارا عن الطريق وضلاً، واشتد علینا العطش، فلم یلبثا أن ماتا، وأقبلنا حتی اتھینا الی الماء، فلم یج الا بحشا شہ أنفنا، وذلک الماء بکان یدعی المضحیق من بطن الخیت“^۳ قد تطیرت من وجھی هذا، فان رأیت اغشیتنی منہ وبشت غیری^۴ والسلام“

^۱ یہی وہ افراد ہیں جو کوفیوں کے ۱۵۰ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبد اللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبد الرحمن بن عبد اللہ تحریر کیا ہے اور عبد اللہ اور عبد الرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ۲۰۴۔

^۲ یہی وہ افراد ہیں جو کوفیوں کے ۱۵۰ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبد اللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبد الرحمن بن عبد اللہ تحریر کیا ہے اور عبد اللہ اور عبد الرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ۲۰۴۔

^۳ یہی وہ افراد ہیں جو کوفیوں کے ۱۵۰ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبد اللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبد الرحمن بن عبد اللہ تحریر کیا ہے اور عبد اللہ اور عبد الرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ۲۰۴۔

^۴ خبیث مدینہ کے اطراف میں مکہ کے راستہ کی طرف ایک جگہ ہے جہاں یہ دونوں راہنما گم ہو کر مکہ کی طرف نکل پڑے تھے۔

جیسا کہ ابصار العین میں موجود ہے۔ ص ۱۶۔
^۵ ارشاد، ص ۲۰۴ و خوارزمی ص ۱۹۷ پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ طبری نے بھی معاویہ بن عمار کے واسطہ سے اسے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ ج ۵، ص ۳۴۷۔

اما بعد : میں مدینہ سے دو ایسے افراد کے ساتھ نکلا جو راستہ سے آشنا تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ اسی حالت میں ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں جان بحق ہو گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ گئے، اس طرح ہم لوگ موت کے منہ سے نکل آئے۔ یہ پانی درہ خیت کے ایک تنگ گوشہ میں ہے۔ میرے مولا میں نے اس سفر کو فال بد سمجھا ہے لہذا اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمادیں اور کسی دوسرے کو اس کام کی انجام دہی کے لئے بھیج دیں۔

والسلام مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب خط ملتے ہی امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو جواب دیا : ”اما بعد : فقد خشيت ان لا يكون حکم علی الکتاب الی فی الاستغناء من الوجه الذی وجعتک لہ الا ابھن ، فامض لو جھک الذی وجعتک لہ ، والسلام علیک “ اما بعد مجھے اس کا خوف ہے کہ تم نے اس عظیم سفر سے جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے معافیت طلبی کا خط فقط خوف و ہراس کی بنیاد پر لکھا ہے لہذا میری رائی یہ ہے کہ فوراً اس کام پر نکل پڑو جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ والسلام علیک جناب مسلم نے خط کے جواب کو پڑھ کر کہا : میں اس سفر میں اور اس کام کی انجام دہی میں اپنی جان سے ہرگز خوف زدہ نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر مسلم وہاں سے نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک منزل گاہ اور چشمہ آب تک پہنچے جو قبیلہ ”طی“ کا تھا۔ آپ نے اس چشمہ کے پاس پڑاؤ ڈالا اور کچھ دیر آرام کیا۔ آرام کے بعد پھر وہاں سے سفر پر نکل پڑے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد راستے میں جناب مسلم نے ایک ٹھکاری کو ہرن کا ٹھکار کرتے ہوئے دیکھا۔ جب اس شخص نے ہرن پر تیر مارا تو وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ حضرت مسلم نے اسے دیکھ کر کہا : اگر خدا چاہے گا تو ہمارا دشمن بھی اسی طرح نابود ہو جائے گا۔

کوفہ میں جناب مسلم کا داخلہ

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ بصرہ میں ابن زیاد کا خط مسلم کی تلاش میں ابن زیاد کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ مختار کا نظریہ مسلم ہانی کے گھر دو سری صبح معقل شامی کی جاسوسی جناب مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کی روانگی ابن زیاد کے قتل کا پلان خاک اور پتھر کی بارش معقل جناب مسلم کے گھر میں ظفریب امان اور

گرفتاری دربار میں ہانی کا احضار ٹحضرت مسلم بن عقیل کی محمد بن اشعث سے وصیت ہانی، ابن زیاد کے روبرو مسلم، محل کے دروازہ پر موت کی دھمکی ظ مسلم، ابن زیاد کے روبرو ہانی کے قید کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ٹحضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت جناب مسلم علیہ السلام کا قیام ظ جناب ہانی کی شہادت اشراف کوفہ کی خیانت ٹقیمتسرا شہید پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ ظ جوتھا شہید جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی ظ مختار قید خانہ میں ابن زیاد کا موقف ظ یزید کے پاس سروں کی روانگی یزید کا جواب ظ امام علیہ السلام کا مکہ سے سفر

کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا داخلہ

وہاں سے مسلم علیہ السلام پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنے تینوں ساتھیوں قیس بن مسر صیداوی، عمارہ بن عبید السلولی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکدکن ارجی کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہوئے اور مختار بن ابو عبید ثقفی کے گھر میں مہمان ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی شیعہ ہر چار جانب سے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے لگے اور رفت و آمد کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب سب شیعہ جمع ہو گئے تو جناب مسلم نے ان کو امام علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا۔ خط کے مضمون کو سنتے ہی وہ سب کے سب رونے لگے۔ مختار وہاں سے راہی حجاز ہو گئے اور وہاں اس کے بعد عابس بن ابی شیبہ شاکری^{۱۳} آئے اور حمہ و ثنائے الہی کے بعد فرمایا: ”اما بعد فانی لا اُخبرک عن الناس ولا اعلم ما فی انفسهم وما اغزک منهم، واللہ لاحتثک عما انا موطن نفسی علیہ واللہ لا یجینکم اذا دعوتکم ولا قاتن معکم

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۵۵، مروج الذهب، ج ۲، ص ۸۶، کے بیان کے مطابق کوفہ میں وارد ہونے کی تاریخ ۵ شوال ہے۔
^۲ پہلی ہجری میں مختار نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ (طبری، ج ۲، ص ۴۰۲) ۳۷ھ میں اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کی جانب سے ان کی جانشینی میں مدائن کے گورنر ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۷۶) عام الجماعة کے بعد ۴۰ھ تک اپنے چچا ہی کے پاس رہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۹) طبری نے مختار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے بتایا کہ حسن بن علی (علیہما السلام) نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی ہے۔ (ج ۵، ص ۵۶۹) زیاد کے زمانے میں مختار سے چاہا گیا کہ وہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دیں لیکن مختار نے اسے قبول نہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) جناب مسلم کے قیام کے دوران آپ کا شمار پرچمداروں میں ہوتا تھا (ج ۵، ص ۳۸۱) لیکن جب جناب ہانی کے قید ہونے کی خبر سے مطلع ہوئے تو اپنے پرچم اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جناب مسلم کے خروج سے پہلے ہی کسی وعدہ کے بغیر قیام کر دیا، پھر جب عمرو بن حریث نے مختار کو دعوت دی کہ ابن زیاد کے پرچم امن تلے آجاؤ اور صلح کر لو تو دھوکہ میں آکر مختار نے صلح قبول کر لی۔ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو چھڑی سے آپ کے چہرے پر حملہ کیا گیا جس کی وجہ سے آنکھ میں کافی چوٹ آئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کو قید کر دیا گیا؛ یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ آپ کی بہن صفیہ، عبد اللہ بن عمر کی زوجہ تھیں لہذا مسلم نے اپنے چچا کے بیٹے زائد بن قدامہ ثقفی کو ابن عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ مختار کی آزادی کے لئے یزید کو خط لکھے۔ اس نے خط لکھ کر یزید سے مختار کی آزادی کی درخواست کی تو اس نے خط لکھ کر ابن زیاد کو حکم دیا کہ مختار کو آزاد کر دیا جائے لہذا اس نے ایسا ہی کیا لیکن انہیں کوفہ سے نکال دیا۔

^۳ اس کے بعد عابس بن عقیل علیہ السلام کا خط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵) اس کے بعد یہ امام علیہ السلام کے ہی ساتھ رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴) یہ قبیلہ ہمدان سے منسوب تھے۔

عدو کم، ولا ضرر، بسفی دوکم حتی ألقى الله، لا اريد بذاکک الا ما عند الله، ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور ابن زبیر کے ہمراہ اہل شام سے بڑی شدید جنگ لڑی۔ یزید کی موت کے پانچ مہینہ بعد ابن زبیر کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (طبری ج ۵، ص ۵۷۰-۵۷۸) جب کوفہ میں وارد ہوئے تو سلیمان بن صرد خزاعی شیعوں کو توبہ اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے قصاص کی دعوت دے رہے تھے۔ مختار نے آکر دعویٰ کیا کہ وہ محمد حنفیہ کے پاس سے آرہے ہیں اور سلیمان فون جنگ سے نا بلد میں لہذا خود کی جان بھی گنوائیں گے اور اپنے سپاہیوں کا بھی بے جا خون بہائیں گے۔

(طبری ج ۵، ص ۵۶۰ و ۵۸۰) جب تو امین نے خروج کیا تو ابن زبیر کے کار گزار ابن مطیع نے مختار کو قید کر لیا (ج ۵، ص ۶۰۵) (ایسی صورت میں مختار نے اپنے غلام زربی کو ابن عمر کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ ابن زبیر کے کار گزار سے مختار کی رہائی کی درخواست کرے۔ ابن عمر نے خط لکھ کر درخواست کی تو اس نے عمو ویمان کے ساتھ آزاد کر دیا۔ (طبری ج ۶، ص ۸) آزاد ہو نے کے بعد مختار نے خروج کیا اور تمام امور پر غلبہ پا کر جنگ شروع کی۔ ابن زیاد سے گھمان کی جنگ کی اور اسی جنگ میں اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد قاتلین امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا شروع کیا۔ آخر کار ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر نے مختار کو قتل کر ڈالا۔ (ج ۶، ص ۶۷) قتل کرنے کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ مختار کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک دی جائیں۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور مسجد کے پاس مختار کو آویزاں کر دیا گیا۔ وہ اسی طرح لٹکے رہے یہاں تک کہ حاج ثقفی نے اسے ہٹایا۔ (طبری ج ۶، ص ۱۱۰) مصعب نے مختار کی پہلی بیوی عمرہ بنت نعمان بن بشیر کو قتل کر دیا اور دوسری بیوی ام ثابت بنت سمرہ بن جندب کو چھوڑ دیا۔ (ج ۶، ص ۱۱۲) ۶۸ھ میں مصعب نے عبد الملک سے جنگ کی۔ اس جنگ میں زائدہ بن قدامہ ثقفی بھی حاضر تھا؛ پس اس نے مصعب کو قتل کر دیا اور آواز دی ”یا لثارات المختار“ یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے۔ (طبری ج ۶، ص ۱۵۹) مختار کا گھر مسجد کے پاس تھا تو عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے ۵۹ھ میں اسے مختار کے وارثوں کے ہاتھ چھ دیا۔ (طبری ج ۸، ص ۲۲) بادی النظر میں ۸۰ھ ہی سمجھ میں آتا ہے کہ مختار نے مسلم علیہ السلام کو جو اپنے گھر میں روکا اس کا سبب یہی تھا کہ وہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کے نسبتی رشتہ

دار تھے اور اس پر طبری کی روایت کو اگر اضافہ کر دیا جائے کہ شیعہ مختار کی مذمت اس لئے کیا کرتے تھے کہ انھوں نے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور ساباط میں ان پر حملہ کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵) مختار کے سلسلے میں روایتوں کی زبان مختلف ہے اور سند کے اعتبار سے کوئی بھی روایت محکم نہیں ہے لہذا قابل اعتبار صاحبان رجال کا تحقیقی نظریہ یہی ہے کہ اگر کوئی روایت فقہی مسئلہ میں تنہا مختار سے نقل ہوئی ہو تو اس پر توقف کیا جائے گا۔ مختار کے سلسلے میں طبری کی روایت معتبر نہیں ہے اور مختار کی شخصیت کو اس طرح گرانا اور بے حیثیت کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مترجم) اما بعد: اے مسلم! میں آپ کو لوگوں کی خبر نہیں دے رہا ہوں نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی میں ان کے سلسلہ میں آپ کو دھوکہ دوں گا؛ خدا کی قسم میں وہی بولوں گا جو میرے دل میں پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ مجھ کو بلائیں گے میں حتماً لبیک کہوں گا، یا آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے ضرور بالضرور قتال کروں گا، آپ کے سامنے اپنی شمشیر سے لقاء الہی تک لڑتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں خدا کے نزدیک میرے لئے جو چیز ہے اس کے علاوہ میرا کوئی بھی منشاء نہیں ہے۔ پھر حبيب بن مظاہر قصی امدی کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”رحمک اللہ؛ قد قضیت مانی نفسک بواجز من قولک“ اللہ تم پر رحم کرے (اے عابس) جو تمہارے دل میں تھا اور جو کچھ کہنا چاہئے تھا اسے تم نے بڑے مختصر جملوں میں بیان کر دیا۔

اس کے بعد پھر فرمایا: ”وانا واللہ الذی لا الہ الا هو علی مثل ما هو هذا علیہ“ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں نے بھی اس مرد کی راہ کو اپنی راہ قرار دیا پھر حنفی نے بھی اسی طرح اپنا ارادہ ظاہر کیا، پھر ایک کے بعد ایک سب نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کیا، اس کے بعد جناب مسلم کے پاس شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ جاری ہو گیا؛ یہاں تک کہ جناب مسلم کی منزل گاہ لوگوں کے لئے جانی پہچانی ہو گئی یہاں تک کہ اس کی خبر نعمان بن بشیر^۲ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس خبر کے شائع ہونے کے بعد وہ

^۱ یہ وہی سعید بن عبد اللہ حنفی ہیں جو اہل کوفہ کا خط لے کر امام علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور امام علیہ السلام کا جواب لیکر کوفہ پہنچے تھے۔
^۲ طبری، ج ۵، ص ۳۵۵ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے ابو وذاک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو وذاک کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر ہم لوگوں کے پاس آیا اور منبر پر گیا۔

ممبر پر آیا حمد و ثنائے الہی کے بعد اس نے کہا: اما بعد: اے بندگان خدا! تقوائے الہی اختیار کرو اور فتنہ و پراکندگی کی طرف جلدی جلدی آگے نہ بڑھو کیونکہ ان دونوں صورتوں میں لوگ ہلاک ہوں گے، خون بہیں گے اور اموال غصب ہوں گے۔ میں کسی ایسے شخص سے جنگ نہیں کر سکتا جو مجھ سے جنگ کے لئے نہ آئے؛ اسی طرح میں کسی ایسے پر حملہ آور نہیں ہو سکتا جو مجھ پر یورش نہ کرے، نہ ہی میں تم کو سب و شتم کروں گا نہ ہی تحریک نہ ہی بری باتوں کی نسبت دوں گا نہ ہی بدگمانی و تہمت لگاؤں گا، لیکن اگر تم نے اپنے اندر کے کینہ کو صفحہ دل سے باہر آشکار کر دیا اور بیعت توڑ کر اپنے حاکم کے خلاف مخالفت کے لئے علم بلند کیا تو یاد رہے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنوں کو اس وقت تک تہ تیغ کرتا رہوں گا جب تک میرے ہاتھ میں قبضہ شمشیر ہے، خواہ تم میں سے کوئی میرا ناصر و مددگار نہ ہو، لیکن مجھے اس کی امید ہے کہ تم میں سے جو حق کو پہچانتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ میں جو باطل کی طرف پلٹتے ہیں۔

نعمان بن بشیر کی تقریر کے بعد عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی اٹھا (جو بنی امیہ کا ہم پیمان تھا) اور بولا: اس وقت تم جو سمجھ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے اس وقت تو سخت گیری کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اپنے دشمنوں کے ساتھ تمہاری سیاست ناتواں اور ضعیف لوگوں کی سیاست ہے۔ اس پر نعمان نے کہا: ”أَنْ أكون من المتضعفين في طاعة الله أحب الي من أَنْ أكون من الاغنيين في معصية الله“ خدا کی اطاعت میں میرا شمار متضعفین و ناتوانوں میں ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی معصیت میں میرا شمار صاحبان عزت میں ہو، یہ کہہ کر نعمان ممبر سے اتر آیا۔ عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا اور یزید بن معاویہ کے نام ایک خط لکھا: اما بعد: فان مسلم بن عقيل قد قدم الكوفة، فبايعته الشيعة للحسين بن علي، فان كان لك بالكوفة حاجة فابعث اليها رجلا قويا فخذ أمرك، ويعمل مثل عملك في عدوك، فان النعمان بن بشير رجل ضعيف، او هو يتضعف، اما بعد: مسلم بن عقيل كوفه پہنچ چکے ہیں اور حسین بن علی کے چاہنے والوں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اب اگر تم کوفہ کو اپنی قدرت میں رکھنا چاہتے ہو تو کسی ایسے قوی انسان کو بھیجو جو

^۱ اس کا نام ان لوگوں میں آتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی۔ اس کا پورا نام عبداللہ بن مسلم بن شعبۃ الحضرمی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۹)

تمہارے حکم کو نافذ کر سکے اور اپنے دشمن کے سلسلہ میں تمہارے ہی جیسا اقدام پیش کر سکے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک ناتوان انسان ہے یا شاید خود کو ضعیف دکھانا چاہ رہا ہے۔ پھر عمارہ بن عقبہ^۱ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص^۲ نے ایسے ہی خطوط لکھ کر یزید کو حالات سے آشنا کرایا۔ غلام سرجون^۳ کو بلایا اور اس سے پوچھا: تمہاری رائے کیا ہے؟ کیونکہ حسینؑ نے کوفہ کی راہ اختیار کر لی ہے اور مسلم بن عقیل کوفہ میں حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں۔ دوسری طرف نعمان کے ضعف و ناتوانی اور اس کے برے بیان کے سلسلہ میں مسلسل خبریں آرہی ہیں تو اب تم کیا کہتے ہو؟ کوفہ کا عامل کس کو بناؤں؟ واضح رہے کہ یزید کو عبید اللہ بن زیاد بے اتھنا ناپسند تھا۔ سرجون نے جواب دیا: تم یہ بتاؤ کہ اگر معاویہ زندہ ہوتا اور تم کو رائے دیتا تو کیا تم اس کی رائے کو قبول کرتے؟ یزید نے جواب دیا: ہاں۔ یہ سنتے ہی سرجون نے وہ وصیت نامہ نکالا جو ایسے ماحول کے لئے معاویہ نے لکھ کر مخفیانہ طور پر سرجون کے حوالے کیا تھا جس میں ایسی صورت حال میں کوفہ کو عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ یہ وصیت نامہ دے کر سرجون نے کہا: یہ معاویہ کی رائے ہے جسے لکھ کر کے وہ مر گیا۔ یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود اس رائے کو فوراً قبول کر لیا پھر مسلم

^۱ یہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا بھائی ہے۔ یہ اور اس کا بھائی مکہ سے مدینہ کی طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھتا ہوا نکلا تاکہ پیغمبر اکرمؐ ان دونوں کی بہن ام کلثوم کو جو حدیبیہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلی آئی تھیں انہیں لوٹا دیں لیکن پیغمبر اکرمؐ نے انکار کر دیا۔ (طبری، ج ۲، ص ۶۴۰) اسکا مکان اپنے بھائی کے ہمراہ کوفہ کے میدانے علاقہ میں تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۷۴) اس کی بیٹی ام ایوب، مغیرہ بن شعبہ کی بیوی تھی۔ جب مغیرہ مر گیا تو زیاد بن ابیہ نے اس سے شادی کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۸۰) اسی نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خلاف گواہی دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۶) یہ اپنے باپ عقبہ بن ابی معیط کے ہمراہ کفر کی حالت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پیغمبر اسلام نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، اس پر اس نے کہا: اے محمد اس بچی کا کیا ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم کی آگ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۹) یہ جناب مسلم کی شہادت کے وقت محل میں تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۷۶) اور حاکم کوفہ کے سامنے مختار کے خلاف بھی سازشیں رچتا رہا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۹) اس کے بعد اس کے سلسلہ میں خبریں مخفی ہیں اور کچھ پتہ نہیں ہے۔

^۲ اسکی ماں بشری بنت قیس بن ابی کیس تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتدلوگوں میں شمار ہوتی ہے۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۴۱) اس کی ولادت ہجرت کی دوسری دھائی کے اوائل میں ہوئی ہے اور کربلا میں یہ ۵۰ سال کے آس پاس کا تھا۔ ۱۷ یا ۱۹ ہجری میں اس کے باپ سعد نے اسے عیاض بن غنم کے ہمراہ ارض جزیرہ یعنی شمال عراق اور شام کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس زمانے وہ بالکل نو جوان تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳) ۳۷ ھ میں عمر نے اپنے باپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس نے حکمیت کے مسئلہ میں حاضر ہونے کی لا لچ نہ دلادی۔ اس کے بعد وہ ”دومۃ الجندل“ میں اپنے باپ کو لیکر حاضر ہو گیا۔ اس کا باپ بادیہ نشین بنی سلیم کے پانی کے پاس تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا: بابا آپ وہاں گواہی دیجئے گا کہ آپ صحابی رسول اور شوریٰ کی ایک فرد ہیں؟ اس لئے خلافت کے آپ زیادہ سزاوار ہیں۔ (ج ۵، ص ۶۶) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی اور کوفہ کو سنبھالنے کے لئے یزید کو خط لکھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۶) مسلم بن عقیل کے سلسلہ میں اس نے مکر سے کام لیا اور جناب مسلم کی وصیتوں کو ابن زیاد کے لئے فاش کر دیا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا امین خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی کبھی خائن پر امین کا دھوکہ ہوتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۷) محمد بن اشعث کندی نے چاہا تھا کہ ابن زیاد کے قتل کے بعد یہ کوفہ کا امیر بن جائے لیکن بنی ہمدان کے مرد شمشیریوں کے ہمراہ اور عورتیں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کناں گھروں سے باہر نکل آئیں (طبری، ج ۵، ص ۵۲۴) مختار نے اس کی طرف ابو عمرہ کو روانہ کیا۔ اس نے عمر سعد کو قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر آگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے حفص بن عمر کو بھی قتل کر دیا اور کہا: خدا کی قسم اگر قریش کو ۴ حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اس کے ۳ حصہ کو بھی میں قتل کر دوں تب بھی حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے پور کا بدلہ بھی نہ ہوگا یہ کہہ کر ان دونوں کے سروں کو مدینہ محمد حنفیہ کے پاس بھیج دیا۔ (طبری ج ۶، ص ۶۱-۶۲)

^۳ ہشام کا بیان ہے کہ عوانہ نے کہا: جب فقط دونوں کے اندر یزید کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا تو یزید بن معاویہ نے معاویہ کے

^۴ سرجون بن منصور رومی معاویہ کا کاتب اور اس کے دفتر کا منشی تھا۔ (ج ۵، ص ۲۳۰ ج ۶، ص ۱۸۰)

بن عمرو بابل کو بلایا اور خط لکھ کر فوراً اسے بصرہ روانہ کیا۔ خط میں اس نے یہ لکھا: ابا بعد: کوفہ سے میرے پیروؤں نے خط لکھ کر مجھ کو خبر دی ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جمع ہو کر مسلمانوں کے اجتماع کو درہم و برہم کر رہا ہے تو تم میرا خط پڑھتے ہی رخت سفر باندھ کر کوفہ پہنچ جاؤ اور ابن عقیل کی جستجو میں اس طرح لگ جاؤ جیسے کوئی اپنے گم شدہ گوبر کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنی گرفت میں قید کر لیا قتل کر دیا یا پھانسی پر چڑھا دو۔ والسلام مسلم بن عمرو وہاں سے فوراً نکلا اور بصرہ جا کر ہی دم لیا۔ وہاں جا کر یہ خط عبید اللہ کے حوالے کیا۔

اس نے فوراً سامان سفر آمادہ کرنے کے لئے کہا اور دوسرے دن راہی کوفہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۷) اس واقعہ کی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے عمار دہنی (ابو معاویہ بن عمار امام صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے باپ عمار علماء اہلسنت کے درمیان ثقہ اور صاحب جاہ و منزلت شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو معاویہ ہے۔ کبھی کبھی امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی روایت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ (رجال علامہ، ص ۱۶۶) ابن ندیم کی کتاب ”الفہرست“، ص ۲۳۵، طبع یورپ کے مطابق عمار کی ایک کتاب بھی ہے۔) نے اس طرح نقل کی ہے: یزید نے اپنے غلام سر جون (جس سے وہ ہمیشہ مشورہ کیا کرتا تھا) کو بلایا اور تمام اخبار سے آگاہ کیا۔ سر جون نے کہا: اگر معاویہ زندہ ہوتا تو کیا تم اس کی باتوں کو قبول کرتے؟ یزید نے کہا: ہاں! سر جون نے کہا: تو اب میری بات کو قبول کرو کیونکہ کوفہ کے لئے عبید اللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کو فوراً وہاں کا والی بناؤ۔ یہ سنتے ہی یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود جبکہ اسے بصرہ سے بھی ہٹانا چاہتا تھا فوراً

^۱ مسلم بن عمرو بابل بصرہ میں زیاد بن ابیہ کے ہمراہ تھا اور ”بابلہ“ میں صاحب عزو شرف تھا۔ ۴۶ھ تک اس کے ساتھ رہا۔ طبری ۵ ص ۲۲۸) اس کے بعد شام میں سکونت اختیار کی لہذا یہ بصری شامی ہو گیا۔ اس نے دوبارہ شام سے بصرہ کا سفر یزید کا خط ابن زیاد تک پہنچانے کی غرض سے کیا پھر ابن زیاد ہی کے ساتھ کوفہ آگیا۔ جب ہانی بن عروہ ابن زیاد کے دربار میں لائے گئے تو اس نے ان سے کہا کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کو حاکم کے سامنے پیش کرو۔ (ج ۵، ص ۳۶۶) جب جناب مسلم دارالامارہ کے دروازہ پر پہنچے اور پانی مانگا تو اس نے آپ کو برا بھلا کہا (ج ۵، ص ۳۷۶) پھر یہ مصعب بن زبیر کا حامی ہو گیا تو مصعب نے اسے ابن جر جعفی سے جنگ کے لئے بھیجا لیکن ۶۸ھ میں یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ (ج ۶، ص ۱۳۲) یہ مصعب کے وزیر کی طرح تھا۔ (ج ۶، ص ۱۳۶) یہ مصعب کے ساتھ دیر جاتلیق میں اس جنگ میں مار ڈالا گیا جو ۷۱ھ میں مروان کے ساتھ ہوئی تھی۔ (ج ۶، ص ۱۵۸) یہ دولت کا بڑا لالچی تھا (ج ۵، ص ۴۳۲) اس کے ۷ بیٹے تھے ۱۔ قتیبہ ۲۔ عبدالرحمن ۳۔ عبداللہ ۴۔ عبید اللہ ۵۔ صالح ۶۔ بشار ۷۔ محمد (ج ۶، ص ۵۱۶) باپ کے بعد سب کے سب حجاج بن یوسف کے طرفدار ہو گئے تو اس نے ۸۶ھ میں قتیبہ کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔ (ج ۶، ص ۴۲۴) اس نے جنگ کر کے بیرجند ما نوشکت، ورامین، بخارا، شومان، کش، نسف، خام جز، سمر قند، شوش، فرگانہ، کاشمر، صالح نیزک، سغد، اور خوارزم شاہ کو فتح کر لیا اور ۹۶ھ میں اپنے بھائی کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔ (ج ۶، ص ۴۲۹)۔ (۵۰۶)

رضا و رغبت کے ساتھ ابن زیاد کو خط لکھا اور اس کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کو فکا بھی گورز بنادیا اور اسے لکھا کہ مسلم بن عقیل کو تلاش

کرے اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کر دے (ج ۵، ص ۳۴۸)

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط

امام حسین علیہ السلام نے اہل بصرہ کے نام ایک خط لکھا جسے سلیمان نامی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں بصرہ کے پانچ علاقوں^۱ کے

رئیس اور اسی طرح اشراف بصرہ مالک بن مسمع بکری^۲ انخف بن قیس^۳ منذر بن جارد^۴ مسعود بن عمرو^۵ قیس بن مثم^۶ اور عمرو بن

^۱ امام حسین علیہ السلام نے جس قاصد کو خط بصرہ کی طرف روانہ کیا تھا اس کے نام میں اختلاف ہے یہاں اس روایت میں اس کا نام سلیمان ہے۔ اسی طرح مقتل خوارزمی کی (ج ۱، ص ۱۹۹) میں اعثم کوفی کے حوالے سے بھی یہی نام مذکور ہے۔ لہٰذا میں بھی یہی نام لے لیکن کنیت ابورزین ہے جو اس کے باپ کا نام ہے۔ اس کی ماں کانام کیشہ ہے جو امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھی یہ خاتون امام حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ ام اسحاق تمیمہ کی خدمت گذار تھی۔ ابورزین نے اسی خاتون سے شادی کی تو سلیمان دنیا میں آئے۔ ابن نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ امام نے یہ خط ذریعے بسدوسی کے ہاتھ روانہ کیا۔ ابن امین نے لواعج الاشجان، ص ۳۶ پر لکھا ہے کہ امام نے ان دونوں کے ہمراہ خط روانہ کیا تھا۔

^۲ بصرہ پانچ قبیلوں پر منقسم تھا اور ہر قبیلہ کا ایک رئیس تھا۔

^۳ مالک بن مسمع البکری جندری : یہ بصرہ میں قبیلہ بنی بکر بن وائل سے متعلق تھے (طبری، ج ۴، ص ۵۰۵) شکست کے دن مروان بن حکم کے یہاں پناہ لی۔ اس کے بعد بنی مروان اس کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے درمیان اس کے ذریعے سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور خود کو صاحب شرف سمجھتے رہے (طبری، ج ۴، ص ۵۳۶) اسکی رائے بنی امیہ کی طرف مائل تھی لہٰذا ابن حنظلہ کے خلاف جسے معاویہ نے بصرہ روانہ کیا تھا اس نے ابن زیاد کی اس وقت مدد نہ کی جب وہ اپنی طرف دعوت دے رہا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۰) یہ وہی ہے جس نے یزید کی ہلاکت کے بعد ابن مرجانہ کی بیعت کر لی لیکن پھر اس نے اس کی بیعت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کے ہمراہ بیت المال پر قبضہ کر کے اسے غارت کر دیا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۵) پھر یہ اس بات پر متہم ہو گیا کہ یہ چاہتا ہے کہ ابن زیاد کو دوبارہ بصرہ کے دارالامارہ کی طرف لوٹا دے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۲) مالک بن مسمع، بکر بن وائل جو ربیعہ یمن سے متعلق تھے کا مملوک تھا اور یہ سب کے سب ہم پیمان تھے یہ بنو قیس اور ان کے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ اسی طرح غزہ، شیع اللات اور ان کے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ عجل، آل؛ ذہل بن ثعلبہ اور ان کے ہم پیمان تھے۔ بشکر، وضیعہ بن ربیعہ بن نزار یہ سب کے سب خانہ بدوش تھے اور حنیفہ شہر نشین تھے (طبری، ج ۵، ص ۵۱۵) پھر جب معاویہ کی خلافت کے آخری ایام اور یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں قبیلہ ”ازد“ کے افراد بصرہ میں آکر ان سے ملحق ہو گئے تو مالک بن مسمع بھی ان کے ہمراہ آیا۔

اور ان کے ہمراہ تجدید پیمان کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۶) ۶۴ھ میں ایک بار پھر تجدید پیمان کیا۔ ان کے مقابلہ میں مسعود بن عمرو المعنی تھا۔ وہ سب کے سب عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبد المطلب قرشی ہاشمی سے مقابلہ کے لئے نکلے تاکہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹا سکیں۔ اس میں ان کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور مالک بن مسمع کا گھر جلا دیا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۱) اس نے غیرت میں آکر بصرہ میں مختار کے ساتھیوں سے دفاع کیا اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ مخالفین کا ہم پیمان ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۸) پھر مصعب اور مختار کی جنگ میں قبیلہ بکر بن وائل کا مخالف ہو گیا (طبری، ج ۶، ص ۹۵) پھر خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس کی مدد کی۔ یہ خالد وہی ہے جسے عبدالملک بن مروان نے بصرہ بلایا تھا، بعد میں اس نے خالد کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں پر چوٹ آگئی تو جنگ سے گھبرا گیا پھر اس نے عبیداللہ بن عبیداللہ بن معمر جانشین مصعب سے امن کی درخواست کی تو اس نے امان دے دی لیکن یہ مصعب سے خوف زدہ ہو گیا اور اپنی قوم کے ساتھ ”قبیلہ ثاج“ میں ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۵) اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

^۴ اخنف کا نام صخرہ بن قیس ابو بحر سعدی ہے۔ یہ عباس بن عبد المطلب سے روایت نقل کرتا ہے (طبری ج ۱، ص ۲۶۳) ۱۷ھ میں عتبہ بن غزوہ نے اہل بصرہ کے ایک وفد کے ہمراہ اسے عمر کے پاس بھیجا (طبری، ج ۴، ص ۸۱) اور اہل بصرہ نے اہل فارس میں سے جن لوگوں سے ۱۷ھ میں جنگ کی اس نے بھی انہی کے ہمراہ جنگ کی عمر نے اسے خراسان کی پرچم داری دے کے فتح کے لئے بھیجا جو خود اسی کی رائے تھی (طبری، ج ۴، ص ۹۴) پھر اس نے یزد جرد پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۷۱) برات کو ۳۱ھ میں فتح کر لیا (طبری، ج ۴، ص ۳۰۱) اور ”مروود“ اہل بلخ سے صلح کر لی۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۱۰ - ۳۱۳) یہ بصرہ کے ان لوگوں میں سے ہے جنہیں عایشہ نے خط لکھا تھا (طبری، ج ۴، ص ۴۶۱) بصرہ کے فتنہ میں اس نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا حضرت نے اسے اس کی قوم کے ہمراہ جنگ سے الگ رہنے کی دعوت دی تو اس نے اپنی قوم کو بلایا اور قوم نے بھی لبیک کہا پھر وہ ان کے ہمراہ کنارہ کش ہو گیا۔ جب جنگ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو کامیابی حاصل ہوئی تو یہ

۱۰ ہزار یا ۶ ہزار لوگوں کے ساتھ حضرت کے پاس آگیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۹۷ - ۴۶۸) بعض روایتوں میں ۲ ہزار بھی ہے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۱) وہاں پہنچ کر رات میں حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی (طبری، ج ۴، ص ۵۴۱) پھر علی علیہ السلام کے پاس کوفہ آیا اور بصرہ میں اپنے قبیلہ والوں کو لکھا کہ فوراً کوفہ آجائیں تاکہ صفین کی جنگ میں پہنچ سکیں پس وہ سب کے سب وہاں سے سامان سفر باندھ کر عازم ہو گئے۔ (واقعہ صفین، ص ۲۴) جنگ صفین میں قبیلہ تمیم، ضبہ اور رباب کی سربراہی کر رہا تھا (صفین، ص ۱۱۷) لیکن اسے خوف تھا کہ عرب اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ (صفین، ص ۳۸۷)

عبید اللہ بن معمر کے پاس روانہ کیا۔ جب عبد اللہ بن عامر وہاں سے نکلنے لگا تو اس نے ہرات، قہستان، طس اور بادغیس سے ۴۰ ہزار تیر اندازوں کو جمع کیا، پس ابن عامر سے جو عہد تھا کہ ابن خازم خراسان کا امیر رہے گا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے نکال دیا۔ اس نے ایسا کام جان بوجھ کر کیا تھا پھر اسے اس شہر سے نکال دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۱۴) وہ وہاں سے بصرہ آیا تو یہ عثمان کے خلاف شورش کا زمانہ تھا۔ عبد اللہ بن عامر کے حوالے سے عثمان نے اہل بصرہ سے مدد مانگی تھی۔ عبد اللہ بن عامر نے لوگوں سے مدد کی درخواست کی اس پر قیس بن ہیشم کھڑا ہوا اور تقریر کرتے ہوئے اس نے لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے اکسایا، جس پر سب کے سب جلدی جلدی اس کے پاس آگئے اور وہاں عثمان کا قتل ہوا تھا، پھر واپس پلٹ گئے۔ (طبری،

حکمیت کے سلسلہ میں اس نے حضرت پر بہت زور ڈالا کہ اسے حکم بنایا جائے کیونکہ ابوموسیٰ ایک سست اور نرم خو آدمی ہے لیکن اس پر اشعث بن قیس بھڑک اٹھا اور اس کی حمیت کا انکار کر دیا۔ (صفین، ۵۰۱) جنگ صفین میں اس نے مولائے کائنات سے اس بات پر پر خاش کی کہ اس کا نام مومنین کی امارت سے کیوں حذف ہوا۔ (صفین، ۵۰۸) جب حکمیت کی قرارداد پڑھ کر سنانے کے لئے اشعث آیا تو اس نے اسے رد کر دیا اور بنی تمیم کے ایک شخص نے اس پر حملہ کر دیا تو یمن والے قبیلہ بنی تمیم سے انتقام لینے کے لئے آگئے، اس پر احنف نے بات کو ٹالا (صفین، ص ۵۱۳) اور اس نے ابو موسیٰ کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو تم دھوکہ کھانے سے بچنا۔ (صفین، ص ۵۳۶) یہ بنی ہاشم کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کی مشاورتی کمیٹی میں تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳) بنی تمیم کے ۱۵۰۰ جوانوں کے ساتھ دوبارہ اس نے صفین کی طرف خروج کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۷۸) ۵۰ ھ میں بنیہ معاویہ کے پاس پہنچا اور اس سے ایک لاکھ کی اجازت لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲) ۵۹ ھ میں ابن زیاد نے اسے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اسے معاویہ کے پاس سب سے آخر میں پہنچایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۱۷) یزید کے بعد اس نے عبید اللہ بن زیاد کی بیعت کر لی تاکہ وہ بصرہ کا امیر ہو جائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۷) اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ وہ ابن زبیر کے بلانے پر آیا ہے لہذا جب اس نے دیکھا کہ اس کی ممانعت ہو رہی ہے تو خود ہی الگ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۸)

جب قبیلہ ”ازد“ نے جنگ کے بعد چاہا کہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹائیں تو بنو تمیم احنف کے پاس جمع ہوئے اور ابن زیاد کے دوبارہ حکومت میں لوٹنے کے سلسلہ میں شکایت کی اور یہ بھی شکوہ کیا کہ بنی تمیم کا ایک شخص قبیلہ ازد کے ہاتھوں قتل ہوا ہے تو احنف نے بنی تمیم کے ہمراہ خون خواہی اور انتقام میں ان پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے مسعود بن عمر، زعیم ازد اور مجیر بن زیاد کو قتل کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے شام بھاگ نکلا (طبری، ج ۵، ص ۵۱۹) پھر اس نے ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۱۵) پھر اس نے مصعب بن زبیر کے ہمراہ ۶۷ ھ میں مختار سے جنگ کی۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۵) اسی نے مصعب کو اشارہ کیا تھا کہ مختار کے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر دو جنہوں نے ہتھیار ڈال دیا ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۱۶) ۷۱ ھ میں احنف کی آنکھیں بند ہو گئیں (طبری، ج ۶، ص ۵۷۱)

منذر ابن جارد جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں قبیلہ جذعہ اور قبیلہ عبد قیس کے خاندان بکر کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۵) اس کی بیٹی ”بحرہ“ ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب یزید بن مفرغ حمیری نے آل زیاد کو پریشان کیا تو انہیں مندر بنی نے پناہ دی تھی اور ابن زیاد نے اسے پناہ نہیں دی ہے (طبری، ج ۵، ص ۳۱۸) بعد میں ابن زیاد نے اسے ہندوستان میں سندھ کے علاقہ کا والی بنادیا۔ اصابت، ج ۳، ص ۴۸۰ کے بیان کے مطابق ۶۲ ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

مسعود بن عمرو بن عدی ازدی یہ بصرہ کی جنگ میں قبیلہ ازد کا قائد تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۵) اسی نے ابن مرجانہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب لوگوں نے اسے برا بھلا کہا تھا اور اسکا بائیکاٹ کر دیا تھا یہ یزید کی موت کے بعد وہاں ۹۰ دنوں تک ٹھہرا رہا پھر وہاں سے شام نکل گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) مسعود نے ابن زیاد کے ہمراہ قبیلہ ”ازد“ کے ۱۰۰ افراد بھیجے جن پر قرہ بن عروہ بن قیس کو سربراہ بنایا یہاں تک کہ یہ سب ابن زیاد کے ساتھ شام پہنچے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) جب وہ شام کی طرف جارہا تھا۔ مسعود بن عمرو نے بصرہ کی حکومت کی درخواست کی اور وہ اپنی قوم سے نکلا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۵)

داخلہ کے بعد خوارج کا ایک گروہ آیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت مسعود منبر پر بیٹھا ہر اس شخص سے بیعت لے رہا تھا جو وہاں رہتا تھا۔ اس پر مسلم جو فارس کا رہنے والا تھا اور ابھی بصرہ میں آیا تھا اعتراض کیا پھر مسلمان ہو کر گروہ خوارج میں داخل ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۵) یہ سب کے سب ۴۰۰ افراد تھے جن کا تعلق بصرہ کی ”اسور“ قوم سے تھا جنہیں آشوری بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بصرہ کی قدیم ترین قوم ہے (طبری، ج ۵، ص ۵۱۹) یا ”ماہ افریون“ کے ہمراہ ۵۰۰ افراد تھے جو بنی تمیم کی نمایندگی کر رہے تھے اس پر سلمہ نے اس سے کہا: تم لوگ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا: تمہاری ہی طرف آؤ اس نے کہا: تو آ جاؤ! یہ سب کے سب آگئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۸) پس ان لوگوں نے اس کے قلب کو نشانہ بنایا اور اس کو قتل کر کے نکل گئے۔ اس پر قبیلہ ”ازد“ نے ان کی طرف خروج کیا اور ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو مجروح کر دیا یہاں تک کہ ان کو بصرہ سے نکال دیا۔ اور بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے اور انہیں بصرہ لے کر آئے تھے، پھر بنی تمیم اور ازد کی مڈ بھیڑ میں دونوں طرف سے اچھے خاصے لوگ مارے گئے، آخر کار ایک لاکھ درہم دیت پر ان لوگوں کے درمیان صلح ہوئی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۶)

قیس بن ہیشم سلمی: ۳۲ ھ میں عبد اللہ بن عامر نے مذکورہ شخص کو اس کے چچا عبد اللہ بن خازم کے ہمراہ خراسان کا حاکم بنا دیا۔

ج ۵، ص ۳۶۹) ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ کے عہد میں ۱۱ھ میں عبداللہ بن عامر کی گورنری میں بصرہ کی پولس کا سربراہ تھا (طبری ج ۵، ص ۱۷۰) پھر ۲ سال کے بعد ابن عامر نے اسے خراسان کا والی بنا کر بھیجا۔ (طبری ج ۵، ص ۱۷۲) وہاں اس نے خراج لینے میں سستی دکھائی تو عبداللہ بن عامر نے اسے معزول کرنا چاہا۔

عبداللہ خازم نے چاہا کہ اس کو وہاں کی ولایت دے دی جائے۔ جب وہ یہ لکھنا چاہ رہا تھا وہاں قیس پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس نے خراسان چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا، اس پر ابن عامر نے اسے ۱۰۰ کوڑے لگا کر ہتھکڑی بیڑی ڈال کر قید کر دیا۔ (طبری ج ۵، ص ۲۰۹) یہ قیس اسی ابن عامر کے ماموؤں میں شمار ہوتا تھا۔ اس واقعہ کو سن کر اس کی ماں نے اسے بلایا اس پر اس نے قیس کو وہاں سے نکال دیا (طبری ج ۵، ص ۲۱۰) اور ۳۴ھ میں قبیلہ بنی لشکر کی ایک فرد جس کا نام طفیل بن عوف یشکری یا عبداللہ بن ابی شیح یشکری تھا خراسان روانہ کر دیا (طبری ج ۵، ص ۲۰۹-۲۱۳) پھر قیس بن حیثم پر اسے ترس آگیا اور اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا لہذا اسے بصرہ کا حاکم بنا دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب معاویہ بصرہ آ رہا تھا (طبری ج ۵، ص ۲۱۳) بصرہ پہنچ کر معاویہ نے اپنی بیٹی ہند اس خط کا مضمون یہ تھا: ”اما بعد: فان اللہ اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم علی خلقہ، اکر مہ بنوۃ، و اختارہ لرسالۃ، ثم قبضہ اللہ الیہ و قد نصح لعبادہ وبلغ ما ارسل بہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وکنا اہلہ واولیاءہ و اوصیاءہ و ورثہ و احق الناس بمقامہ فی الناس، فاستأثر علینا قوما بذالک، فرضینا و کرہنا الفرقۃ و احینا العافۃ، نحن نعلم اننا احق بذالک احق المستحق علینا ممن تولاہ“، و قد اٰسنوا و اٰصلحوا و تحروا الحق قد بعثت رسولی اٰلکم بهذا الکتاب وانا اذعوکم الی کتاب اللہ و ستنبیہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فان السۃ قد اٰمیت و ان البدعت قد اٰحیت و ان تسمعوا قولی و تطیعوا امری اھدکم سبیل الرشد و السلام علیکم و رحمۃ اللہ“ سے اس کی شادی کر دی پھر ۳۴ھ میں اسے بصرہ سے معزول کر دیا۔ ۳۵ھ میں معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ کا والی بنا دیا پس اس نے قیس بن حیثم کو ”مرود الروز“، ”فاریاب“ اور ”طالقان“ بھیجا (طبری ج ۵، ص ۲۲۲) پھر ۳۶ھ میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد

^۱ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا اپنی حق تلفی کو برداشت کرنا فقط افتراق کے خوف اور شر سے بچنے کے لئے تھا، نہ کہ وہ لوگ رضاور غبت سے اس زندگی کو گزار رہے تھے یہی اس خاندان کی فضیلت ہے کہ اپنے فائدہ کو امت کے فائدہ پر قربان کرتے ہیں۔

یزید بن معاویہ کی طرف سے عبد الرحمن بن زیاد کے بدلے خراسان کا حاکم بنایا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عبد الرحمن نے یزید کے پاس آنا چاہا تو یزید نے اسے معزول کر دیا پس قیس بن ہیشم بھی معزول ہو گیا (طبری، ج ۵، ص ۳۱۶) جب یزید ہلاک ہوا تو قیس بصرہ میں تھا۔ ضحاک بن قیس نے اسے خط لکھ کر اپنی طرف بلایا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۴) قیس بن ہیشم اس وقت نعمان بن صہبان راہی کا ہمراہی تھا جب یہ فیصلہ ہو رہا تھا کہ ابن زیاد کے بعد بنی امیہ میں ولایت کا حق کس کو دیا جائے تو ان دونوں کی اتفاق رائے مضری ہاشمی پر ہوئی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳) ثنی بن خضرہ عبدی بصری جو ۶۶ھ میں لوگوں کو مختار کی طرف بلاتا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ کے لئے آیا۔ یہ بصرہ میں ابن زبیر کے ہمراہ ہم شرطاً ورجم بقتال تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۷) ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ کے لئے آیا تھا اور لشکر ابن زبیر کی ۵۱ھ اہم شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۵) ۹۵ھ میں یہ لوگوں کو پیسہ دے کر لارہا تھا تا کہ وہ ابن زبیر کے حق میں اس کے ساتھ خالد بن عبد اللہ کے مقابلہ میں لڑیں جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا بنا ہوا تھا (طبری، ج ۶، ص ۷۱) اور وہ اہل عراق کو مصعب کے ساتھ لڑانے سے برحذر کرتا تھا (طبری، ج ۶، ص ۱۵۷) اس کے سلسلہ میں آخری تحقیق یہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۱۵۷ھ میں مصعب کے سپاہیوں کے ساتھ عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہو۔ اما بعد: خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اپنی مخلوقات میں چن لیا اور اپنی نبوت کے ذریعہ انھیں باکرامت بنایا، اور اپنی رسالت کے لئے انھیں منتخب کر لیا، پھر خداوند عالم نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت نے بندگان خدا کی خیر خواہی فرمائی ہے اور وہ سب کچھ پہنچایا جس چیز کے ہمراہ ان کو بھیجا گیا تھا۔ جان لو کہ ہم ان کے اہل، اولیاء، اوصیاء اور وارث ہیں جو دنیا کے تمام لوگوں میں ان کے مقام و منزلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن ہماری ہی قوم نے ظلم و ستم کر کے ہمارا حق چھین لیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے، افتراق کو برا سمجھا اور امت کی عافیت کو پسند کیا جبکہ یہ بات ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ اس حق کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں اور اب تک جن لوگوں نے حکومت کی ہے ان میں نیکی، صلح اور حق کی آزادی میں ہم ہی اولیٰ ہیں۔ اب میں نے تمہارے پاس اپنا یہ خط روانہ کیا ہے اور میں تم

کو کتاب خدا اور اس کے نبی کی سنت کی طرف دعوت دے رہا ہوں؛ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت کو مردہ اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے۔ اب اگر تم میری بات سنتے ہو اور میرے کہے پر عمل کرتے ہو تو میں تم کو رشد و ہدایت کے راستے کی ہدایت کروں گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ بصرہ کے اشراف میں سے جس کسی نے بھی اس خط کو پڑھا اس کو راز میں رکھا لیکن منذر بن جارد نے خوف و ہراس میں آکر یہ سمجھا کہ سلیمان، عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس ہے اور یہ خط اسی کا ہے۔ اسی ہندار باطل کے نتیجے میں وہ سلیمان کو اسی رات ابن زیاد کے پاس لے کر آیا جس کی صبح کو وہ کوفہ کے لئے عازم تھا اور اس کا خط اس کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ اس جلد صفت آدمی نے اس نامہ بر کو بلا کر اس کی گردن کاٹ دی اور بصرہ کے ممبر پر برا جان ہو کر خطبہ دیا۔

بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ حمد و ثنائے الہی کے بعد اس نے کہا: ”اے بصرہ والو! میں یہاں کا حکمران اور فرمانروا ہوں۔ میں کسی کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی زبان پر کوئی حکم جاری کرے اور میرے لئے مشکل ایجاد کرے۔ مجھے مشکلات سے کوئی ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں بید ہوں کہ ہواؤں سے لرز جاؤں؛ جو بھی مجھ سے مبارزہ کرے گا اس کے ساتھ سختی سے پیش آکر اسے درہم و برہم کر دوں گا اور جو مجھ سے جنگ کرے گا میں اسے ذلیل کر کے نابود کر دوں گا۔ (انصف القارۃ من راماھا) اے بصرہ والو! امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا والی بنایا ہے اور کل صبح میں وہاں جا رہا ہوں یہاں میں نے تمہارے لئے عثمان بن زیاد بن ابوسفیان کو حاکم بنایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان کی مخالفت اور ان کے خلاف سازش سے پرہیز کرو اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر مجھے کسی طرف سے ذرہ برابر بھی مخالفت کی خبر مل گئی تو اسے اور اس کے سربراہ اور دوستوں کو قتل کر دوں گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ میرے فرمانبردار ہو جاؤ اور تم میں کوئی مخالف اور جدائی پیدا کرنے

^۱ طبری میں اسی طرح موجود ہے۔ یہ جملہ در واقع قبیلہ ”قارہ“ کے ایک جنگجو کے رجز کا ایک ٹکڑا ہے۔ زمان جاہلیت میں یہ قبیلہ تیر اندازی میں بہت معروف تھا۔ اس قبیلہ کا ایک جوان جب دوسرے گروہ سے مقابلہ پر آیا تو ”قارۃ“ نے اس سے کہا: اگر تم چاہو تو میں سبقت کروں اور اگر چاہو تو میں سرعت دکھاؤں یا میں تیر اندازی کروں تو اس نے کہا: میں نے تیر اندازی کو اختیار کیا ہے اس پر مرد قارۃ نے کہا ہے

قد انصف القارۃ فمن راماھا
انّا اذا ما فءتلقاھا

نردّ اولاھا علی آخرھا

یہ کہہ کر اس نے تیر اس کی طرف چلایا جو اس کے سینہ کو چھید گیا۔ شاید یہ جملہ کہہ کر ابن زیاد نے اسی شعر کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ بنی امیہ بھی اس قبیلہ کی طرح اسی فن تیر اندازی میں ماہر تھے۔

والا نہ رہے۔ میں ابن زیاد ہوں اور میں اپنے باپ سے بہت زیادہ شباہت رکھتا ہوں۔ ماموں اور چچا کے بیٹوں کی شباہت مجھے اس سے جدا نہیں کر سکتی۔ اپنے ماموں کا حوالہ نہیں دیتا کیونکہ وہ عجمی ہے اور نہ ہی چچا زاد بھائی یزید کا جو رگینیوں، مستیوں، کھیل، کود، عیش و نوش، گانے بجانے کی محفلوں اور شکار میں معروف ہے لہذا اس کی شباہت سے بھی انکار کر دیا۔ بط بن جوزی نے اس خبر کو تذکرۃ النخاس میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۹۹)

کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ

یہ خطبہ دے کر ابن زیاد دوسرے دن صبح کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کے ہمراہ مسلم بن عمرو باعلی (جس کا تذکرہ گذر چکا ہے) شریک بن اعور حارثی^۲ اور اس کے نوکر چاکر نیز خاندان کے تقریباً ۱۰ افراد تھے^۳۔ جب وہ کوفہ میں وارد ہوا تو اس کے سر پر سیاہ عامہ تھا اور ایک خاص انداز سے اپنے چہرے کو چھپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ والے جن کو امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی تھی اور وہ امام علیہ السلام کے انتظار میں تھے، ابن زیاد کو اس طرح دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ امام علیہ السلام ہیں لہذا وہ جس طرف سے گذر رہا تھا لوگ اسے سلام کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ”مرحباً یا بن رسول اللہ“، فرزند رسول خدا آپ کا آنا مبارک ہو! آپ کا قدم مبارک! خیر مقدم ہے، جب اس نے دیکھا کہ یہ ساری مبارکبادی امام حسین علیہ السلام کی خوشی میں ہے تو اسے برا لگا اور اسے غصہ آگیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیا تم لوگ بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ یہ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں اور کس کا استقبال کر رہے ہیں؟ جب فرزند رسول کی آمد کے تصور پر بھیڑ کنٹرول سے باہر ہو گئی تو ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے مسلم بن

^۱ اپنے باپ کی شباہت کا تذکرہ کر کے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح ظلم و جور و تشدد و انتقام کا پیکر ہوں۔
^۲ فارس کے حوض پر یہ شخص کا رگزار ہوا تو ۳۱ھ میں وہاں مسجد بنوادی۔ (طبری، ج ۱، ص ۳۰) جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱) حضرت علی علیہ السلام نے جاریہ بن قدامہ جو بنی تمیم کے رجال میں شمار ہوتا تھا، کے ہمراہ اسے ابن حضرمی اور اس کے ان ساتھیوں سے لڑنے کے لئے ۲۸ھ میں بصرہ روانہ کیا جنہوں نے معاویہ کی دعوت کو لبیک کہتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۲) عبداللہ بن عامر نے قبیلہ ربیعہ کے ۳۰۰ جنگجو جوانوں کے ساتھ اسے مستور بن علفہ خارجی سے جنگ کے لئے بصرہ روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۹۳) ۵۹ھ میں عبداللہ بن زیاد کی طرف سے کرمان کا والی بنایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۱) کوفہ پہنچنے کے بعد یہ کچھ دنوں زندہ رہا پھر مر گیا اور ابن زیاد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴)

^۳ طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب یزید کا خط عبید اللہ بن زیاد کو ملا تو اس نے بصرہ سے ۵۰۰ لوگوں کو منتخب کیا جس میں عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور بھی تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۹)

عمر و باہمی نے کہا: رک جاؤ تم لوگ کس دھوکہ میں ہو یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے نہ کہ حسین بن علی، جب وہ محل میں داخل ہو گیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ عبید اللہ بن زیاد ہے تو اہل کوفہ شدید غمگین و محزون ہوئے۔^۱

کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

جب ابن زیاد قصر میں وارد ہوا تو دوسرے دن صبح کی نماز جماعت کا اعلان ہوا۔ اعلان ہوتے ہی لوگوں کی بھڑک جمع ہو گئی۔ ابن زیاد محل سے نکلا اور حمد و ثنائے الہی کے بعد بولا: اما بعد: امیر المومنین (اللہ ان کو صحیح و سالم رکھے) نے مجھے تمہارے شر اور اس کی سرحدوں کا امیر بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے درمیان مظلوموں کو انصاف اور محروموں کو ان کا حق دوں، تمہارے درمیان جو میری باتیں سنیں اور میرا مطیع ہو اس کے ساتھ نیکی کروں اور شک و تردید کرنے والوں اور معصیت کاروں کے ساتھ شدت سے پیش آؤں۔ یہ جان لو کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنے امیر کے حرف کا پابند ہوں اور میں ان کے عہد و پیمان کو تمہارے سلسلے میں نافذ کر کے رہوں گا۔ میں تمہارے درمیان نیک کردار اور فرمانبردار لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہوں۔ میرا تازیانہ اور میری تلوار ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حکم اور میرے امر کی مخالفت کرے گا پس جس کو اپنی زندگی کا پاس ہوگا وہ میرے لئے نیک کردار اور راست باز ہوگا۔ وعدہ و وعید کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ لکھ کر وہ نمبر سے نیچے اترا اور شر کے سر پر آوردہ افراد سے بڑی سختی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگا: تم لوگ ناشناس اور بیگانہ افراد کے سلسلے میں لکھ کر مجھے دو اور وہ لوگ جن کی امیر المومنین کو تلاش ہے اور ”حروریہ“ والوں کے بارے میں بھی لکھ کر مجھے بتاؤ، اسی طرح وہ افراد جو شک و تردید کے ذریعہ اختلاف اور پھوٹ ڈالتے ہیں ان کے سلسلے میں بھی مجھے تحریر کرو یہ جان لو کہ جو بھی مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۵۷، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے صعق بن زبیر نے ابو عثمان بندی کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ واقعہ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۶ پر اور خوارزمی نے اپنے مقتل میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۰۰)
حروریہ سے مراد خوارج ہیں یہ علاقہ، کوفہ کے قرب و نواح میں ہے چونکہ صفین سے پلٹتے وقت کوفہ پہنچنے سے پہلے یہ لوگ اس علاقہ میں جمع ہوئے اسی لئے انہیں حروریہ کہا جاتا ہے۔

لکھ کر دے گا وہ آزاد ہے اور جو لکھ کر کسی ایک کے بارے میں بھی نہ دے گا وہ اپنی عرافت کے دائرہ میں ضامن ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے اور ان میں سے کوئی بھی ہم سے بغاوت نہ کرے، اور اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور اس کا مال اور اس کی خون ریزی میرے لئے حلال ہے۔ اگر کسی عریف کے دائرہ عرافت میں کوئی امیر المؤمنین کا باغی پیدا ہوا جس کی گرفتاری سے پہلے اس قبیلہ کے امیر نے ہمیں خبر نہ دی تو اس کے دروازے پر اسے تختہ دار پر لٹکادیا جائے گا اور اس قبیلے کے تمام لوگوں کے مابانہ حقوق قطع کر دئے جائیں گے اور انھیں ”عمان زارہ“ کے علاقہ میں شربدر کر دیا جائے گا۔

ابن عباس کی گفتگو

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ کر کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا بن عم (اے چچا کے فرزند) لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل چکی ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ ذرا مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”انی قد اجمعت المسیر فی احدی موی حذین (۱) ان شاء اللہ تعالیٰ“

^۱ اس زمانے میں اشراف قبیلہ اور سر برآوردہ افراد جو مورد اعتماد حکومت ہوا کرتے تھے انہیں ”عرافہ“ کہا جاتا تھا۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ حکومت کو رعیت سے آشنا کرانیں اور بیت المال سے ان کے حقوق کو منظم کرانیں۔ کوفہ میں ۱۰۰ عریف تھے اہل کوفہ والوں کے حقوق و بخشش وہاں کے چار امراء کو دینے جاتے تھے اور وہ اسے عرافہ، نقباء اور امناء کو دیا کرتے تھے اور یہ سربر آوردہ چونکہ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ بعد از ظہر ہے اور یہ وہ وقت ہے جب لوگ منی کی طرف جارہے ہوتے ہیں (طبری، ج ۵، ص ۳۸۵) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن عباس اور امام علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ۶ ذی الحجہ کو انجام پذیر ہوئی ہے اور اس خبر کا مشہور ہونا اس گفتگو سے زیادہ سے زیادہ دو دن پہلے ہے یعنی ۴ ذی الحجہ کو یہ خبر پھیل گئی کہ امام علیہ السلام مکہ ترک کرنے والے ہیں؛ لیکن اس سے قبل اس خبر کے مشہور ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا سبب ہے جس کی بنیاد پر اتنے دن مکہ میں رہنے کے بعد عین حج کے دن حج تمام ہونے سے پہلے ہی امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ دیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ جناب مسلم بن عقیل کے خط کی بنیاد پر جلدی کی، کیونکہ اس میں مرقوم تھا کہ خط ملتے ہی فوراً روانہ ہو جائیے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جناب مسلم بن عقیل نے اپنی شہادت سے ۲۷ دن قبل یعنی ۱۲ یا ۱۳ ذی القعدہ کو امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا ہے۔ ایسی صورت میں تقریباً دس (۱۰) دن کے اندر یعنی ۲۷ ذی قعدہ تک یہ خط امام علیہ السلام کو موصول ہو چکا تھا لہذا اگر امام علیہ السلام کو سفر کرنا ہی تھا تو انہیں دنوں میں سفر کر لیتے یہ ۴ دن قبل خبر کا مشہور ہونا اور عین حج کے موقع پر سفر کرنے کا راز کیا ہے؟ اس کا جواب ہمیں فرزدق کے سوال کے جواب میں ملتا ہے، جب راستے میں فرزدق شاعر کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے ہوئی تو اس نے بھی امام علیہ السلام سے یہی سوال کیا کہ اتنی جلدی کیا تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جارہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: ”لولم أعجل لأخذت“ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶) اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ مفید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے عراق کا قصد کیا تو خانہ کعبہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور اسے عمرہ قرار دے کر احرام سے خارج ہو گئے کیونکہ مولا کا مل حج انجام دینے پر متمکن نہ تھے ہر آن اس کا خطرہ تھا کہ عین حج کے موقع پر آپ کو گرفتار کر کے یزید بن معاویہ تک پہنچا دیا جائے لہذا امام علیہ السلام فوراً مکہ سے نکل گئے۔ (ارشاد، ص ۲۱۸) معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ماہ ذی الحجہ میں امام حسین علیہ السلام نے عمرہ انجام دیا پھر یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو عراق کی طرف کوچ کر گئے یہ موقع وہ تھا کہ ادھر آپ عین حج کے موقع پر مکہ سے کوچ کر رہے تھے ادھر حجاج کرام حج کے لئے مکہ سے منی کی طرف جارہے تھے۔ ذی الحجہ میں جو حج نہ کرنا چاہیے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ عمرہ انجام دے لے۔

میں نے ایک دو روز میں نکلنے کا قطعی فیصلہ کر رکھا ہے، ان شاء اللہ۔ ابن عباس نے کہا: میں آپ کے اس ارادہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ذرا مجھے بتائیے کہ کیا آپ اس قوم کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنے ظالم اور سنگھار حکمران کو نابود کر دیا ہے اور اپنے شہر و دیار کو ان کے چنگل سے نجات دلادی ہے اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال بھگایا ہے؟ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا ہے تو آپ فوراً رخت سفر باندھ لیجئے لیکن اگر ان لوگوں نے آپ کو اس حال میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم ان پر مسلط اور قہر و غلبہ کے ساتھ ان پر قابض ہے، اس کے عاملین شہروں میں اس کی طرف سے مالیات وصول کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان لوگوں نے آپ کو جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے جس کی کوئی ضمانت نہیں اور نہ ہی آپ اس بات سے امن و امان میں ہیں کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں، جھٹلائیں، مخالفت کریں اور چھوڑ دیں، نیز آپ اس سے بھی امان میں نہیں ہیں کہ اگر وہ آپ کی طرف آئیں تو آپ کے سخت دشمن بن جائیں۔

اسی طرح ابراہیم بن عمر یانی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو ایام حج میں عمرہ انجام دے کر باہر آجائے اور وہاں سے اپنے شہر کی طرف نکل جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: کوئی مشکل نہیں ہے پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: امام حسین علیہ السلام عمرہ انجام دے کر یوم الترویہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ (وسائل، ج ۱۰، ص ۲۴۶) یہی وجہ ہے کہ شیخ ثوثری نے فرمایا: دشمنوں نے پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح امام حسین علیہ السلام کو پکڑ لیں یا دھوکہ سے قتل کر دیں، خواہ آپ کعبہ کی دیوار سے لیٹے ہوں۔

امام علیہ السلام ان کے باطل ارادہ سے آگاہ تھے لہذا اپنے احرام کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا اور حج تمتع ترک کر دیا۔ (الخصائص، ص ۳۲، تبریز) شیخ طبرسی نے اعلام الوری کی ایک خاص فصل میں امام علیہ السلام کے سفر کے واقعہ اور آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں پر آپ نے ارشاد میں موجود شیخ مفید کی عبارت کو تقریباً بعینہ ذکر کیا ہے اور اس کی تصریح بھی نہیں کی ہے۔ اس فصل میں آپ نے انہیں باتوں کو ذکر کیا ہے جسے شیخ مفید نے لکھا ہے۔ ہاں وہاں کلمہ ”تمام الحج“ کے بجائے ”اتمام الحج“ کر دیا ہے

جو غلط ہے اور شاید نسخہ برداروں کی خطا ہے۔ اس خطا کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کلمات میں بڑا فرق ہے کیونکہ کلمہ ”الاتمام“ کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے احرام حج باندھ لیا تھا جبکہ کلمہ ”تمام الحج“ اس معنی کی طرف راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ”الارشاد“ کے نسخہ مختلف ہیں کیونکہ شیخ قرشی نے شیخ مفید کے کلام کو اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح طبری نے ”تمام الحج“ نقل کیا ہے۔ (ج ۳، ص ۵۰) یہ انھوں نے ارشاد کے ص ۲۴۳ سے نقل کیا ہے جبکہ ہم نے ارشاد کے ص ۲۱۸ طبع حیدریہ پر ”تمام الحج“ دیکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: میں خدا سے طلب خیر کروں گا پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔

ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو

سورج آہستہ آہستہ مغرب کے دامن میں اپنا چہرہ چھپانے لگا اور شب آگئی، اسی رات یا دوسرے دن صبح ابن عباس دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا بن عم! میں بے حد صبر و تحمل سے کام لینا چاہتا ہوں لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوتا کیونکہ میں اس سفر کو آپ کے لئے بے حد خطرناک سمجھتا ہوں اور آپ کی ہلاکت سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ عراقی دھوکہ باز ہیں؛ آپ خدا را ان کے قریب نہ جائیے؛ آپ اسی شہر میں مقیم رہیں کیونکہ آپ سید حجاز ہیں۔

اب اگر اہل عراق آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو خط لکھ دیجیے کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو وہاں سے بھگائیں پھر آپ وہاں جائیے؛ اور اگر آپ نے جانے کے لئے عزم باہرزم کر ہی لیا ہے تو آپ یمن روانہ ہو جائیں کیونکہ وہاں کی زمین وسیع ہے۔ اس کے علاوہ وہاں آپ توحید و عدالت کی دعوت اچھی طرح دے سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کی بھرپور امید ہے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہاں کسی فشار اور طاقت فرسا رنج و غم کے بغیر انجام دے سکتے ہیں۔

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۳) یہ بات یہاں قابل توجہ ہے کہ ابن عباس ظلم کے خلاف امام حسین علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہیں ہیں بلکہ قیام کے لئے حالات سازگار ہیں یا نہیں، اس میں انھیں شک ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی ان کے نظریہ کو رد نہیں کیا بلکہ آپ ان کو اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے لیکن اسی حال میں اپنے بلند مقصد اور اپنی رسالت کے سلسلہ میں کوشاں تھے کیونکہ آپ اسی ماحول میں نظام اموی کے خلاف قیام کو لازم سمجھ رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”یا بن عم! انی واللہ لا علم انک ناصح و لکنی ازمعت و اجمعت علی المسیر“ یا بن عم! خدا کی قسم مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ آپ مخلص اور مشفق میں لیکن آپ یہ جان لیں کہ میں عزم با مجرم کر چکا ہوں اور سفر کے لئے تیار ہوں۔ ابن عباس نے کہا: اگر ایسا ہے کہ آپ حتماً جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ مخدرات اور بچوں کو نہ لیں جائیں؛ کیونکہ میں آپ کے قتل اور خاندان کی اسیری سے خوف زدہ ہوں۔^۱

عمر بن عبد الرحمن مخزومی کی گفتگو

عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی^۲ کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق جانے کے لئے سامان سفر باندھ چکے تو میں ان کی خدمت میں آکر ان کی ملاقات سے شریفاب ہوا اور ثنائے الہی کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا: یا بن عم! میں آپ کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں جسے مخلصانہ نصیحت کے طور پر آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اب اگر آپ مجھے اپنا خیر خواہ اور صاحب فکر سلیم سمجھتے ہیں تو میں وہ عرضداشت آپ کی خدمت میں پیش کروں ورنہ میں جو کما چاہتا ہوں اس سے صرف نظر کر لوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”قل فواللہ ما اظنک بے الرأی ولا حقاً للشیخ من الأمر والفعل“، تم جو کما چاہتے ہو، کو، خدا کی قسم میں اس بات کا گمان بھی نہیں کرتا کہ تم میرے لئے برا تصور رکھتے ہو اور میری بھلائی نہیں چاہتے۔ عمر بن عبد الرحمن مخزومی نے

^۱ امام حسین علیہ السلام کے اس جملہ میں کلمہ ”ناصر“ خلوص و اخلاص کے معنی میں استعمال ہوا ہے، موعظہ اور نصیحت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس لفظ کے لئے یہ معنی جدید اور نیا ہے، اس کا اصلی معنی نہیں ہے، امام فرما رہے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ ابن عباس کی گفتار میں خلوص و شفقت اور محبت و عذوفت پنہاں ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابن عباس امام علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہ تھے بلکہ وہ اس شک و تردید میں تھے کہ قیام کے لئے حالات سازگار اور مناسب ہیں یا نہیں اور امام علیہ السلام نے بھی اس سلسلے میں ان کی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اس کے باوجود بھی وہ قیام کے لئے عازم ہیں کیونکہ وہ اس قیام کو شریعت مقدسہ کی زندگی کے لئے لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ج ۵، ص ۳۸۳)

^۳ یہ وہی شخص ہے جسے مختار کے عہد حکومت میں عبداللہ بن زبیر نے ۶۶ھ میں کوفہ کا والی بنادیا تو مختار نے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو اس کے پاس پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں اور ستر (۷۰) ہزار درہم کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ ان درہموں کے مقابلہ میں مختار کے لئے کوفہ کی گورنری چھوڑ دے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر ان سپاہیوں سے نبرد آزما ہو جائے۔ عمر بن عبد الرحمن نے وہ درہم قبول کر لئے اور رابئی بصرہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۷۱) اب رہا امام علیہ السلام کی مدح و ثنا کا سوال تو اس روایت کا ناقل خود یہی شخص ہے۔ اس کا دادا حارث بن ہشام اور اس کا بھائی جہل بن ہشام دونوں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے دشمن تھے۔ ہم نے اس کا تذکرہ مقدمہ میں کیا ہے۔

^۴ ہو یعنی ہا ویا جس کی اصل ہوئی ہے جس کے معنی برا ارادہ رکھنے والے کے ہیں۔

کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں اور میں آپ کے اس سفر سے خوفزدہ ہوں؛ کیونکہ آپ ایسے شہر میں جانا چاہتے ہیں جس میں امراء اور عاملین دونوں موجود ہیں اور ان کی پشت پناہی کے لئے یت المال کا ذخیرہ موجود ہے۔ قوم درہم و دینار کی غلام ہے اور میں اس سے بھی آپ کو امن و امان میں نہیں سمجھتا کہ وہی لوگ آپ سے مقابلہ اور جنگ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے جو ابھی آپ کی نصرت کا وعدہ کر رہے ہیں اور آپ کے دشمن کی دشمنی سے زیادہ آپ سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”جزاک اللہ خیراً یا بن عم! فہد واللہ علمت انک مشیت بنح و تکلمت بعقل و ممھا یقض من امریکن، أخذت برأیک أو ترکته فانت عندی أحمد میثراً و النصح ناصح“ اے چچا کے فرزند خدا تم کو جزائے خیر دے! خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ تم خیر خواہی کے لئے آئے ہو اور تمہاری گفتگو میں عقل و خرد کے جلوے ہیں؛ بنا براین حسب ضرورت یا تو تمہاری رائے پر عمل کروں گا یا اسے ترک کروں گا لیکن جو بھی ہو تم میرے نزدیک اچھا مشورہ دینے والے اور بہترین خیر خواہ ہو۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو

عبد اللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشعل اسدی کا بیان ہے کہ ہم دونوں حج کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور یوم ترویہ وارد مکہ ہوئے۔ وہاں پر ہم نے سورج چڑھتے وقت حسین اور عبد اللہ بن زبیر کو خانہ کعبہ کے دروازہ اور حجر الاسود کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا، ہم دونوں ان کے نزدیک آگئے تو عبد اللہ بن زبیر کو حسین سے یہ کہتے ہوئے سنا: اگر آپ یہاں قیام فرمائیں گے تو ہم بھی یہیں سکونت اختیار کریں گے اور یہاں کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں پھر ہم آپ کی پشت پناہی اور مدد کریں گے اور آپ کے مخلص و خیر خواہ ہو کر آپ کی بیعت کر لیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”ان ابی حدثنی: ”ان بھا کبشا یتعل حرمتھا“! فا احب ان اکون انا ذالک الکبش““ میرے بابا نے مجھ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ یہاں ایک سربرآوردہ

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۸۲، ہشام نے ابو مخنف کے حوالے سے کہا ہے کہ مجھ سے صعقب بن زبیر نے عمر بن عبد الرحمن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو جناب یحییٰ ابی حبیہ نے عدی بن حرملة اسدی سے، اس نے عبد اللہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۴) الکبش: اس نر بکر کے کہتے ہیں جو عام طور پر گلہ کے آگے رہتا ہے۔ یہ درواقع تشبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی امر کی قیادت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے ذریعہ سے امام علیہ السلام نے ابن زبیر کو یاد دلایا کہ شاید یاد آوری اس کو فائدہ پہنچا ئے لیکن یاد آوری تو مومنین کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔

شخص آئے گا جو اس حرم کی حرمت کو پا مال کرے گا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ سربر آوردہ شخص میں قراپاؤں۔ ابن زبیر نے کہا :
 فرزند فاطمہ ! آپ ذرا میرے نزدیک آئے تو امام علیہ السلام نے اپنے کانوں کو اس کے لبوں سے نزدیک کر دیا۔ اس نے
 راز کی کچھ باتیں کیں پھر امام حسینؑ ہماری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا : ”اُندرون ما یقول ابن زبیر؟“ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ
 ابن زبیر نے کیا کہا؟ ہم نے جواب دیا : ہم آپ پر قربان ہو جائیں! ہمیں نہیں معلوم ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : وہ کہہ
 رہا تھا کہ آپ اسی حرم میں خانہ خدا کے نزدیک قیام پذیر رہے، میں آپ کے لئے لوگوں کو جمع کر کے آپ کی فرمانبرداری کی
 دعوت دوں گا۔ پھر حسینؑ نے فرمایا : ”فان الذکر می تنفع المؤمنین“ واللہ لمن اقلل خارجاً منھا بشراً حب الی من ان اقلل داخلًا
 منھا بشراً وایم اللہ لو کنتم فی حجر حاتمہ من ہذہ الحوام لا تخرجونی حتی یقفونی حاتمہم، واللہ ليعتدن علی کما اعتدت الیہود فی
 السبت“ خدا کی قسم! اگر میں حرم سے ایک بالشت دور قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں حرم کے
 اندر قتل کر دیا جاؤں، خدا کی قسم! اگر میں حشرات الارض کے سوراخ میں بھی چلا جاؤں تو بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر میرے
 سلسلہ میں اپنی حاجت اور خواہش پوری کر کے ہی دم لیں گے۔ خدا کی قسم! یہ لوگ اس طرح مجھ پر ظلم و ستم روا رکھیں گے جس طرح
 روزِ شنبہ یہودیوں نے ظلم و ستم کیا تھا۔

عمر بن سعید اشدق کا موقف

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی اختیار کی تو مکہ کے گورنر عمر بن سعید بن عاص^۲ کے نمائندوں نے یحییٰ بن سعید کی
 سربراہی میں حضرت پر اعتراض کیا۔ اور سب کے سب اسی خوف سے آپ فوراً نکل گئے کہ کہیں آپ کی اور آپ کے خاندان

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو سعید عقیصانے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں... (طبری، ج ۵، ص ۲۸۵) وہ بہترین جواب ہے جو امام حسین علیہ السلام نے تمام سوالوں کے جو اب میں بہت مختصر طور پر دیا ہے کہ بہر حال بنی امیہ کو حضرت کی تلاش ہے؛ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ پر ظلم و ستم کریں گے پس ایسی صورت میں لازم ہے کہ آپ فوراً مکہ چھوڑ دیں تاکہ آپ کی مثال بکری کے اس گلہ کے بکرے کی جیسی نہ ہو جائے جو آگے آگے رہتا ہے جس کا ذکر آپ کے والد حضرت امیر المومنینؑ نے کیا تھا۔

^۲ جب عمر و بن سعید مدینہ کا والی ہوا تو اس نے عیبد اللہ بن ابی رافع جو امام علی بن ابیطالبؑ کے کاتب تھے، کو بلایا اور ان سے پوچھا: تمہارا مولا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) (یہ ابو رافع، ابو حبیہ سعید بن عاص اکبر کے غلام تھے جو سعید بن عاص کے بیٹوں کو میراث میں ملے تھے۔ ان میں سے تین بیٹوں نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور یہ سب کے سب جنگ بدر میں مار ڈالے گئے اور ایک بیٹے خالد بن سعید نے اپنا حصہ رسول خدا کو ہیہ کر دیا تو آپ نے اسے آزاد کر لیا) یہ سنتے ہی اس نے سو

کی بے حرمتی نہ ہو جائے اور ادھر اہل کوفہ کی دعوت کا جواب بھی ہو جائے گا جو آپ کے لئے ان پر اتمام حجت ہوگی تاکہ یہ الزام نہ آئے کہ رسول خدا کے بعد امت کے لئے کوئی حجت نہ تھی اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ کی جانب سے تو پیغمبروں کے بعد ہمارے لئے کوئی حجت ہی نہ تھی۔ ”لئلا یکون للناس علی اللہ حجت بعد الرسول“ (سورہ براءہ ۱۶۵) اور تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے: ”لولا أرسلت الینا رسولا منذرنا وأقمنا لعلنا عاصوا فتنج آیاتک“، تو نے ہم تک ڈرانے والا کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا اور ہمارے لئے کوئی ہدایت کرنے والی نشانی کیوں نہ قائم کی تاکہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس وحشت و خوف کے ماحول میں کوفہ نہ جاتے تو اور کہاں جاتے؛ جب کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ کر دی گئی تھی۔

امام علیہ السلام سے کہنے لگے: اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے! آپ کہاں جا رہے ہیں! امام علیہ السلام نے انکار کیا اور دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ انھوں نے تازیانہ بلند کر لیا لیکن امام علیہ السلام اپنی راہ پر گامزن رہے۔ جب امام علیہ السلام کو ان لوگوں نے جاتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز میں پکار کر کہا: اے حسین! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو جماعت سے نکل کر اس امت کے درمیان تفرقہ اندازی کر رہے ہو! ان لوگوں کی باتیں سن کر امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: **لَیْ عَیْی وَکَلَّمْ عَکَلَمْ اَنْتُمْ بَرَّعُونَ جَا اَغْلَ وَ اَنَا بَرِّی عَ جَا تَعْمَلُونَ**^۲، اگر وہ تم کو جھٹلائیں تو تم کہہ دو کہ ہمارا عمل ہمارے لئے

کوڑے لگائے پھر پوچھا تیرا مالک و مولا کون ہے؟ انہوں نے پھر جواب دیا: رسول خدا! تو اس نے پھر سو کوڑے لگائے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا، وہ پوچھتا جاتا تھا اور یہ جواب میں کہتے جاتے تھے: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور وہ کوڑے برسائے جاتے یہاں تک کہ پانچ سو کوڑے مارے اور پھر پوچھا کہ تمہارا مولا و مالک کون ہے؟ تو تاب نہ لا کر عید اللہ بن ابورافع نے کہہ دیا: تم لوگ میرے مالک و مختار ہو یہی وجہ ہے کہ جب عبدالملک نے عمرو بن سعید کو قتل کیا تو عید اللہ بن ابی رافع نے شعر میں قاتل کا شکریہ ادا کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۷۰) عمرو بن سعید نے ابن زبیر سے جنگ کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اور جو بھی ابن زبیر کا طرفدار تھا اسے مدینہ میں مار ڈالا تھا جن میں سے ایک محمد بن عمار بن یاسر تھے۔ اس نے ان میں سے چالیس یا پچاس یا ساٹھ لوگوں کو مارا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۴) جب اس تک امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے خوشیاں منائیں اور جب بنی ہاشم کی عورتوں کا بین سنا تو کہنے لگا کہ یہ بین عثمان کے قتل پر انکے گھر کی عورتوں کے بین کا جواب ہے پھر یہ منبر پر گیا اور لوگوں کو اس سے باخبر کیا۔ اس کے بعد یزید کو معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید، ابن زبیر سے رفق و محبت سے پیش آرہا ہے اور اس پر تشدد نہیں کر رہا ہے تو یکم ذی الحجہ ۶۱ھ کو اسے معزول کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۷۷) تو یہ اٹھکر یزید کے پاس آیا اور اس سے معذرت خواہی کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۷۹) اس کا باپ سعید بن عاص، معاویہ کے زمانے میں مدینہ کا والی تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۱)

^۱ یہ عمرو بن سعید کا بھائی ہے۔ اس نے شام میں عبدالملک کے دربار میں ان ایک ہزار جوانوں کے ساتھ اپنے بھائی کی مدد کی جو اس کے ساتھی اور غلام تھے لیکن آخر میں وہ سب بھاگ گئے اور اسے قید کر لیا گیا پھر آزاد کر دیا گیا تو یہ ابن زبیر سے ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۴۳، ۱۴۷) پھر کوفہ روانہ ہو گیا اور اپنے ماموں کے پاس پناہ لی جو جعفری قبیلہ سے متعلق تھے جب عبدالملک کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کرنا شروع کر دی تو اس نے بھی اس کی بیعت کر لی اور امن کی درخواست کی۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۲)

^۲ سورہ یونس، ۴۱ طبری، ج ۵، ص ۳۸۵، ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اور تمہاری کارستانی تمہارے لئے ہے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے تم ذمہ دار نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔

عبداللہ بن جعفر کا خط چوتھے امام حضرت علی بن حسین بن علی (علیہ السلام) کا بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے نکل رہے تھے تو عبداللہ بن جعفر بن ایطال نے ایک خط لکھ کر اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد کے ہمراہ روانہ کیا جس کی عبارت یہ ہے ”اما بعد، فانی أسألك بالله لما انصرفت حين تظرفني كتابي فاني مشفق عليك من الوجه الذي توجبه له أن يكون فيه هلاكك واستئصال أهل بيتك، أن هلك اليوم ظني نور الارض فانك علم المصنفين ورجاء المؤمنين، فلا تعجل بالسیر فانی فی اثر الکتاب؛ والسلام“ اما بعد : جب آپ کی نگاہ میرے خط پر پڑے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے؛ کیونکہ آپ نے جس طرف کا رخ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی اسیری ہے اور اگر آپ دنیا سے گزر گئے تو زمین کا نور خاموش ہو جائے گا؛ کیوں کہ آپ ہدایت یافتہ افراد کے پرچار اور مومنین کی امید میں؛ لہذا آپ سفر میں جلدی نہ کریں۔ میں اس خط کے پہنچتے پہنچتے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہو رہا ہوں۔ والسلام

عبداللہ بن جعفر اس خط کے فوراً بعد عمرو بن سعید بن عاص کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا : حسین (علیہ السلام) کو ایک خط لکھو جس میں تم ان کے امن و امان کا تذکرہ کرو، اس میں ان سے نیکی اور صلہ رحم کی تمنا و آرزو کرو اور اطمینان دلاؤ، ان سے پلٹنے کی درخواست کرو، شاید وہ تمہاری باتوں سے مطمئن ہو کر پلٹ آئیں اور اس خط کو اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہمراہ روانہ کرو؛ کیونکہ وہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے وہ مطمئن ہوں اور ان کو یقین ہو جائے کہ تم اپنے قصد میں مصمم ہو۔ عمرو بن سعید نے

^۱ آپ جنگ جمل میں امیر المومنین کے لشکر میں تھے اور عائشہ کو مدینہ پہنچانے میں آپ نے آنحضرت کی مدد فرمائی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۱۰) آپ کی ذات وہ ہے جس سے حضرت امیر المومنین کوفہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے حضرت کو مشورہ دیا تھا کہ محمد بن ابی بکر جو آپ کے مادری بھائی بھی تھے، کو مصر کا والی بنادیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۵۴) آپ جنگ صفین میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور آپ کے حق میں بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۴۸) بنی امیہ کے خلاف امام حسن علیہ السلام کے قیام میں بھی آپ ان کے مددگار تھے (طبری، ج ۵، ص ۱۶۰) اور جب صلح کے بعد سب مدینہ لوٹنے لگے تو دونوں اماموں کے ہمراہ آپ بھی مدینہ لوٹ گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۵) آپ کے دونوں فرزند عون و محمد امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب آپ تک ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا : ”واللہ لو شہدتہ ، لأحببت الّا أفرقه حتی أقتل معہ“ خدا کی قسم اگر میں موجود ہوتا تو واقعاً مجھے یہ محبوب تھا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ ان کے ہمراہ قتل ہو جاؤں۔ (طبری ج ۵، ص ۴۶۶)

^۲ یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر سرفراز ہوئے۔ طبری کے بیان کے مطابق عون کی ماں جمانہ بنت مسیب بن نجہ بن فزاری ہیں (مسیب بن نجہ تو ابین کے زعماء میں شمار ہوتے ہیں) اور محمد کی ماں خوصاء بنت خصفہ بنت ثقیف ہیں جو قبیلہ بکر بن وائل سے متعلق ہیں۔

عبداللہ بن جعفر کو جواب دیتے ہوئے کہا: تم جو چاہتے ہو لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اس پر مہر لگا دوں گا، بنا بریں عبداللہ بن جعفر نے اس طرح نامہ لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط عمرو بن سعید کی جانب سے حسین بن علی کے نام ہے۔ اما بعد: میں خداوند متعال سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو ان چیزوں سے منصرف کر دے جس میں آپ کا رنج و ملال ہے اور جس میں آپ کی ہدایت ہے اس طرف آپ کو سرفراز کرے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے عراق کا رخ کیا ہے۔ خداوند عالم آپ کو حکومت کی تکمیل اور مخالفت سے محفوظ رکھے؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت ہے۔

میں آپ کی طرف عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو روانہ کر رہا ہوں؛ آپ ان دونوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لے آئیے کیونکہ میرے پاس آپ کے لئے امان، صلہ رحم، نیکی اور خانہ خدا کے پاس بہترین جائیگاہ ہے۔ میں خداوند عالم کو اس سلسلے میں گواہ، کفیل، ناظر اور وکیل قرار دیتا ہوں۔ والسلام

خط لکھ کر آپ اسے عمرو بن سعید کے پاس لے کر آئے اور اس سے کہا: اس پر مہر لگاؤ تو اس نے فوراً اس پر اپنی مہر لگا دی اور اس خط کو لے کر عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ امام علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی خدمت میں یحییٰ بن سعید نے خط پڑھا تو امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن سعید کو خط کا جواب اس طرح لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد، فانه لم يوافق الله ورسوله من دعا الى الله عز وجل وعل صاحباً وقال ائني من المسلمين؛ وقد دعوت الى الامان والبرز والصلوة فخير الامان امان الله ولن يهتدي يوم القيامة من لم يخف في الدنيا، فسال الله مخافة في الدنيا فاجاب الله ان اماناً يوم القيامة فان كنت نويت بالكتاب صلتى وبرى فجزيت خيراً في الدنيا والآخرة۔ والسلام بسم اللہ الرحمن الرحیم، اما بعد، ہر وہ شخص جو لوگوں کو خدائے عزوجل کی طرف دعوت دیتا ہے اور عمل صالح انجام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ خدا اور رسول کی مخالفت نہیں کرتا ہے اور تم نے جو مجھے امان، نیکی اور صلہ رحم کی دعوت دی ہے تو جان لو کہ بہترین امان خداوند متعال کی امان ہے اور قیامت میں وہ شخص اللہ کی امان میں نہیں ہے جو دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ میں دنیا میں خدا سے اس خوف کی درخواست کرتا ہوں جو آخرت میں قیامت کے دن ہمارے لئے امان کا

باعث ہو۔ اب اگر تم نے اپنے خط کے ذریعہ میرے ساتھ صلہ رحم اور نیکی کی نیت کی ہے تو تم کو دنیا و آخرت میں اس کی جزا ملے گی۔ وہ دونوں امام علیہ السلام کا جواب لے کر عمرو بن سعید کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم دونوں نے تمہارے خط کو ان کے سامنے پڑھا اور اس سلسلے میں بڑی کوشش بھی کی لیکن اس سلسلہ میں ان کا عذر یہ تھا کہ وہ فرما رہے تھے: ”اِنِّیْ رَأِیتُ رَؤِیَا فِیْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ (وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) وَأَمْرَتْ فِیْہَا بِأَمْرٍ أَمَّا مَضٰی، عَلٰی کَانَ أَوَّلِی“ میں نے ایک ملکوتی خواب دیکھا ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم موجود تھے۔ اس خواب میں آپ نے مجھ کو ایک چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ اولیٰ ہے۔

جب ان دونوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ”ما حدثت بھا أحدًا وَاَنَا مَحْدُثٌ بَہَا حَتّٰی اَلْتَمِیْتُ رَبِّیْ“ اور میں یہ خواب کسی سے بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی میں یہ خواب کسی سے بیان کرنے والا ہوں یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کر لوں۔

اور جب وہ لوگ اس جواب سے قانع نہ ہوئے تو امام علیہ السلام نے کہہ دیا کہ آپ کو ایک ایسے خواب میں حکم دیا گیا ہے جس میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے کہ آپ اپنے سفر کو جاری رکھیں؛ لیکن آپ نے اس خواب کو بیان نہیں کیا اور یہ کہہ کر بات تمام کر دی: ”وَاَنَا مَحْدُثٌ لِّہَا حَتّٰی اَلْتَمِیْتُ رَبِّیْ“ شاید یہیں پر احمد بن اعثم کو فی متوفی ۳۱۰ھ نے امام علیہ السلام کے اس خواب کا تذکرہ کر دیا ہے جو آپ نے اپنے جد کی قبر پر مدینہ میں دیکھا تھا لیکن یہ کیسے معلوم کہ یہ خواب وہی ہے؟ جب امام علیہ

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے علی بن الحسین (علیہما السلام) کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ج ۵، ص ۳۸۸) امام علیہ السلام یہ مناسب نہیں دیکھ رہے تھے کہ اپنے سفر کے راز سے سب کو آشنا کر تے کیونکہ انسان جو کچھ جانتا ہے وہ سب بیان نہیں کر دیتا ہے خصوصاً جبکہ انسان ظرف و جود کے لحاظ سے مختلف و متفاوت ہوں اور امام علیہ السلام پر واجب ہے کہ ہر شخص کو اس کے وجود کی وسعت اور معرفت کی گنجائش کے اعتبار سے آشنائی بہم پہنچائیں، اسی لئے امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک واقعی جو اب دیدیا کہ ”لَمْ یَشَاقِقْ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ دَعَا الِی اللّٰہِ وَعَمَلَ صَالِحًا... وَخَیْرَ اِلَّا مَا اَمَانَ اللّٰہُ وَلَنْ یُّؤْمِنَ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَتِ مَنْ لَمْ یُخَفِّہٖ فِی الدُّنْیَا فَنَسَّآلَ اللّٰہُ مَخَافَتَہٗ فِی الدُّنْیَا تُوْجِبُ لَنَا اَمَّا نَہْ یَوْمَ الْقِیَامَہِ“

السلام نے فرمایا کہ یہ خواب خدا کی ملاقات سے قبل میں کسی سے بھی بیان نہیں کروں گا یعنی یہ وہی بات ہے جس کا میں نے عہد کیا ہے۔ واللہ اعلم بہ، اللہ اس سے بہتر آگاہ ہے۔

راستہ کی منزلیں

پہلی منزل: تنعیم امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا اور راستہ میاں پ کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جسے تنعیم کہتے ہیں۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی جسے بحیر بن ريسان حمیری^۱ نے یزید بن معاویہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ شخص یمن میں یزید کا کار گزار تھا۔ اس قافلہ کے ہمراہ الورس^۲ اور بہت سارے شاہانہ لباس تھے جسے عامل یمن نے یزید کے پاس روانہ کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس کا روان کے سارے بار کو اپنی گرفت میں لے لیا اور قافلہ والوں سے فرمایا: ”لا اکر حکم من احب ان یضی معنا الی العراق اوفینا کراءه و احسننا صحبته، ومن احب ان یفار قامن مکاننا هذا اعطیناه من الکراء علی قدر ما قطع من الارض“، ممکن ہے کہ بادی النظر فکر میں کسی کو امام علیہ السلام کا یہ فعل العیاذ باللہ نامناسب لگے کہ آپ نے درمیان سے قافلہ میں تم لوگوں پر کوئی زبر دستی نہیں کرتا لیکن تم میں جو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ عراق چلے تو ہم اس کو کرایہ سفر بھی دیں گے اور اس کی ہمراہی کو خوش آمدید بھی کہیں گے اور جو ہم سے نہیں سے جدا ہونا چاہتا ہے اسے بھی ہم اتنا کرایہ سفر دے دیں گے کہ وہ اپنے وطن تک پہنچ جائے۔ امام علیہ السلام کی اس دلنشین گفتار کے بعد جو بھی اس قافلہ نور سے جدا ہوا اسے امام علیہ السلام نے اس کا حق دے دیا اور جس نے رکنا چاہا اسے کرایہ دینے کے علاوہ امام علیہ السلام نے لباس بھی عطا کیا۔^۳

^۱ یہ مکہ سے دوفرسخ پر ایک جگہ ہے جیسا کہ معجم البلدان ج ۲، ص ۴۱۶ پر مرقوم ہے۔ مکہ کے داہنی جانب ایک پہاڑ ہے جسے تنعیم کہتے ہیں اور شمالی حصہ میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جسے ”ناعم“ کہتے ہیں اور اس وادی کو ”نعیمان“ کہتے ہیں۔ وہاں پر ایک مسجد وجود ہے جو قریب ترین میقات اور حرم سے نزدیک ترین احرام سے باہر آنے کی جگہ ہے آج کل یہ جگہ مکہ کے مرکزی علاقہ سے ۶ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک فرسخ ہے نہ کہ دو فرسخ۔ اس وقت شہر سے لے کر یہاں تک پورا ایک متصل اور وسیع علاقہ ہے جو مدینہ یا جدہ سے مکہ آنا چاہتا ہے اسے ادھر ہی سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔

^۲ گویا یہ وہی شخص ہے جو علم نجوم میں صاحب نظر تھا کیونکہ اس نے عبداللہ بن مطیع کو بتایا تھا کہ جب ابن زبیر قیام کرے گا تو وہ کوفہ کا والی بنے گا۔ (طبری، ج ۶، ص ۹) طاووس یمانی جو بہت معروف ہیں اس شخص کے آقا تھے طاووس یمانی نے مکہ میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۹)

^۳ الورس؛ یہ خاص قسم کی گھاس ہے جو تل کی طرح ہوتی ہے اور رنگ ریزی کے کام آتی ہے اور اس سے زعفران بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ گھاس یمن کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتی ہے۔

^۴ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۵)

دوسری منزل: الصلاح عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن شمل اسدی کا بیان ہے کہ پہلی منزل سے چلنے کے بعد ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے ہمراہ دوسری منزل پر پہنچے جسے ”الصلاح“ کہتے ہیں اور وہاں ہماری ملاقات فرزدق بن غالب^۲ شاعر سے ہوئی۔ وہ حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: خداوند متعال آپ کی حاجت کو پورا کرے اور آپ کی تمنا و آرزو کو منزل مراد تک پہنچائے۔

کے بار کو اپنی گرفت میں کیوں لیا؟ یہ تو غضب ہے لیکن وہ افراد جو تاریخ کی ابجد خوانی سے بھی واقف ہوں گے وہ بالکل اس کے برعکس فیصلہ کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق تو امام علیہ السلام کا کام غلط ہو ہی نہیں سکتا، انھوں نے جو کیا وہی حق ہے لیکن ایک غیر کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کافی ہوگی اور جب وہ تاریخ کے اوراق میں امام حسن علیہ السلام کی صلح کے شرائط پر نگاہ ڈالے گا تو ظاہری اعتبار سے بھی یزید کا تخت حکومت پر براہمان ہونا غلط ثابت ہوگا اور وہ ایک باغی شمار کیا جائے گا جس نے مسلمانوں کے یت المال کو غضب کیا ہے اور امام حسین علیہ السلام امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائیں گے جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش صرف کر کے اس غاصب و باغی تک اموال مسلمین پہنچنے سے مانع ہوں پس یمن کے اس قافلہ کو روک کر اموال کو اپنی گرفت میں لینا امام علیہ السلام کا اولین فریضہ تھا لہذا ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے قافلہ والوں سے بڑی دلنشین گفتگو کی جب کہ ظالم و جابر حکومت کی نگاہ میں ایسے افراد لائق گردن زدنی یا قابل قید و بند ہوتے ہیں۔ (مترجم)

ان کے دونوں چچا ”ذہیل“ اور ”زحاف“ بصرہ میں زیاد بن سمیہ کے دیوان میں دو دو ہزار بخشش لیا کرتے تھے۔ انھوں نے بنی نسل اور فہیم کی بھو میں اشعار کہے تو ان دونوں نے زیاد سے جا کر ان کی امام علیہ السلام نے اس سے کہا: ”یتن لنا بنائ الناس خلفک“ تم جس شہر اور جہاں کے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبریں ہمارے لئے بیان کرو۔ فرزدق نے کہا: آپ نے واقف کار شخص سے سوال کیا ہے تو سنئے: ”قلوب الناس ممک“ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں ”و یوفونہم مع بنی امیہ“

^۱ یہ جگہ حنین اور انصاب الحرم کے درمیان ہے جو بہت آسانی سے مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔
^۲ اس شخص کا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ ہے۔

اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ میں ”والقضاء یمنزل من السماء“ لیکن فیصلہ و قضا تو خداوند عالم کی طرف سے ہے ”واللہ یفعل ما یشاء“ اور اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: تم نے سچ کہا، اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے؛ ہمارے رب کی روزانہ اپنی ایک خاص شان ہے لہذا اگر اس کا فیصلہ ایسا ہوا جو ہمیں محبوب ہے تو اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں گے اور شکر کی ادائیگی میں وہ ہمارا مددگار رہے اور اگر فیصلہ الہی ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہو گیا تب بھی اس شخص کے لئے کچھ نہیں ہے جس کی نیت حق اور جس کی سرشت تقویٰ ہے۔ یہ کہہ کر شکایت کی۔ جب اس نے فرزدق کو طلب کیا تو یہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد نوبت یہ آگئی جب زیاد بصرہ آتا تھا تو فرزدق کو فہ آجاتے تھے اور جب وہ کوفہ آتا تھا تو فرزدق بصرہ روانہ ہو جاتے تھے۔ واضح رہے کہ زیاد ۶۱ مہینہ بصرہ رہتا تھا اور ۶۲ مہینہ کوفہ کے امور سنبھالتا تھا۔ اس کے بعد یہ جواز چلے گئے اور وہیں مکہ و مدینہ میں رہنے لگے۔ اس طرح زیاد کی شرارتوں سے بچ کر سعید بن عاص کی پناہ میں رہنے لگے یہاں تک کہ زیاد ہلاک ہو گیا (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲، ۲۵۰) تو انھوں نے اس کی بھو میں مرثیہ کہا: بکیت امرء امن آل سفیان کافراً گھسری علی عدوانہ أو قیصر (طبری، ج ۵، ص ۲۹۰) میں نے آل سفیان کے ایک مرد پر گریہ کیا جو کافر تھا جیسے قیصر و کسری اپنے دشمن پر روتے ہیں۔ ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد یہ دوبارہ بصرہ پلٹ گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ۶۳ مہینہ مدینہ اپنی ماں کے ہمراہ حج پر آ رہے تھے جب ان کی امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی شاید اسی لئے حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں حاضری نہ دے سکے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶) انھوں نے حجاج کے لئے بھی شعر کہے ہیں۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۸۰ و ۳۹۴) سلیمان بن عبد الملک کے محل میں بھی ان کی آمد و رفت تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴۸) ۲۰۲ھ تک یہ شاعر زندہ رہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲، ۲۵۰) بنی نہشل کی بھو میں جب انھوں نے اشعار کہے تھے تو یہ جوان تھے بلکہ ایک نوجوان اعرابی تھے جو دیہات سے آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲) ایسی صورت میں امام علیہ السلام سے ملاقات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال سے کم تھی۔ امام علیہ السلام نے اپنی سواری کو

حرکت دی تو انھوں نے امام کو سلام کیا اور دونوں جدا ہو گئے۔ جب عبداللہ بن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف آرہے ہیں تو اس نے اپنی پولس کے سربراہ حصین بن تمیم تمیمی کو روانہ کیا۔ اس نے مقام قادسیہ میں آکر پڑاؤ ڈالا اور قادسیہ ۲ و خنان ۳ کے درمیان اپنی فوج کو منظم کیا اسی طرح قادسیہ اور قطیفانہ ۴ اور لعلع کے درمیان اپنی فوج کو منظم کر کے کمین میں لگا دیا ۵۔

تیسری منزل: حاجر ۶ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوتے ہوئے حاجر بطن رمہ ۷ تک پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قیس بن مسر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے ہمراہ اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! من الحسین بن علی الی اخوانہ من المؤمنین والمسلمین، سلام علیکم: فانی اُحد اَکِیْم اللہ الذی لا الہ الا هو، اُما بعد، فان کتاب مسلم بن عقیل جاء فی یخبرنی فیہ بحسن رأیکم واجتماع ملککم علی نصرنا والطلب ببحثنا فالت اللہ ان یحسن لنا الصنع وأن یشیکم علی ذالک اعظم الاجر، وقد شخصت من مکة یوم الثلاثاء لثمان مضین من ذی الحجة یوم التروسة فاذا قدم علیکم رسولی فاکموا أمرکم وجد

۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابی جناب نے عدی بن حرمہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶) یہ بیان اس بیان سے میل نہیں کھاتا جو ان دونوں سے عنقریب بیان ہو گا کہ یہ دو نوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ مقام ”زرود میں امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے اور یہ منزل صفاح کے بعد کوفہ کے راستہ میں چند منازل کے بعد ہے مگر یہ کہا جائے کہ ان کے قول ”اقلنا حتی انتھینا“ کا مطلب یہ ہو کہ ہم لوگ کوفہ سے روانہ ہو کر صفاح تک پہنچے جو مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے پھر مناسک حج انجام دینے کے بعد منزل زرود میں امام علیہ السلام سے دوبارہ ملحق ہو گئے۔ طبری نے کہا: ہشام نے عوانہ بن حکم کے حوالے سے، اس نے لبطہ بن فرزدق بن غالب سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ اس کے باپ نے کہا: میں نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا اور ایام حج میں حرم میں داخل ہوا تو دیکھا حسین بن علی مکہ سے نکل رہے ہیں میں ان کے پاس آیا اور عرض کی: بابی أنت و امی یا بن رسول اللہ! ما اعجلک عن الحج؟ فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں! آپ کو اتنی بھی کیا جلدی تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جارہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: لو لم أعجل لا خذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا ممن أنت؟ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تو میں نے جواب دیا: میں عراق کا رہنے والا ایک شخص ہوں؛ خدا کی قسم! اس سے زیادہ انھوں نے میرے بارے میں تفتیش نہیں کی؛ بس اتنا فرمایا: جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو مجھے ان کی خبر بتاؤ تو میں نے کہا: انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں اور قضاء اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے سچ کہا! پھر میں نے نذر اور مناسک حج کے سلسلہ میں کچھ سوالات کئے تو آپ نے اس کے جواب سے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶)

۲ قادسیہ اور کوفہ کے درمیان ۱۵ فرسخ کی مسافت ہے اور اس کے وعذیب کے درمیان ۴ میل کا فاصلہ ہے اور اسے دیوانیہ کہتے ہیں۔ حجاز کے دیہات کی طرف یہ (قادسیہ) عراق کا سب سے پہلا بڑا شہر ہے۔ اسی جگہ پر عراق کی سب سے پہلی جنگ بنام جنگ قادسیہ سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ہوئی ہے۔

۳ یہ ایک قریہ ہے جو کوفہ سے نزدیک ہے جہاں بنی عباس کا ایک پانی کا چشمہ ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۳، ص ۴۵۱ پر موجود ہے۔

۴ قطیفانہ، ربیمہ سے کوفہ کی طرف تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۵) یعقوبی کا بیان ہے: جب امام علیہ السلام کو مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ قطیفانہ میں تھے۔ (طبری، ج ۲، ص ۲۳۰)

۵ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یونس بن ابی اسحاق سبیعی نے اس کی روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۴)

۶ حاجر نجد کی بلند وادی کو کہتے ہیں۔

۷ بطن رمہ وہ جگہ ہے جہاں اہل کوفہ و بصرہ اس وقت یکجا ہوتے تھے جب وہ مدینہ جانے کا ارادہ کرتے تھے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۲۹۰، اور تاج العروس، ج ۳، ص ۱۳۹ پر مرقوم ہے۔

وا، فانی قادم علیکم فیایامی هذه، ان شاء اللہ؛ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ خط حسین بن علی کی جانب سے اپنے مومنین و مسلمین بھائیوں کے نام، سلام علیکم، میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ابابعد، حقیقت یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھ تک آپکا ہے، اس خط میں انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگوں کی رائے اچھی ہے اور تمہارے بزرگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے اور ہمارے حق کو ہمارے دشمنوں سے واپس لے لیں گے تو میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے اچھی راہ قرار دے اور اس کے ثواب میں تم لوگوں کو اجر عظیم سے نوازے۔

اس سے تم لوگ آگاہ رہو کہ میں بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ مکہ سے نکل چکا ہوں لہذا جب میرا نامہ بر تم لوگوں تک پہنچے تو جو کام تم کو کرنا چاہیے اس کی تدبیر میں لگ جاؤ اور اس مسئلہ میں بھرپور کوشش کرو کیونکہ میں انشاء اللہ انہی چند دنوں میں تم تک پہنچنے والا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ خط لے کر قیس بن مسر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن تمیم نے آپ کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے آپ سے کہا محل کی چھت پر جاؤ اور کذاب بن کذاب کو گالیاں دو! قیس بن مسر شجاعت و شہامت کے ساتھ محل کی چھت پر آئے اور کہا: ”ایہا الناس! ان الحسین علیہ السلام بن علی خیر خلق اللہ ابن فاطمہ بنت رسول اللہ وأنا رسولہ الیکم وقد فارقتہ بالحاجر فأجیبوہ ثم لعن عبید اللہ بن زیاد وأباه واستغفر لعلی بن ابی طالب“ اے لوگو! حسین بن علی خلق خدا میں بہترین مخلوق میں، آپ فرزند فاطمہ بنت رسول خدا میں اور میں ان کا نامہ بر ہوں، میں ان کو مقام حاجر میں چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ تم لوگ ان کی عدالت خواہ آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ پھر آپ نے عبید اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کے لئے طلب مغفرت کی۔ عبید اللہ نے حکم دیا کہ انھیں محل کے اوپر

سے نیچے پھینک دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اس طرح آپ شہید ہو گئے۔ [اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے!]

چوتھی منزل: چشمہ آب امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کوفہ کی طرف رواں دواں تھا؛ راستے میں آپ کا قافلہ عرب کے ایک پانی کے چشمہ کے پاس جا کر ٹھہرا۔ وہاں عبد اللہ بن مطیع عدوی بھی موجود تھے جو پانی لینے کی غرض سے وہاں اترے تھے۔ جیسے ہی عبد اللہ بن مطیع نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ویسے ہی آپ کی خدمت میں آکر کھڑے ہو گئے اور عرض کی: فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کون سا سبب آپ کو یہاں تک لے آیا؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اہل عراق نے خط لکھ کر مجھے اپنی طرف بلایا ہے۔ عبد اللہ بن مطیع نے آپ سے عرض کیا: فرزند رسول اللہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ اس راہ میں آپ اسلام کی ہتک حرمت نہ ہونے دیں، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت خطرے میں نہ پڑے، خدا کے لئے عرب کی حرمت خطرے میں نہ ڈالئے۔ خدا کی قسم! اگر حق کو بنی امیہ سے واپس لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد کسی کو نگاہ میں نہیں لائیں گے۔ خدا کی قسم! اسلام کی حرمت قریش کی حرمت ہے اور عربوں کی حرمت خاک میں مل جائے گی پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ سے نہ ابھیں! عبد اللہ بن مطیع نے اپنے نظریہ کو پیش کیا اور امام علیہ السلام اسے بغور سنتے رہے لیکن اپنے راستے پر چلتے رہے۔

پانچویں منزل: خزیمہ امام حسین علیہ السلام کا سفر اپنے مقصد کی طرف جاری تھا۔ چلتے چلتے پھر ایک منزل پر رکے جو مقام ”زروود“ سے پہلے تھی یہاں پر پانی موجود تھا، اس جگہ کا نام خزیمہ ہے۔

^۱ کتاب کے مقدمہ میں شرح احوال موجود ہے۔

^۲ امام کے عمل سے نہ تو اسلام کی بے حرمتی ہوئی نہ ہی رسول خدا، عرب اور قریش کی ہتک حرمت ہوئی بلکہ اسلام دشمن عناصر کی کا رستا نیوں سے یہ سب کچھ ہوا۔ ابن مطیع نے اپنے اس جملہ میں خطا کی ہے جو یہ کہہ دیا کہ ولئن قتلوک لا یها بون بعدک احدایدا۔ کیونکہ امام علیہ السلام کے بعد ان لوگوں کو جرأت ملی جو مکہ و مدینہ و کوفہ میں اس سے پہلے اپنے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے بیٹھے تھے انہیں میں سے خود ایک ابن مطیع بھی ہے جو ابن زبیر کے زمانے میں کوفہ کا والی بنا۔ اگر امام حسین علیہ السلام نے قیام نہ کیا ہوتا تو بنی امیہ کے خلاف کسی میں جرأت پیدا نہ ہوتی اور اسلام کو مٹا نہ میں وہ جو چاہتے وہی کرتے۔

^۳ یہ جگہ مقام زروود سے پہلے ہے اس کے بعد کاراستہ کوفہ جانے والوں کے لئے ہے جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس کے اور ثعلبہ کے درمیان ۳۲ کیلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ درحقیقت ثعلبہ کے بعد حجاج کی پہلی منزل ہے۔

زہیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا

قبیلہ بنی فزارہ کے ایک مرد کا بیان ہے: ہم زہیر بن قین بجلی کے ہمراہ تھے اور ہم اسی راستے پر چل رہے تھے جس راستہ پر حسین (علیہ السلام) موافق تھے لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ ناپسند امر یہ تھا کہ ہم ان کے ہمراہ ایک ساتھ سفر کریں اور ایک منزل پر ٹھہریں لہذا زہیر کے حکم کے مطابق حسین جہاں ٹھہرتے تھے ہم وہاں سے آگے بڑھ جاتے اور وہ جہاں پر آگے بڑھتے ہم وہاں پڑاؤ ڈال کر آرام کرتے تھے؛ لیکن راستے میں ہم ایک ایسی منزل پر پہنچے کہ چاروں چار ہم کو بھی وہیں پر رکنا پڑا جہاں پر امام حسین نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ امام حسین نے ایک طرف اپنا خیمہ لگایا اور ہم نے اس کے دوسری طرف؛ ہم لوگ ابھی بیٹھے اپنے خیمے میں کھانا ہی کھا رہے تھے کہ یکایک حسین کا پیغام رساں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا پھر خیمہ میں داخل ہوا اور کہا: اے زہیر بن قین! ابو عبد اللہ حسین بن علی نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم ان کے پاس چلو۔ اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ حیرت و تعجب سے جس انسان کے ہاتھ میں جو لقمہ تھا وہ نیچے گر گیا؛ سکوت کا یہ عالم تھا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سب کے سروں پر طائر بیٹھے ہیں^۱۔ زہیر بن قین کی زوجہ دلجم بنت عمر کہتی ہے کہ میں نے زہیر سے کہا: فرزند رسول اللہ تمہارے پاس پیغام بھیجے اور تم ان کے پاس نہ جاؤ! اجماع اللہ! اگر انھوں نے مجھے بلایا ہوتا تو میں ضرور جاتی اور ان کے گھر بار کلام کو ضرور سنتی، پھر میں نے کچھ نہ کہا لیکن زہیر بن قین اٹھے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہو گئے۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ واپس آگئے لیکن اب تو بات ہی کچھ اور تھی؛ چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور چہرہ گلاب کی طرح کھلا جا رہا تھا۔

اسی عالم میں زہیر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: تم میں سے جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہے آجائے اور اگر نہیں تو اب اس سے میرا یہ آخری دیدار ہے۔ اس کے بعد اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے زہیر نے کہا: میں تم لوگوں سے ایک روایت بیان کرنا چاہتا ہوں،

^۱ طبری، ج ۵، ص ۳۹۴، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت بیان کی ہے۔ شاید یہ قیس بن مسہر کے فرزند ہیں

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سدی نے بنی فزارہ کے ایک جوان کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کے زمانے میں ہم لوگ زہیر بن قیس بجلی کے مکان میں چھپے تھے جہاں اہل شام داخل نہیں ہو تے تھے تو میں نے فزاری سے پوچھا: ذرا مجھ سے اس واقعہ کو بیان کرو جب تم لوگ حسین بن علی کے ہمراہ، سفر میں تھے تو اس نے یہ روایت بیان کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۴، ارشاد، ص ۲۲۱، خوارزمی، ص ۳۲۵)

اسے غور سے سنا بہم لوگ جب مقام ”بلخرا“ پر لڑنے کے لئے گئے تو خداوند متعال نے ہم لوگوں کو دشمنوں پر کامیابی عطا کی اور بڑی مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اس وقت سلمان باہلی^۱ نے ہم لوگوں سے کہا: کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ خداوند عالم نے تم لوگوں کو فتح و ظفر سے نوازا ہے اور کافی مقدار میں مال غنیمت تمہارے ہاتھوں لگا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں! تو اس نے ہم لوگوں سے کہا: جب تم لوگ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جوانی دیکھو گے تو تمہاری ان کے ساتھ جنگ کی خوشی اس مال غنیمت ملنے کی خوشی سے زیادہ ہوگی اور جہاں تک میری بات ہے تو اب میں تم لوگوں سے خدا حافظی کرتا ہوں۔ پھر زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا: اب میں تم کو طلاق دے رہا ہوں تاکہ تم آزاد ہو جاؤ اور گھروالوں کے پاس جا کر وہیں زندگی بسر کرو؛ کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ میں تمہارے لئے بہتری چاہتا ہوں^۲۔

ایک اور نامہ بر اسی جگہ سے امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن بقطر حمیری^۳ کو بعض راستوں سے مسلم بن عقیل کی طرف روانہ کیا۔ سپاہ اموی جو حصین بن تیمم کے سربراہی میں کوفہ کے قریب قادسیہ میں چھاؤنی ڈالے راہوں کو مدد دے تھے اور آمد و رفت پر سختی سے نظر رکھے ہوئی تھی؛ اس نے عبداللہ بن بقطر کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

^۱ یہ تاتاریوں (یا خزریوں) کا شہر ہے جو انہیں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے نزدیک ہے ۳۳ھ۔ عہد عثمان میں سلمان بن ربیعہ باہلی کے ہاتھوں یہ جنگ فتح کی گئی جیسا کہ معجم البلدان میں یہی موجود ہے۔

^۲ طبری، ج ۴، ص ۳۰۵ پر ہے کہ سلمان فارسی اور ابو ہریرہ اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ موجود تھے یہ بیان ابن اثیر کی الکامل میں ہے (ج ۴، ص ۱۷) پھر یہ بیان ہے کہ جس شخصیت نے ان لوگوں سے یہ گفتگو کی وہ سلمان فارسی ہیں نہ کہ باہلی۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ الکامل فی التاریخ میں اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ تاریخ طبری کو کامل کریں لہذا وہ اکثر و بیشتر اخبار میں طبری سے ناقل دکھائی دیتے ہیں شیخ مفید نے ارشاد میں اور قتال نے روضۃ الواعظین میں ص ۱۵۳ پر، ابن نمانے مثیر الاحزان میں ص ۲۳ پر، خوارزمی نے اپنے مقتل میں ج ۱، ص ۲۲۵ پر اور البکری نے معجم ج ۱، ص ۳۷۶ پر واضح طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ شخص جناب سلمان فارسی ہی تھے جنہوں نے یہ جملہ کہا تھا۔ اس بات کی تائید طبری نے بھی کی ہے کیونکہ طبری کے بیان کے مطابق جناب سلمان وہاں موجود تھے؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ مدائن فتح ہونے کے بعد جناب سلمان فارسی وہیں کے گورنر رہے اور وہیں اپنی وفات تک قیام پذیر رہے اور کسی بھی جنگ کے لئے وہاں سے نہیں نکلے؛ بلکہ اس جنگ سے قبل عمر کے عہد حکومت میں آپ نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا تھا۔

^۳ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یہ خبر زہیر بن قین کی زوجہ دلہم بنت عمر و نے بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۶، الارشاد، ص ۲۲۱) عنقریب یہ بات کربلا میں زہیر بن قین کے خطبے سے معلوم ہو جائے گی کہ اس سے قبل زہیر اس بات پر معاویہ کی مذمت کیا کرتے تھے کہ اس نے زیاد کو کس طرح اپنے سے ملحق کر لیا؛ اسی طرح حجر بن عدی کے قتل پر بھی معاویہ سے ناراض تھے۔
^۴ آپ کی ماں امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی تھے طبری نے بقطر ہی لکھا ہے اسی طرح جزری نے الکامل میں بھی بقطر ہی ذکر کیا ہے؛ لیکن ہمارے بزرگوں نے (ی) کے ساتھ یعنی بقطر لکھا ہے جیسا کہ سماوی نے ابصار العین، ص ۵۲ پر یہی لکھا ہے۔

^۵ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یہ خبر ابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸؛ ارشاد، ص ۲۲۰) اس خبر کو انہوں نے قیس بن مسہر صیداوی کی خبر سے خلط ملط کر دیا ہے۔

جب آپ عبید اللہ کے پاس لائے گئے تو اس نے کہا: محل کے اوپر جاؤ اور کذاب بن کذاب پر لعنت بھیجو پھر نیچے اتر آؤ تاکہ میں تمہارے سلسلے میں اپنا نظریہ قائم کر سکوں۔ یہ سن کر عبد اللہ بن بقطر محل کے اوپر گئے اور جب دیکھا کہ لوگ تماشا بین کھڑے ہیں تو آپ نے فرمایا: ”ایھا الناس انی رسول الحسین علیہ السلام بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لتنصروہ و توازروہ علی بن مرجانہ بن سمیہ الدعی“! اے لوگو میں حسین فرزند فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام رساں ہوں تاکہ تم لوگ ان کی مدد و نصرت کر سکو اور اس مرجانہ بن سمیہ کے بچے جس کی پیدائش کا بستر معلوم نہیں ہے، کے خلاف ان کی پشت پناہی کرو یہ سنتے ہی عبید اللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت سے پھینک دیا جائے۔ اس کے کارندوں نے آپ کو محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا، جس کی وجہ سے آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں؛ لیکن ابھی رملق حیات باقی تھی۔ عبد الملک بن عمیر بنی آپ کے پاس آیا اور آپ کو فوج کر کے شہید کر ڈالا۔

چھٹی منزل: زروود عبد اللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشعل سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا: جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو ہماری ساری کوشش یہی تھی کہ ہم کسی طرح حسین سے راستے میں ملحق ہو جائیں تاکہ دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؛ لہذا ہم لوگوں نے اپنے ناقوں کو سرپٹ دوڑایا؛ یہاں تک کہ مقام زروود^۳ پر ہم ان سے ملحق ہو گئے۔ جب ہم لوگ ان کے قریب گئے تو دیکھا کوفہ کا رہنے والا ایک شخص عراق سے جاز کی طرف روانہ ہے، جیسے ہی اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اپنے راستے سے ہٹ گیا تاکہ آپ سے اس کی ملاقات نہ ہو لیکن امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے رہے گویا اس کے دیدار کے منظر تھے لیکن

^۱ شعبی کے بعد اس نے کوفہ میں قضاوت کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۳۶ ھ میں وہ ہلاک ہوا؛ اس وقت اس کی عمر ۱۰۳ سال تھی جیسا کہ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۵۱، اور تہذیب الاسماء، ص ۳۰۹ پر تحریر ہے۔ عنقریب یہ بات اُٹے گی کہ منزل زبالہ پر صیداوی کی شہادت کی خبر سے پہلے امام علیہ السلام کو ابن بقطر کی شہادت کی خبر ملی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے قیس بن مسہر صیداوی سے پہلے بقطر کو روانہ کیا تھا۔

^۲ یہ جگہ خزیمہ او رثعلیبہ کے درمیان کوفہ کے راستے میں ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۳۲۷ میں یہی موجود ہے۔
^۳ یہ خبر اس خبر سے منافات رکھتی ہے جو ابھی گذر چکی کہ یہ لوگ منزل صفاح پر مقام زروود سے چند منزل قبل فرزدق والے واقعے میں موجود تھے کیونکہ اس خبر سے یہی ظاہر ہوتا ہے بلکہ واضح ہے کہ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے زروود میں ملحق ہوئے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ امام کے ساتھ موجود نہیں تھے بلکہ حج کی ادائیگی کے ساتھ یہ ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ منزل صفاح اوائل میں ہے جبکہ امام علیہ السلام ”یوم الترویہ“ کو مکہ سے نکلے ہیں۔ اگر یہ لوگ امام علیہ السلام سے منزل صفاح پر ملحق ہوئے ہیں تو پھر حج کی انجام دہی ممکن نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں خبروں کا ایک ہی راوی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا؛ نہ ہی ابو جناب، نہ ابو مخنف اور نہ ہی طبری، مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ حج سے پہلے یہ دونوں منزل صفاح پر امام علیہ السلام سے ملے اور پھر حج کے بعد منزل زروود پر پہنچ کر امام علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔

جب دیکھا کہ وہ ملاقات کے لئے مائل نہیں ہے تو اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ اس شخص کے پاس چلیں اور اس سے پوچھیں اگر اس کے پاس کوفہ کی خبر ہوگی تو وہ ہم کو اس سے مطلع کرے گا؛ یہ کہہ کر ہم لوگ چلے یہاں تک کہ اس تک پہنچ ہی گئے پہنچ کر ہم نے کہا: السلام علیک، تو اس نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ پھر ہم لوگوں نے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں۔ ہم لوگوں نے کہا: ہم لوگ بھی بنی اسد سے متعلق ہیں؛ تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: بکیر بن شعبہ، ہم لوگوں نے بھی اپنا نام بتایا اور پھر اس سے پوچھا: کیا تم ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ گے جنہیں تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں! میں جب کوفہ سے نکلتا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کئے جا چکے تھے۔ ہم نے دیکھا ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر انہیں بازار میں بھرایا جا رہا ہے۔ اس خبر کے سننے کے بعد ہم لوگ اس سے جدا ہو کر اپنے راستے پر چل پڑے یہاں تک کہ (حسین علیہ السلام) سے ملحق ہو گئے اور ایک دوسری منزل پر ان کے ہمراہ پڑاؤ ڈالا۔

ساتویں منزل: ثعلبیہ لثام کا وقت تھا جب امام علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا جس کا نام ”ثعلبیہ“ تھا۔ جب آپ کے خیمہ نصب ہو چکے تو ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم لوگوں نے آپ سے کہا: اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ہم لوگوں کے پاس ایک اہم خبر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے اعلانیہ بیان کریں اور اگر چاہیں۔ تو خفیہ اور پوشیدہ طور پر بیان کریں۔ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: ”مادون حولاء سر“ ان لوگوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جو خبر لائے ہو بیان کر دو، ہم لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے کل شام اس سوار کو دیکھا تھا جو آپ کے پاس سے گزرا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں اس سے کوفہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا: ہم نے

^۱ کوفہ سے مکہ جانے کے لئے جو راستہ مڑتا ہے یہ وہی ہے۔ اس کی نسبت بنی اسد کے ایک شخص ثعلبہ کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ معجم میں تحریر ہے۔

اس سے آپ کے لئے خبر لے لی ہے اور آپ کے بجائے ہم لوگوں نے کوفہ کے موضوع پر تحقیق کر لی ہے۔ وہ شخص قبیلہ بنی اسد کا ایک مرد تھا جو ہمارے ہی قبیلہ سے تھا۔ وہ صاحب نظر، سچا، اور صاحب عقل و فضل تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے بتایا کہ جب وہ وہاں سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے حتیٰ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اناللہ وانا الیہ راجعون“، اس جملہ کی آپ نے چند مرتبہ تکرار فرمائی پھر ہم نے عرض کی: آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں؛ کیونکہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے بلکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں وہ سب آپ کے مخالف نہ ہو گئے ہوں۔ ایسے موقع پر فرزند ان عقیل بن ایطال اٹھے اور انھوں نے اس کی مخالفت کی^۱ اور کہنے لگے: نہیں خدا کی قسم ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے۔ جب تک ہم ان سے اپنا انتقام نہ لے لیں یا وہی مزہ نہ چکھ لیں جس کا ذائقہ ہمارے بھائی نے چکھا ہے^۲۔

ان دونوں کا بیان ہے: حسین (علیہ السلام) نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: ”الاخیر فی العیش بعد ہولاء!“، ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ اس جملہ سے ہم نے بخوبی سمجھ لیا کہ سفر کے ارادے میں یہ مصمم ہیں تو ہم نے کہا: خدا کرے خیر ہو! آپ نے بھی ہمارے لئے دعا کی اور فرمایا: ”رکعہ اللہ“، اللہ تم دونوں پر رحمت نازل کرے۔ رات کا سناٹا چھا چکا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ سپیدہ سحر کے اتھار میں ہیں؛ جیسے ہی سپیدہ سحر نمودار ہوئی، آپ نے اپنے جوانوں اور نوجوانوں سے فرمایا: ”اکثروا من الماء“، پانی زیادہ سے زیادہ جمع کر لو، ان لوگوں نے خوب خوب پانی جمع کر لیا اور اپنے سفر پر نکل پڑے یہاں تک کہ ایک دوسری منزل تک پہنچ گئے۔

^۱ اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسلم کی شہادت کی خبر یہاں عام ہو گئی لیکن عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زیالہ میں پہنچ کر امام علیہ السلام نے یہ خط لکھ کر اپنے اصحاب کے سامنے اس کا اعلان کیا تھا؛ یہاں سے امام علیہ السلام کے اس جملے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ ”مادوں ہولاء سر“ یعنی ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے لئے یہ خبر سری ہے اور اسی طرح یہ خبر منزل زیالہ تک پوشیدہ ہی رہی لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر آپ کو مقام ”قطقطانہ“ میں ملی تھی۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۶، ص ۲۳۰، ط، نجف)

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے: ابو جناب کلبی نے عدی بن حرمہ اسد کے حوالے سے اور اس نے عبداللہ سے اس خبر کو ہمارے لئے بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۷) ارشاد میں، ص ۲۲۲ پر ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (ارشاد، طبع نجف)

^۳ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عمر بن خالد نے یہ خبر بیان کی ہے (لیکن صحیح عمرو بن خالد ہے) اور اس نے زید بن علی بن الحسین سے اور اس نے داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۷؛ ارشاد، ص ۲۲۲، مسعودی، ج ۳، ص ۷۰، الخواص، ص ۲۴۵، طبع نجف)

آٹھویں منزل: زبالہ یہ نورانی قافلہ اپنے سفر کے راستے طے کرتا ہوا زبالہ^۱ کے علاقے میں پہنچا تو وہاں امام حسین علیہ السلام کو اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن یزید کی شہادت کی خبر ملی۔ آپ نے ایک نوشتہ نکال کر لوگوں کو آواز دی اور فرمایا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، اُباعد، تھد اُتانا خبر فضیع! قتل ابن عقیل و ہانی بن عروہ و عبداللہ بن یزید، وقد خذلتنا شیعتنا“ فمن أحب منکم الانصراف فلینصرف لیس علیہ منادام، ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، اُباعد، مجھ تک ایک دل دھلانے والی خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یزید قتل کر دئے گئے ہیں اور ہماری محبت کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے لہذا اب تم میں سے جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے، ہماری جانب سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

یہ جملہ سنتے ہی لوگ امام علیہ السلام سے جدا ہونے لگے کوئی داہنی طرف جانے لگا کوئی بائیں طرف؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فقط وہی ساتھی رہ گئے جو مدینہ سے آئے تھے۔ آپ نے یہ کام فقط اس لئے کیا تھا کہ بادیہ نشین عرب اس گمان میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تھے کہ آپ ایسے شہر میں آئیں گے جو ظالم حکمرانوں کی حکومت سے پاک ہوگا اور وہاں کے لوگ آپ کے فرمانبردار ہوں گے لہذا امام علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ ایسے لوگ آپ کے ہم سفر ہوں۔ امام چاہتے تھے کہ آپ کے ہمراہ صرف وہ رہیں جنہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور امام علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جب ان لوگوں پر بات اٹھاکر ہو جائیگی تو کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہیں رہے گا مگر وہ لوگ جو عدالت چاہتے ہوں اور موت ان کے ہمراہ چل رہی ہو۔ رات اسی منزل پر گزری، صبح کو آپ نے اپنے جوانوں کو چلنے کا حکم دیا تو انہوں نے سب کو پانی پلا کر اور خوب اچھی طرح پانی بھر کر اپنا سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ درۂ عقبہ سے آپ کا گزر ہوا

^۱ یہ جگہ کوفہ سے مکہ جاتے وقت مختلف راستے پیدا ہونے سے قیل ہے۔ یہاں ایک قلعہ اور جامع مسجد ہے جو بنی اسد کی ہے۔ اس جگہ کا نام عمالقیہ کی ایک عورت کے نام پر ہے جیسا کہ معجم البلدان میں مذکور ہے۔

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے: ابو جناب کلبی نے عدی بن حرمہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے میرے لئے یہ خبر بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸)

ان کے شرح احوال گزر چکے ہیں اور وہ یہ کہ ان کی والدہ امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی ہیں۔

^۳ اس جملہ میں امام علیہ السلام کی تصریح ہے کہ کوفہ کے شیعوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کوفہ اور جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں یہ پہلا اعلان ہے اگرچہ اس کی خبر آپ کو اس سے قبل منزل زرود میں مل چکی تھی؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ ان کے علاوہ سب پر یہ خبر پوشیدہ تھی کیونکہ یہ امام علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا۔ آخر کار آپ نے یہاں ”زبالہ“ میں تمام حاضرین کے لئے اس خبر کا اعلان کر دیا۔

^۴ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دی تو آپ کا مقصد کیا تھا؟ امام علیہ السلام کا یہ بیان تمام چیزوں پر کافی ہے

نویں منزل : درہ عقبہ یہ نورانی قافلہ اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھتا ہوا درہ عقبہ تک پہنچا۔ وہاں اس قافلہ نے اپنا پڑاؤ ڈالا^۱۔ بنی عکرمہ کے ایک شخص نے امام سے عرض کیا: آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ ہمیں سے پلٹ جائیے، خدا کی قسم! آپ یہاں سے قدم آگے نہیں بڑھائیں گے مگر یہ کہ نیزوں کی نوک اور تلواروں کی دھار پر آگے بڑھیں گے، جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور آپ کو آنے کی دعوت دی تھی اگر یہ لوگ میدان کارزار کی مصیبتیں برداشت کر کے آپ کے لئے راستہ آسان کر دیتے تب آپ وہاں جاتے تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوتا لیکن ایسی بحرانی حالت میں جس سے آپ خود آگاہ ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو فوج جانے کے سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے اسے جواب دیا: ”یا عبد اللہ! انہ لیس یخفی علیّ، الرأی ما رأیت، ولكن اللہ لا یغلب علی امرہ“^۲ اے بندہ خدا! یہ بات مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے، تمہاری رائے وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لیکن تمہارا نظریہ خدا کے امر پر غالب نہیں آسکتا اور خدا اپنے امر پر مغلوب نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے وہاں سے کوچ کیا^۳۔

دسویں منزل : شراف^۴ آپ کا قافلہ کوفہ کی سمت روانہ تھا کہ راستے میں ایک منزل پر جا کر پھر ٹھہرا جس کا نام شراف ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں! ان لوگوں نے کافی مقدار میں پانی بھرا اور صبح سویرے سفر شروع کر دیا تاکہ دن کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں۔ چلتے چلتے دوپہر کا وقت آگیا ابھی قافلہ محو سفر ہی تھا کہ کسی نے کہا: اللہ اکبر! تو حسین نے بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے پوچھا: کس لئے تم نے یکایک تکبیر کہی؟ اس شخص نے کہا: عراق کے نخلستان دیکھ کر ہم نے

^۱ واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے مکہ کے راستے میں یہ ایک منزل ہے۔ یہ منزل ان کے لئے ہے جو مکہ جانا چاہتے ہیں۔
^۲ ابو مخنف کا بیان ہے: ابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے مجھ سے یہ خبر بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸، ارشاد، ص ۲۲۲، طبع نجف)
^۳ ارشاد کے ص ۲۲۳ پر ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”واللہ لا یدعونی حتی یستخرجوا هذه العلقه من جوفی فاذا فعلوا ذالک سلط اللہ علیہم من ید لہم حتی یکونوا اذل فرق الامم“ خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ میرے سرو تن میں جدائی کر دیں اور جب یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل و رسوا کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ یہ لوگ امت کے ذلیل ترین افراد بوجائیں گے۔ اعلام الوری میں بھی یہی موجود ہے، ص ۲۳۲۔
^۴ ابو مخنف کا بیان ہے کہ بنی عکرمہ کی ایک فرد ”لودان“ نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ایک چچا نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۹)
^۵ اس جگہ اور ”واقصہ“ کے درمیان ۲ میل کا فاصلہ ہے اور یہ عراق سے پہلے ہے۔ قادیسیہ سے پہلے سعد بن ابی وقاص یہیں ٹھہرے تھے یہ جگہ ایسے شخص سے منسوب ہے جسے شراف کہا جاتا ہے۔ اس جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹتا تھا پھر یہاں بہت سارے بڑے بڑے میٹھے پانی کے کنویں کھودے گئے۔ معجم البلدان میں بھی مرقوم ہے۔

خوشی سے تکبیر کہی تو قبیلہ بنی اسد کے ان دونوں لوگوں (عبداللہ بن سلیم اور مذری بن شمل) نے کہا: ہم نے اس مقام پر ابھی تک خرما اور کھجور کا ایک بھی درخت نہیں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا: تم کیا سمجھتے ہو اس نے کیا دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے گھوڑ سواروں کے سرو گردن دیکھے ہیں، اس پر اس مرد نے کہا: میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ آگے یہی ہوگا نہ کہ کھجوروں کے درخت۔

گیارہویں منزل: ذو حسم ان شرائط کو دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”أمانا بلأئبأ الیہ نبجلہ فی ظھورنا و نستقبل من وجہ واحد“ کیا کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے جس میں پناہ گزین ہو کر ہم اس فوج کو اپنے پیچھے کر دیں اور ان سے دفاع کے لئے فقط ایک ہی طرف سے آمنے سامنے ہوں؟ ہم لوگوں (بنی اسد کے دونوں افراد) نے عرض کیا: کیوں نہیں! ذو حسم کا علاقہ آپ کے اس طرف موجود ہے، آپ اپنے بائیں جانب اس کی طرف مڑ جائیں، اگر ہم لوگ جلدی سے ادھر مڑ گئے تو وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے بائیں جانب کا رخ کیا تو ہم لوگ بھی ان کی طرف مڑ گئے اور ہم نے ذو حسم پہنچنے میں جلدی کی لہذا ان لوگوں سے قبل ہم لوگ ذو حسم میں موجود تھے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ہم لوگوں نے اپنا راستہ بدل دیا ہے تو وہ لوگ بھی ہماری جانب آنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام نے وہیں پر پڑاؤ ڈالا اور حکم دیا کہ نیچے نصب کئے جائیں۔ جوانوں نے خیمہ لگانا شروع کر دیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ گھوڑ سواروں کے سر دکھائی دینے لگے، ان کے پرچم گویا پرندوں کے پروں کی طرح تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج پہنچ گئی اور وہ ہزار گھوڑ سوار تھے جن کا سر براہ حرب بن یزید تمیمی یروعی تھا۔ دوپہر کی جھلا دینے والی گرمی میں حراپنے

^۱ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ نعمان یہیں آکر شکار کیا کرتا تھا جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔ اس کے اور عذیب الہجانات کے درمیان کوفہ تک ۳۳ میل کا فاصلہ ہے جیسا کہ طبری میں بھی یہی ہے سبط بن جوزی نے علماء سیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ (امام حسین) کو جناب مسلم علیہ السلام پر گزرنے والے واقعات کا کچھ بھی علم نہیں تھا یہاں تک جب قادسیہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر حرب بن یزید رباعی کے رسالہ سے سامنا ہوا تو اس نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کی خبر امام حسین علیہ السلام کو دی اور مطلع کیا کہ ابن زیاد کوفہ میں آچکا ہے اور ان کو آمادہ کر رہا ہے اور ان سے کہا کہ واپس پلٹ جائیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۴۵ طبع نجف)

رسالے کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ ادھر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب سروں پر عامہ رکھے اپنی تلواروں کو نیام میں رکھے ہوئے تھے۔ فوج کی تشنہ لبی دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا: ”استقوا القوم واروهم من الماء وشفوا الخيل ترشيفا“، اس فوج کو پانی پلاؤ اور انھیں سیراب کر دو نیز ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کر دو۔

حکم پاتے ہی حسینی جوان ہاتھوں میں مشکیں لئے اٹھے اور سب کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب کو سیراب کرنے کے بعد بڑے بڑے پیالوں، ٹشوں اور پتھروں کے بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر گھوڑوں کے سامنے رکھ دئے گئے۔ جب وہ جانور تین چار، یا پانچ بار پانی میں منڈال کر پھر اس سے اپنا منہ نکال لیتے تھے تب یہ جوان پانی کے ان برتنوں کو دوسرے جانوروں کے پاس لے جاتے تھے؛ اس طرح سارے کے سارے گھوڑے سیراب ہو گئے۔^۲

اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا^۳ تو حسین (علیہ السلام) نے حاج بن مسروق جہنی کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حاج نے اذان دی، جب اذان ختم ہو گئی اور اقامت کا وقت آیا تو (امام حسین) جسم پر ایک لباس اور دوش پر عبا ڈالے اور پیروں میں نعلین پہنے باہر نکلے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد اس طرح گویا ہوئے: ”ایحیا الناس! انھا معذرة الى الله عز وجل والیکم، انی لم ءتیکم حتی اُتیکمکم وقد مت علی رسکم، ان اقدم علینا فانه لیس لنا امام، لعل الله یبعثناک علی الهدی فان کتتم علی ذالک فقد جکتمکم، فان تعطونہما اطمئن الیه من عھودکم و مواثیکم اقدم مصرکم وان لم تفعلوا و کتتم لمقدمی کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منہ الیکم“؛ اے لوگو! خدا نے عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا؛ بلکہ ایک کے بعد دوسرے خطوط

^۱ ترشیف کا حقیقی معنی بہی ہے۔

^۲ طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ ہشام سے ابو مخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں کہ ابو جناب نے عدی بن حرمہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم اور مذری سے یہ خبر نقل کی ہے۔

^۳ طبری کا بیان ہے کہ ہشام نے کہا: مجھ سے لقیط نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی بن طعان بن محاربی کہتا ہے: میں حر کے رسالے میں موجود تھا لیکن میں اپنے لشکروالوں میں سب سے آخر میں پہنچنے والوں میں تھا جب حسین نے پیاس کی شدت سے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو فرمایا: ”انخ الراویہ لیکن چونکہ ”راویہ“ ہم پانی پلانے کے معنی میں سمجھتے تھے لہذا ہم کچھ سمجھ نہ سکے تو آپ نے جملہ کو بدلتے ہوئے کہا: ”یابن اخ انخ الجمل جان برادر اپنے اونٹ کو نیچے بیٹھاؤ تو میں نے اسے نیچے بیٹھا دیا؛ آپ نے فرمایا: ”اشرب پانی بیو! لیکن میں جب بھی پانی پینا چاہتا تھا پانی مشک سے گر جاتا تھا، حسین (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا انخ السقاء چھاگل کو اپنی طرف موڑو! علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں تو خود حسین (علیہ السلام) کھڑے ہوئے اور چھاگل کو موڑ کر میرے منہ سے لگایا، میں نے پانی پیا، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو پانی پلایا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۱؛ ارشاد، ص ۲۲۴؛ خوارزمی، ص ۲۳۰)

مسل آتے رہے اور میرے پاس تمہارے نامہ بر آتے رہے کہ میں چلا آؤں کیونکہ ہمارے پاس کوئی رہبر موجود نہیں ہے، شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں ہدایت پر یکجا کر دے۔ اب اگر تم لوگ اپنے اس قول پر باقی ہو تو میں آگیا ہوں۔ اگر تم کوئی قابل اطمینان عہد و میثاق پیش کرو گے تو میں تمہارے شہر میں آؤں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو اور میرا آنا تمہیں ناپسند ہے تو میں اسی جگہ پلٹ جاتا ہوں جدھر سے تمہاری طرف آیا ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی اس گفتار کا کوئی جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہنے لگے: اقامت کہو تو مؤذن نے اقامت کہنا شروع کر دی، حسین (علیہ السلام) نے حرسے کہا: ”أتريد أن تصلي بأصحابك“، کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ حرسے جواب دیا: نہیں! آپ نماز پڑھائیں اور ہم لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ (امام) حسین (علیہ السلام) نے اور ان لوگوں نے ساتھ ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام علیہ السلام اپنے نیچے میں چلے گئے۔ نیچے میں پہنچتے ہی آپ کے اصحاب پر وانے کی طرح شمع کے ارد گرد آکر بیٹھ گئے۔

ادھر حرسے بھی اپنے نیچوں کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے لئے لگایا گیا تھا۔ جب وہ خیمہ میں آیا تو اس کی فوج کے بعض افراد اس کے پاس آکر بیٹھ گئے اور دیگر فوجی انہیں صنفوں میں پلٹ گئے جہاں وہ موجود تھے پھر اس نے ان بقیہ فوجیوں کو بھی وہیں لوٹا دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے جانور کی لگام سنبھالی اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے اسی کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

پھر جب عصر کا وقت آیا تو حسین (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ کوچ کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ اس حکم کے بعد اپنے مؤذن کو نماز عصر کے لئے اذان دینے کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان دی اور اقامت کہی، امام حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے اور تمام لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حرسے کے لشکر کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا: ”يا ايها الناس! فانكم ان تتقوا تعرفوا الحق لاهله يكن ارضى الله، ونحن اهل البيت اولى بولائه تهذ الامر عليكم من هؤلاء المدعين ماليں لهم، والسائرین فيكم باجور والعدوان! ان اتمم كرهتمونا وجعلتم حقنا، وكان رأيكم غير ما آتني كنكم وقد مت به على رسكلم انصرفت عنكم“؛

اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور حق کو صاحب حق کے لئے پہچانو تو خدا کو یہ چیز سب سے زیادہ راضی کرنے والی ہے۔ ہم اہل بیت اس نظام کی سربراہی اور ولایت کے لئے ان لوگوں سے زیادہ سزاوار ہیں جو فقط اس حکومت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور تم میں ظلم و جور و ستم کو روا رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم تم لوگوں کو ناپسند میں اور تم لوگ ہمارے حق سے جاہل ہو اور تم لوگوں کا نظریہ ان لوگوں کے برخلاف ہے جو اپنے خطوط کے ذریعہ مجھے یہاں تک لائے ہیں اور میرے لئے قاصد بھیجے ہیں تو میں ابھی تم لوگوں کی طرف سے منصرف ہو کر پلٹ جاتا ہوں۔

حربن یزید نے کہا: خدا کی قسم! ان خطوط کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے جن کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا: یا ”عقبہ بن سمان! اخرج الخرجین“ اے عقبہ بن سمان! ذرا خرجین نکالو! عقبہ بن سمان نے خرجین نکالی تو وہ خطوط سے بھری تھی۔ امام علیہ السلام نے ان تمام خطوط کو ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حرنے کہا: ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خط لکھا تھا؛ ہم کو تو فقط یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمارا آپ سے سامنا ہو تو ہم کسی طرح آپ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں پیش کر دیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”الموت أدنی الیک من ذالک!“ تمہاری موت اس فکر سے زیادہ نزدیک ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے کہا: ”قوموا فارکبوا!“ اٹھو اور سوار ہو جاؤ تو وہ سب سوار ہو گئے اور خواتین کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ سوار ہو کر جب یہ نورانی قافلہ چلنے لگا اور مدینہ کی طرف پلٹنے لگا تو حرکی فوج راستہ روک کر سامنے آکر کھڑی ہو گئی تو امام حسین علیہ السلام نے حرنے کہا: ”شکک انک! ماترید؟“ تیری ماں تیرے غم میں عزا دار ہو تو کیا چاہتا ہے؟ حرنے جواب دیا: ”اما اللہ لو غیرک من العرب یقولہا لی“ خدا کی قسم! اگر آپ کے علاوہ عرب میں کسی اور نے یہ جملہ کہا ہوتا جو آپ نے مجھ سے کہا ہے اور اس حال میں ہوتا جس میں ابھی آپ میں تو میں بھی اے نہ چھوڑتا اور

^۱ یہ بات عنقریب بیان ہوگی کہ امام علیہ السلام جب دشمنوں کی درمیان روز عاشورا خطبہ دے رہے تھے اور ان پر حجت تمام کر رہے تھے کہ ان لوگوں نے خود امام علیہ السلام علیہ السلام کو خط لکھا ہے تو ان لوگوں نے کہا: آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ تو اس وقت حرنے کہا تھا: کیوں نہیں! خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں، خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے، خدا کی قسم! میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا یہ کہہ کر حرنے اپنے گھوڑے کو موڑ دیا اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہو گیا۔ (ص ۲۵۱)

اس کی ماں کو اس کے غم میں بیٹھا دیتا اور اس سے وہی کہتا جو مجھے کہنا چاہیے لیکن خدا کی قسم! میری قدرت نہیں ہے کہ میں آپ کی مادر گرامی کے سلسلہ میں کچھ کہوں مگر یہ کہ ان کا تذکرہ جس قدر اچھائی سے ہو سکتا ہے وہی کر سکتا ہوں۔^۱ امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ حر سے پوچھا: فاترید؟ پس تم کیا چاہتے ہو؟ حر نے کہا: ”أريد والله، أن أُنطق بك الی عبید اللہ بن زیاد“ خدا کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”أذن والله لا أتبعك“ ایسی صورت میں خدا کی قسم میں تمہاری ہمراہی نہیں کروں گا۔

جب بات زیادہ ہو گئی اور دونوں کے درمیان اسی طرح رد و بدل ہونے لگی تو حر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا ہے، مجھ سے فقط یہ کہا گیا کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں اور آپ کو کوفہ تک لے آؤں۔ اب اگر آپ انکار کر رہے ہیں تو ایک ایسا راستہ انتخاب کیجیے جس سے آپ نہ کوفہ جا سکیں اور نہ ہی مدینہ پلٹ سکیں۔ میرے خیال میں آپ کے اور ہمارے درمیان یہی مضائقہ رویہ ہوگا پھر میں عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کروں گا اور آپ کی مرضی ہوگی تو یزید بن معاویہ کو خط لکھنے کا یا پھر عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھنے شاید خداوند عالم کوئی ایسا راستہ نکال دے جس کی وجہ سے مجھ کو آپ سے درگیر ہونے سے نجات مل جائے۔

آپ یہاں سے غذبہ اور قادسیہ کے راستے سے نکل جائیے (اس وقت آپ لوگ ذوحسم میں موجود تھے) ذوحسم اور غذبہ کے درمیان ۳۸ میل کا فاصلہ تھا۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب اس راستے پر روانہ ہو گئے اور حر بھی اسی راستے پر چل پڑا۔^۲ بارہویں منزل: البیضۃ آب یہ نورانی قافلہ نہ تو مدینہ کے راستے پر گامزن تھا۔ اور نہ ہی کوفہ کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا تھا بلکہ ایک تیسری طرف رواں دواں تھا۔ چلتے چلتے ایک منزل آئی جسے ”بیضہ“ کہتے ہیں۔ یہاں پر حضرت نے اپنے اصحاب اور حر کے

^۱ اس واقعہ کو ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین کے ص ۷۴، طبع نجف پر ابو مخنف سے نقل کیا ہے حر نے جواب دیا: ”أذن والله لا أذعك“ ایسی صورت میں خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

^۲ ہشام کے حوالے سے جو باتیں ہم بیان کر رہے ہیں وہ یہاں پر ختم ہو جاتی ہیں۔ (ارشاد، ص ۲۲۵، الخواص، ص ۲۳۲)

^۳ یہ جگہ ”واقصہ“ اور ”غذبہ الہجانات“ کے درمیان ہے۔

لشکر کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا۔ حمد و ثنائے الہی کے بعد آپ نے فرمایا: ”ایھا الناس! ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم قال: ”من رأى سلطاناً جائراً مستحلاً حرم اللہ نکاحاً لنفسه اللہ، مخالفاً لرسول اللہ، یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم ینزع علیہ بفعل ولا قول، کان حقاً علی اللہ أن یدخلہ خلدہ“، ألا وان هؤلاء قد لزمو طاعة الشیطان وتركوا طاعة الرحمن وأظہروا الفساد وعللوا الحدود، واثأثروا بالنبیؐ، وأحلوا حرام اللہ وحرموا حلال اللہ وأنا أتی من غیری“، قد اتنی لکمکم وقد مت علی رسکم بیعتکم أنکم لا تسمونی ولا تتحدونی، فان تتمم علی بیعتکم تصیروا رشدکم، فأنا الحسین بن علی وابن فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نفعی أنفسکم وأحلی مع أهلكم، فکلم فی أسوة، وان لم تفعلوا ونقضتم عہدکم، وخلعتم بیعتی من أعناقکم فلمریا حی کلم بکد، لقد فعلتموها بأبی وأخی وابن عمی مسلم ابوالمنصور من اغترکم، فخطکم أخطاتم ونصیکم ضیعتکم ”ومن نکث فانما ینکث علی نفسه“، وسینی اللہ عنکم والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ“، اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے ستم گر حاکم کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو، الہی عہد و پیمان کو توڑنے والا ہو، اللہ کے رسول کی سنتوں کا مخالف ہو، گناہ و ستم کے ساتھ بندگان خدا سے پیش آتا ہو اور وہ ایسے پیکر ظلم و جور کے خلاف اپنے قول و فعل کے ذریعہ کوئی تغیر احوال کا اظہار نہ کرے تو خداوند عالم کو حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کو جہنم میں اسی ظالم کے ہمراہ داخل کر دے؛ آگاہ ہو جاؤ کہ ان لوگوں نے شیطان کی پیروی کر لی ہے اور رحمن کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے، فساد کو آشکار، حدود الہی کو معطل، انفال اور عوام الناس کے اموال کو غضب، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال بنا دیا ہے اور میں اس راہ و روش کو بد کرنے کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہوں۔ تم لوگوں نے ہمیں خط لکھ کر بلایا ہے اور تمہارے نامہ بر تمہاری بیعتوں کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا: تم لوگ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑو گے اور کبھی بھی میری مدد و نصرت سے دست بردار نہیں ہو گے۔

^۱ سورہ فتح، ۸

^۲ ابو مخنف نے عقبہ بن ابی عزار کے حوالے سے اس خبر کو نقل کیا ہے۔

اگر تم لوگ اپنے عہد و بیہمان پر وفاداری کا ثبوت دیتے ہو تو رشد و سعادت تمہیں نصیب ہوگی کیونکہ میں حسین علی کا لال اور فاطمہ، دختر پیغمبر اسلام کا فرزند ہوں جس کی جان، حق کی راہ میں تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرا گھرانہ تمہارے گھرانے کے ہمراہ ہے کیونکہ میں تم لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہوں اور اگر تم نے اپنے عہد و بیہمان کو توڑ دیا اور اپنی گردنوں سے ہماری بیعت کے قلابہ کو اتار دیا تو قسم ہے میری جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی عار کی بات نہیں ہے؛ کیونکہ تم میرے بابا امیر المومنین اور میرے بھائی حسن اور چچا زاد بھائی مسلم کے ساتھ کر چکے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص سخت فرب خوردہ ہے جو ان سب باتوں کے بعد تم لوگوں پر بھروسہ کرے؛ تم لوگوں نے اپنی زندگی کے حصہ کو کم اور اپنے حقوق کو ضائع کر دیا ہے۔ ”جو عہد کو توڑے گا وہ خود اپنے نقصان کے لئے عہد شکن ہوگا“ اور خدا تم لوگوں کی مدد و نصرت سے بے نیاز ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام حسین علیہ السلام کے اس بصیرت افروز بیان کے بعد حرجو سفر میں آپ کے ہمراہ تھا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”یا حسین! انی اذکرک اللہ فی نفسک فانی اشہد لئن قاتلت لنتکتن ولن قوتک لتھلکن فیما اری“ اے حسین! آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ دوبارہ اپنے بارے میں فکر کریں کیونکہ میں گواہ ہوں کہ میرے نظریہ کے مطابق اگر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی تو وہ لوگ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر آپ قتل کر دئے گئے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے؛ یہ سن کر امام حسین نے فرمایا: ”أفالموت تخوفنی! وحل یعدوکم ان تقتلونی! ما ادری ما اقول ملک! ولكن اقول کما قال اخوا لاوس لابن عمہ ولقیہ وحویریہ نصرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (والہ) وسلم فقال له: این تذهب؟ فانک مقتول! فقال: سأمضی وما بالموت عار علی الفتی اذا ما نومی حقاً وجاهد مسلماً وآسی الرجال الصالحین بنفسہ وفارق ثبوراً یغش ویرغاً! کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ کچھ ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کے بلانے پر میرا آنا اور ظلم و ستم کے خلاف میرا نبرد آزما ہونا سبب بنے گا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا کہوں؛ لیکن میں وہی کہتا ہوں جو قبیلہ اوس کے ایک جوان نے اپنے چچا زاد بھائی سے اس وقت کہا تھا جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

^۱ ابن اثیر نے الکامل میں اور شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۲۵ پر ان اشعار کے علاوہ ایک شعر کا اور اضافہ کیا ہے۔ فان عشت لم اندم وان مت لم الم وکفی بک ذلّان تعیش و ترغمّا اگر میں زندہ رہا تو نادم نہیں ہوں گا اور اگر دنیا سے گزر گیا تو ملامت نہیں کیا جاؤں گا اور ذلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل ہو۔

وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کے لئے جا رہا تھا۔ اس کے چچا زاد بھائی نے اس سے ملاقات کرتے ہوئے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ مجھے یقین ہے کہ تم قتل ہو جاؤ گے تو اس جوان مرد نے جواب دیا تھا: میں تو پیغمبر خدا کی طرف جا رہا ہوں اور موت اس جوان کے لئے ننگ و عار نہیں ہے جس کی نیت حق اور جو ایک مسلمان کی حیثیت سے جہاد کے لئے جا رہا ہو، وہ نیک و صالح افراد کی مصیبت کا ہمراہی ہے اور اس سے جدا ہے جو ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی زندگی ذلت و رسوائی کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔

جب حر نے یہ کلمات سنے تو کنارہ کش ہو گیا اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک سمت میں چلنے لگے اور حر اپنے فوجیوں کے ساتھ دوسری طرف آگے بڑھنے لگا۔ چلتے چلتے یہ لوگ اس منزل تک پہنچ گئے جسے ”عذیب اللجانات“ کہتے ہیں۔

تیسرے ہی منزل؛ ”عذیب اللجانات“، یہ قافلہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق ”ذو حسم“ کے بعد ”بضہ“ سے ہوتے ہوئے ”عذیب اللجانات“ تک پہنچا۔ وہاں یہ قافلہ ان چار سواروں سے رو برو ہوا جو کوفہ سے آرہے تھے جن کے راہنما طرماح بن عدی تھے۔ جب یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اپنے گھوڑے پر سوار یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا ناتی لائذ عری من زجری

و شری قبل طلوع الفجر

بنجر رکبان و خیر سفر

حتی تخی بکریم النجر

^۱ ”عذیب“ یہ بنی تمیم کی ایک گھاٹی ہے جو عراق کی سرحد ہے۔ یہ جگہ ایرانیوں کے اسلحہ خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ اس کے اور ”قادیسیہ“ کے درمیان ۶ میل کا فاصلہ ہے۔ علاقہ ”حیرہ“ کے سربراہ ”نعمان“ کے گھوڑے اسی جگہ پر چرائے جاتے تھے کہا جاتا ہے ہجانات ہجین کی جمع ہے جس کے معنی غیر اصل کے ہیں یعنی جو لوگ نجیب الطرفین نہ ہوں۔

المجاهد المحرر حبيب الصدر

اتنی بہ اللہ بخیر امر

ثمنہ ابقاہ بقاء الدھر

اے میرے نائق! میرے جلدی جلدی بھلنے پر خوف زدہ نہ ہو بلکہ توتیز تیز چل تاکہ سپیدہ سحری تک تو بہترین سوار اور بہترین مسافر تک پہنچ جا، یہاں تک کہ اس ذات تک رسائی ہو جائے جس کا خاندان کریم، بزرگ، آزاد اور فراخ دل ہے؛ جسے خداوند متعال بہترین کام کے لئے یہاں لایا ہے، اسی لئے خدا اے اس وقت تک باقی رکھے گا جب تک یہ دنیا اور زمانہ باقی ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”أنا واللہ انی لأرجو أن یکون خیراً ما أَرَادَ اللہ بنا قتلنا أو ظفرنا“، خدا کی قسم خداوند عالم جو ہمارے لئے چاہتا ہے وہی ہمارے لئے خیر ہے؛ چاہے ہم قتل کر دے جائیں یا ظلم و ستم کے خلاف ظفریاب ہو جائیں۔ یہ چار افراد چونکہ کوفہ سے آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدد و نصرت کا ارادہ رکھتے تھے لہذا حرب بن یزید سامنے آیا اور امام علیہ السلام سے کہا: یہ لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ہمراہ نہیں تھے لہذا یا تو میں انہیں قید کر لوں یا کوفہ لوٹا دوں۔ تو امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”أُمنع من نفسي، أنا هؤلاء أنصاري وأعواني وقد كنت أعطيتني ان لا تعرض لي بشيء حتی یأتیک کتاب من ابن زیاد“، میں ان کی جانب سے اسی طرح دفاع اور مانعت کروں گا جس طرح اپنا دفاع اور اپنے سلسلے میں مانعت کر رہا ہوں؛ کیونکہ یہ میرے ناصر و مددگار ہیں اور تم نے عہد و پیمان کیا ہے کہ جب تک تمہارے پاس ابن زیاد کا خط نہیں آجاتا اس وقت تک تم مجھ سے درگیر نہ ہو گے۔

حرفے کہا: ٹھیک ہے لیکن یہ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”ہم أصحابی و ہم بمنزلہ من جاء معي فان تمت علی ما کان بینی و بینک والا نأجز تک“، یہ میرے اصحاب ہیں اور انہیں لوگوں کی طرح میں جو میرے ساتھ آئے ہیں

۔ اگر تم نے اس عہد و پیمان کو برقرار رکھا جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہارے سامنے میدان کا رزار میں اتر آئیں گے۔ یہ سن کر حران لوگوں سے دست بردار ہو گیا۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”اُخبرونی خبر الناس وراءکم“ جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبر سناؤ۔ تو مجمع بن عبد اللہ عائدی جو انہیں چار میں سے ایک تھے اور کوفہ سے یہاں آئے تھے نے آپ سے عرض کیا: ”أما اشراف الناس فہذا عظمت رثوتم ولعنت غرائرہم، یتمال و ذہم و یتخلص بہ نصیہم فہم ألب واحد علیک! وأما سائر الناس بعد فان أفتد تم تھوی الیک ویوفہم غدا مشورۃ علیک“ اشراف اور سربرآوردہ افراد کو رثوت کی خیر رقم دیدی گئی ہے، ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیا ہے، اس طرح سے ان کی خیر خواہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا گیا ہے اور ان کو اپنا محبوب بنا لیا گیا ہے۔ یہ گروہ وہ ہے جو آپ کے خلاف دشمن کے ہمراہ ہے اور بقیہ لوگ وہ ہیں جن کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف کھنچی ہوں گی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ”اُخبرونی فہل کلم برسولی الیکم؟“ کیا میرا کوئی پیغام رسان تم تک پہنچا ہے؟ تو ان لوگوں نے پوچھا: کس پیغام رساں کی بات کر رہے ہیں؟ امام حسین نے فرمایا: قیس بن مسر صیداوی ان لوگوں نے جواب دیا: ہاں! ان کو حصین بن تمیم نے گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو عبید اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے بابا پر لعنت بھیجیں۔

انہوں نے آپ پر اور آپ کے بابا پر درود سلام بھیجا، ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی، لوگوں کو آپ کی مدد و نصرت کے لئے بلایا اور انہیں خبر دی کہ آپ آرہے ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں چھت پر سے نیچے پھینک دیا جائے لہذا آپ کو دار الامارہ کے چھت سے نیچے پھینک دیا گیا یہ جملہ سننے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائیں اور آپ کسی طرح اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے پھر آپ نے فرمایا: ”مَنْحَمٌ مِّنْ قُضٰی خَیْبٍ وَ مَنْحَمٌ مِّنْ عَظْمٍ وَ مَا بَدَلُوا بَنَدَیْ لَّا

^۱ شاید یہ چار لوگ، جابر بن حارث سلمانی، عمرو بن خالد صید اوی اور سعد کا غلام ہوں جنکے بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے جنگ کے پہلے ہی مرحلہ میں مقاتلہ کیا اور ایک ہی جگہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۶)

”اللهم اجعل لنا ولهم اجتهتزلّ واجمع بيننا وبينهم في مستقر رحمتك ورغائب مذخور ثوابك“ ان میں سے بعض وہ ہیں جو (قربانی دے کر) اپنا عہد وفا کر گئے اور ان میں سے بعض (حکم خدا کے) اختیار میں بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنا موقف) ذرا بھی نہیں تبدیل کیا، خدا یا! بہشت کو ہمارے اور ان کے نزول کی جگہ قرار دے اور اپنی رحمتوں کی جاگاہ میں ہمیں اور انہیں یکجا کر دے اور اپنے بہترین ثواب کے ذخیرہ سے بہرہ مند فرما! اس دعا کے بعد طراح بن عدی امام حسین علیہ السلام کے قریب آئے اور عرض کی: ”أني والله لا أنظر فأرسي معك أحداً ولو لم يقاتلك إلا هؤلاء الذين أراهم ملازميك لكان كلفني بهم وقد رأيت قبل خروجي من الكوفة ليوم ظهر الكوفة وفيه من الناس ما لم تر عيناي في صعيد واحد جمعاً أكثر منه، فألث غنم، فقهيل: اجتمعوا ليعرضوا ثم يسرحون إلى الحسين، فأشدك ان قدرت على أن لا تقدم عليهم شبراً إلا فعلت! فان أردت أن تنزل بلاء ينحك الله به حتى تری من راكيب ویتبین لك مانت صانع، فمر حتى أنزلك مناع جلنا الذي يدعي ”أ جاء“، فأسير معك حتى أنزلك القرية“، خدا کی قسم میں جو دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ زیادہ یار و مددگار نہیں ہیں اور اگر انہیں لوگوں کے علاوہ جنہیں میں ساتھ ساتھ دیکھ رہا ہوں کوئی اور نہ ہو تو یہی لوگ ان کے لئے کافی ہیں۔ کوفہ سے نکل کر آپ کی طرف آنے سے ایک دن قبل میں نے کوفہ کے پیچھے بہت سارے لوگوں کو دیکھا جس سے پہلے ایک ہی جگہ پر میں نے اتنا جم غفیر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ کسی نے کہا یہ لوگ اس لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ فوجی ٹریننگ لے سکیں اور پھر حسین سے جنگ کے لئے کوچ کریں لہذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ قادر ہیں تو ایک بالشت بھی ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں۔ اگر چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شہر میں جائیں جہاں خدا آپ کی جان کو ان ظالموں ۸ کے چنگل سے نجات دیدے اور پھر آپ دیکھیں کہ آپ کا منشاء کیا ہے اور آپ کے لئے موقعیت پوری طرح واضح ہو جائے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم آپ کو اپنی طرف ایک پہاڑی علاقہ میں اتار دیں جہاں کوئی پر بھی نہیں مار

^۱ سورہ احزاب ۲۳

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی عیزار نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۳، ارشاد، ص ۲۲۵، طبع نجف)

^۳ یہ ایک شخص کا نام ہے جس کے نام پر علاقہ طنی کا پہاڑ موسوم ہے۔ یہ طنی کے مغربی علاقہ میں سمیرا ۷ پہاڑ کے بائیں جانب ہے

^۴ یہ قریہ کی اسم تصغیر ہے اور طنی کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

سکتا، جسے ”آجاء“ کہتے ہیں۔ میں وہاں تک آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپ کو وہاں کے ایک گاؤں میں جس کا نام ”قریہ“ ہے اتار دوں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ”جزاک اللہ وقومک خیراً! انہ قد کان بیننا و بین ہؤلاء القوم قول لنا قد رمعہ علی الانصراف ولا ندری علام تصرف بنا وہم الامور فی عاقبتہ!“ خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قول و قرار ہے جس کی وجہ سے ہم ان سے جدا نہیں ہو سکتے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ عاقبت کار ہمارے اور ان کے امور کو کہاں لے جائے گی۔ طرماح کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ان کو الوداع کیا اور کہا: خدا آپ کو جن وانس کے شر سے دور رکھے اور حسین (علیہ السلام) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے۔

چودھویں منزل: قصر بنی مقاتل^۱ ”عذیب الہجانات“ سے چل کر حسین بن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قصر بنی مقاتل تک پہنچے۔ وہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا تو دیکھا کہ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: ”لمن ہذا الفطاط“، یہ خیمہ کس کا ہے؟ تو کسی نے کہا: عبید اللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ”ادعوہ لی“، اسے میرے پاس بلاؤ، پھر ایک پیغام رساں کو اس کے پاس روانہ کیا، جب وہ پیغام رساں وہاں پہنچا تو اس نے کہا: یہ حسین بن علی میں جو تم کو بلا رہے ہیں، عبید اللہ بن حر جعفی نے کہا: ”انا للہ وانا الیہ راجعون“، خدا کی قسم میں کو فہ سے نکلا تو مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ کسی جگہ حسین سے ملاقات ہو، واللہ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں یا میں ان کو دیکھوں۔ پیغام رساں واپس پلٹا اور اس نے آکر امام کو اس کے بارے میں خبر دی۔

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جمیل بن مرید نے طرماح کے حوالے سے مجھ کو یہ خبر دی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۶) اور پوری خبر یہ ہے کہ طرماح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں نے کوفہ سے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ آذوقہ فراہم کیا ہے جن کا نفقہ مجھ پر واجب ہے لہذا میں وہاں پہنچ کر اسے رکھ کر انشاء اللہ فوراً آپ کی طرف پلٹ رہا ہوں۔ اگر میں آپ سے ملحق ہو گیا تو خدا کی قسم میں ضرور آپ کی مدد کرنے والا ہوں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی کرو اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے! طرماح کہتے ہیں: جب میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا تو آذوقہ ان کے پاس رکھا، جو چیز ان کے لئے ضروری اور ان کی بہتری میں تھی اسے وہاں فراہم کیا اور ان سے وصیت کی پھر اپنے ارادہ کو ان کے سامنے پیش کر کے فوراً لوٹ گیا یہاں تک کہ جب میں ”عذیب الہجانات“ تک پہنچا تو سماعہ بن بدر نے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنائی تو میں واپس پلٹ گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۶)

^۲ معجم میں ہے کہ یہ جگہ چند دیہاتوں اور ”قططنا نہ“ اور ”عین التمر“ کے درمیان واقع ہے۔

^۳ ابو مخنف نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۷)

^۴ اس شخص کے حالات کتاب کے آخری حصہ میں بیان کئے جائیں گے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام خود اٹھے، نعلین مگلوائی، اسے پہن کر کھڑے ہوئے اور نفیس نفیس اس کے پاس گئے، خیمہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا پھر اسے اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو ابن حرنے اپنی باتوں کو پھر دہرایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ”فان لا تصرنا فاتق اللہ ان تکون ممن یقاتلنا فواللہ لا یسمع واعیننا أحد ثم لا یضرنا الا ہلک“، اگر تم میری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو خدا سے خوف کھاؤ کہ کہیں مجھ سے جنگ کرنے والوں میں نہ ہو جاؤ؛ کیونکہ خدا کی قسم کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو میری فریاد سن کر میری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ رات کے آخری حصہ میں امام حسین (علیہ السلام) نے پانی بھرنے کا حکم دیا اور جب چھا گئیں بھری جا چکیں تو آپ نے ہم لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور ہم نے وہی کیا۔

جب ہم لوگ ”قصر بنی مقاتل“ سے کوچ کر رہے تھے اور ہمارا سفر جاری تھا تو کچھ دیر کے لئے حسین کی آنکھ لگ گئی، جب آنکھ کھلی تو آپ یہ فرما رہے تھے: ”انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین“، اس جملہ کی آپ نے دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی، یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ نے بھی اپنے بابا کے جملہ کی تکرار ”انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین“ کرتے ہوئے فرمایا: ”یا ابت جعلت فداک مم حدت واسترجعت“، بابا جان! آپ پر میری جان قربان ہو، کیا سبب ہوا کہ آپ نے یکبارگی حمد الہی کی اور زبان پر کلمہ استرجاع جاری کیا؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: ”یا بنی انی خفت برأسی خفتہ فحن لی فارس علی فرس ھنال: القوم یسرون والما یتسری الیھم، فعلت انھا أنفنا نعت الینا“، اے میرے لال! تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ ایک گھوڑا سوار میرے سامنے نمودار ہوا اور اس نے کہا یہ قوم آگے بڑھ رہی ہے اور موت ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے، اس سے مجھ کو معلوم ہو گیا یہ مجھے میری شہادت کی خبر دے رہا ہے۔

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے مجالد بن سعید نے عامر شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۷، ارشاد ص، ۲۲۶)

علی بن حسین علیہ السلام: ”یا بُت لا اُراک اللہ سوء۔ الناعلی الحق؟“ اے بابا! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ آپ کے لئے برا کرے گا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام حسین علیہ السلام: ”بلیٰ والذی الیہ مرجع العباد!“ کیوں نہیں (ہم ہی حق پر ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ علی بن الحسین: ”یا بُت اذ لا نبالی، نموت محقین“ بابا جان ایسی صورت میں ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیوں کہ ہماری موت حق پر ہے۔ امام حسین: جزاک اللہ من ولد خیر ماجزی ولد اُعن والدہ، خداوند متعال تمہیں وہ بہترین جزا دے جو باپ کی دعا سے بیٹے کو نصیب ہوتی ہے۔

اسی گفتگو کے درمیان کچھ دیر کے بعد سپیدہ سحری نمودار ہوئی۔ آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور دوبارہ جلدی سے سب اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے اور آپ اپنے اصحاب کو اس سر زمین کے بائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا تاکہ انہیں لشکر حر سے جدا اور متفرق کر سکیں لیکن حر بن یزید کی جستجو یہ تھی کہ آپ کو کسی طرح کوفہ سے نزدیک کر دے لہذا وہ آپ لوگوں کو پراکندہ ہونے سے روک کر واپس پلٹانے لگا اور کوفہ کی طرف شدت سے نزدیک کرنے لگا، اصحاب حسینی نے اس سے مانعت کی اور ان لوگوں کو دور بٹاتے رہے اور آپ اسی طرح اپنے چاہنے والوں کو بائیں طرف کرتے رہے اور اسی کشمکش میں ینوا آگیا۔

قربان گاہ عشق: ینوا اچودہ منزلیں ختم ہو چکی تھیں حسین بن علی (علیہما السلام) ینوا میں اتر چکے تھے کہ یکایک ایک سوار اسیل و نجیب گھوڑے پر سوار، اسلحوں سے لیٹ اور دوش پر کمان ڈالے کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا سب کے سب کھڑے اس کا انتظار کرنے لگے؛ جب وہ نزدیک آیا تو اس نے حر اور اس کے لشکر والوں کو سلام کیا لیکن حسین، اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا پھر اس نے عبید اللہ بن زید کا خط حر کو پیش کر دیا اس خط میں یہ عبارت موجود تھی۔ اما بعد، فنجع بالحسین حین یبلغ کتابی وبقدم علیک رسولی، فلا تنزلہ الا بالعرء فی غیر حصن وعلی غیر ماء وقد امرت رسولی ان یلزمک ولا یفارکک حتی یاتینی بانفاذک امری، والسلام“

^۱ یہ کربلا کا ایک علاقہ ہے جو اواخر قرن دوم تک آباد رہا۔

اما بعد، جیسے ہی نامہ بر تمہارے پاس یہ خط لے کر میرا پہنچے حسین کو ایک بے آب و گیاہ صحرا میں روک لو اور میں نے اپنے فرستادہ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے جدا نہ ہو اور تمہاری مراقبت میں رہے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر مجھے خبر دے کہ تم نے میرے حکم کو نافذ کیا ہے۔ والسلام جب حرنے خط پڑھا تو یہ خط لے کر وہ اس نورانی قافلہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ امیر عبید اللہ بن زیاد کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو وہیں پر قید رکھوں جہاں پر اس کا خط مجھے ملا ہے اور یہ اس کا قاصد اور فرستادہ ہے جسے اس نے حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میں اس کے منشاء اور حکم کو نافذ کر دوں۔

یہ سن کر یزید بن زیاد مہاجر کنڈی ہمدانی معروف بہ شعثاء نے عبید اللہ بن زیاد کے پیغام رساں کو غور سے دیکھا اور اس کے سامنے خود کو نمایاں کر کے کہا: کیا تو مالک بن نسیر بدی^۱ ہے! (جس کا تعلق قبیلہ کنذہ سے ہے)؟ اس شخص نے جواب دیا: ہاں! اس پر یزید بن زیاد معروف بہ شعثاء نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھی ہے! یہ تو کیا لے کر آیا ہے؟

مختار نے فوراً ان قاتلوں کی سمت مالک بن عمرو ہمدانی کو بھیجا۔ جب مالک بن عمرو وہاں آئے اور وہ سب کے سب قادیہ میں موجود تھے مالک بن عمرو نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر مختار کے پاس آئے۔ جب یہ قاتلین وہاں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ مختار نے اس بدی سے پوچھا: تو ہی وہ ہے جو امام کی برنس لے گیا تھا؟ تو عبد اللہ بن کامل نے کہا: ہاں یہ وہی ہے۔ یہ سن کر مختار نے کہا: اس کے دونوں ہاتھ پیر کاٹ دو اور چھوڑ دو تاکہ یہ ٹرپے اور مضطرب ہو یہاں تک کہ مر جائے۔ اس کے ساتھ ایسا ہی

^۱ آپ کا شمار امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے تیر اندازوں میں ہوتا ہے اور آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔ آپ نے سو تیر چلائے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر کہنے لگے: ان تیروں میں سے ابھی فقط پانچ ہی تیر ہدف پر لگے ہیں اور میرے لئے واضح یہی ہے کہ میں نے پانچ لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ابو مخنف ہی نے فضیل بن خدیج کنڈی سے روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد عمر بن سعد کے ہمراہ نکلا تھا لیکن جب حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح کی پیش کش ان لوگوں نے ٹھکرا دی تو یہ امام علیہ السلام کی طرف چلے آئے اور دشمنوں سے خوب داد و تحاشا لی یہاں تک کہ شہید ہو گئے لیکن یہ خبر اوپر والی خبر سے موافقت نہیں رکھتی ^۲ مالک بن نسیر قبیلہ بنی نداء سے متعلق تھا۔ یہ کربلا میں موجود تھا۔ اس نے امام علیہ السلام کے سر پر تلوار سے ضربت لگائی جس سے آپ کی برنس کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر تک پہنچ گئی جس نے آپ کو خون میں غلطاں کر دیا۔ اس حالت میں امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”لا أکلت بها ولا شربت بها وحشرک الله مع الظالمین“ تو اس کی وجہ سے نہ کہا پائے اور نہ پی پائے اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔ شہادت کے بعد مالک بن نسیر آپ کی برنس لے کر چلا گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸) یہ واقعہ ابی مخنف سے مروی ہے۔ ”برنس“ عربی کا ایک غیر مانوس کلمہ ہے۔ یہ ایک لمبی ٹوپی ہے جو روئی سے بنتی ہے اسے نصاریٰ کے عبادت گزار افراد پہنا کرتے تھے۔ صدر اسلام میں مسلمان عبادت گزار افراد بھی اسے پہنا کرتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے نیز ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن دبّا س نے مختار کو ان لوگوں کا پتہ بتا یا جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ انہیں میں سے ایک مالک بن نسیر بدی بھی تھا۔

کیا گیا اور اسے چھوڑ دیا گیا تو اس کا خون مسلسل بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ یہ ۲۶ھ کا زمانہ تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۷)

مالک بن نسر نے کہا: میں کچھ بھی لے کر نہیں آیا، میں نے توفیق اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت پر وفاداری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ ثناء نے اس کا جواب دیا: تو نے اپنے رب کی مصیبت اور اپنے نفس کی ہلاکت میں اپنے رہبر کی اطاعت کی ہے اور یہ فعل انجام دے کر تو نے ذلت و رسوائی اور جہنم کی آگ کو حاصل کیا ہے کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے: ”وَجَعَلْنَا خُفَّاءَ مِثْلَهُ دُغْنُ الْإِنَّا رَوْعُ مِثْلَهُ لَأَنَّهُ نَصْرُونَ“، ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ایسے بے کس ہوں گے کہ) ان کو (کسی طرح) کی مدد نہ دی جائے گی۔ اور وہ تیرا پیشوا ہے۔ اس کے بعد حرب بن یزید ریاحی حسینی قافلہ کو ایسی ہی جگہ پر اتارنے کی کوشش کرنے لگا جہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی کوئی قریہ و دیہات لہذا ان لوگوں نے فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم اس قریہ میں چلے بطن بن جوی نے کہا: پھر (امام) حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ”ما یقول ہذہ الارض“ اس زمین کو کیا کہتے ہیں تو لوگوں نے کہا: اسے کربلا کہتے ہیں اور اسے ینوی بھی کہا جاتا ہے جو اسی کا ایک قریہ ہے۔ یہ سن کر آپ رو نے لگے اور فرمایا: ”کرب وبلا“، یہ کرب و بلا ہے پھر فرمایا: ”اخرتہ ام سلمۃ قالت“، مجھ کو ام سلمیٰ نے خبر دی ہے وہ کہتی ہیں کہ ”کان جبرئیل عند رسول اللہ وانت معی“، جبرئیل رسول اللہ کے پاس تھے اور تم میرے ہمراہ تھے ”فبکیت فقال رسول اللہ: دعی ابنی فترکتک فاخذک ومنعک فی حجرہ“، تو تم رونے لگے رسول خدا نے فرمایا: میرے فرزند کو چھوڑ دو۔ میں نے تم کو چھوڑ دیا تو نبی اللہ نے تم کو پکڑا اور اپنی گودی میں بیٹھا لیا۔ ”فقال جبرئیل: أتجہ؟ قال: نعم! قال: فان أمتک ستقتلہ“، جبرئیل نے پوچھا: کیا آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں تو خدا کے نبی نے جواب دیا: ہاں! جبرئیل نے کہا: آپ کی امت اس بچے کو شہید کر دے گی۔ ”وان شئت أن أریک تربۃ أرضہ الّتی یقتل فیہا؟ قال: نعم“، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ قتل کئے جائیں گے تو خدا کے نبی نے فرمایا: ہاں! ام سلمیٰ کہتی ہیں: ”فبط جبرئیل جتاہ علی أرض کربلاء فأراہ ایاء

^۱ سورہ قصصہ آیت ۴۱

^۲ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کربلا کسی ایک دیہات اور قریہ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک علاقہ تھا جس کے تحت چند قریہ اور دیہات آتے تھے جیسا کہ کتاب ”الدلائل والمسائل“ (سید بخت الدین شہرستانی) میں موجود ہے۔

ثم شحما وقال: هذه والله هي الارض التي أخبر بها جبرئيل رسول الله وانني اقل فيها، جبرئيل نے زمین کربلا پر اپنے پر پھیلائے اور وہ زمین نبی خدا کو دکھا دی۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا: خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس جائیں جسے ینوا کہتے ہیں یا اس دیہات میں چلے جائیں جسے غاضریہ کہتے ہیں یا ایک دوسرے قریہ میں جانے دو جسے ثنیہ کہتے ہیں^۱ لیکن حرنے تمام درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں، یہ شخص میرے پاس جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔ کی خبر جبرئیل نے رسول اللہ کو دی تھی اور میں یہیں قتل کیا جاؤں گا۔ بط بن جوزی کہتے ہیں: ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے حوالے سے اسی معنی کو ذکر کیا ہے پھر بط بن جوزی نے کہا: ابن سعد نے ثنی کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب صفین کے راستے میں علی علیہ السلام کا کربلا سے گزر ہوا اور آپ ینوا (فرات کے نزدیک قریہ ہے) کے قریب پہنچے تو وہاں رکے اور اپنے پانی لانے والے اور طہارت کے امور انجام دینے والے فرد کو آواز دی اور فرمایا: اے ابو عبد اللہ مجھے خبر دو کہ اس زمین کو کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: اے کربلا کہتے ہیں، یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ اتنا روئے کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر فرمایا: ”دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وحوہ یکی فقلت لہ: ما یبکیک؟“ میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں؛ میں نے فوراً آنحضرت سے سوال کیا: آپ کو کس چیز نے رلا دیا؟ آنحضرت نے جواب دیا: ”مکان عندی جبرئیل آتفاً واخبرنی؛ ان ولدی الحسین علیہ السلام یتقل بظلفرات بموضع یقال لہ کربلاء“ ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس موجود تھے، انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین فرات کے کنارے اس جگہ پر قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔ ”ثم قبض جبرئیل قبضتہ من تراب قمینی ایا حافل ملک عینی ان فا ضتا“ پھر جبرئیل نے وہاں کی ایک مٹھی خاک اٹھائی جس کو میں نے سونگھا اس کا اثر یہ ہوا کہ میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکا اور سیل اشک جاری ہو گئے، پھر کہتے ہیں: ”حسن بن کثیر“ اور ”عبد خیر“ نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: جب علی علیہ السلام کربلا

^۱ غاضریہ، غاضر کی طرف منسوب ہے جو قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص ہے۔ یہ زمین ابھی عون کی قبر کے آس پاس ہے جو کربلا سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں جو قلعہ بنی اسد کے نام سے معروف ہے۔
^۲ یہ بھی کربلا کے نزدیک بنی اسد کے کنوئیں کا مقام ہے۔

پہنچے تو وہاں رکے اور گریہ کیا اور فرمایا: ”بابی اغلیہ یقتلون حاکمنا، هذا مناخ رکابکم، هذا موضع رحلکم، هذا مصرع الرجال ثم ازداد بکاء“، ”میرے باپ ان جوانوں پر قربان ہو جائیں جو یہاں قتل کئے جائیں گے۔ میں پر ان کی قیام گاہ ہوگی اور وہ اپنی رکابوں سے نیچے آئیں گے، یہی ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، یہی ان کے مردوں کی قتل گاہ ہے، یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور آپ شدت سے رونے لگے۔ (تذکرۃ النخا، ص ۲۵۰، طبع نجف) نصر بن مزاحم نے اس خبر کو چار طریقوں سے بیان کیا ہے۔ (صفین، ص ۲۴۰، ۱۴۲، طبع ہارون) اس بے ادبی پر زبیر بن قین، امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: ”یا بن رسول اللہ، ان قتال حواء اُحون من قتال من یاتینا من بعد ہم، فلعمری لیا تینا من بعد من تری مالا قبل لنا به“، ”اے فرزند رسول خدا! ان لوگوں سے ابھی جنگ آسان ہوگی بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی اس کے بعد ہماری طرف اتنے لوگ آئیں گے جن کا اس سے پہلے ہم سے کوئی سابقہ نہ ہوا ہوگا۔ زبیر کے یہ جملے سن کر امام علیہ السلام نے ان سے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو ان کے سابقہ بزرگوں کی سیرت کا بیان کر رہے۔ آپ نے فرمایا: ”ما كنت ابدأ هم بالقتال“، ”میں ان سے جنگ کی ابتداء کرنا نہیں چاہتا اس پر زبیر بن قین نے کہا: تو پھر اس کی اجازت فرمائیے کہ ہم اس قریہ کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالیں کیونکہ یہ قریہ سرسبز و شاداب ہے اور دریائے فرات کے کنارے ہے۔

اگر ان لوگوں نے ہمیں روکا تو ہم ان سے نبرد آزمائی کریں گے کیونکہ ان سے نبرد آزما ہونا آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس پر امام علیہ السلام نے پوچھا: ”وَأَسَءَ قَرِیةً حَی؟“، ”یہ کون سا قریہ ہے؟ زبیر نے کہا: ”حی العقر“، اس کا نام عقر ہے تو امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ”لَللّٰهِم انی اَعُوذُ بِکَ مِنَ الْعَقْرِ“، ”خدا یا! میں عقر سے تیری پناہ

^۱ بابل کے دیہات میں ایک جگہ ہے جہاں بنو خذنصر (یہ وہی بخت النصر معروف ہے جس کا صحیح تلفظ بنو خذ نصر ہے) رہا کرتے تھے اس علاقہ کو شروع میں کور بابل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے تصحیف ہو کر کربلا کہا جانے لگا۔

مانگتا ہوں، پھر آپ نے وہیں اپنے قافلہ کو اتارا۔ یہ جمعرات دوسری محرم ۱۱ھ کا واقعہ ہے جب دوسرا دن نمودار ہوا تو سعد بن ابی وقاص کا بیٹا عمر کوفہ سے چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچ گیا۔

^۱ مذکورہ شخص کے احوال گزر چکے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کی روانگی کا سبب یہ تھا کہ عبید اللہ بن زیاد نے اسے اہل کوفہ کی چار ہزار فوج کے ہمراہ ”ہمدان“ اور ”ری“ کے درمیان ایک علاقہ کی طرف روانہ کیا تھا جسے دشتہ اکتے میں جہاں دیلمیوں نے حکومت کے خلاف خروج کر کے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ابن زیاد نے خط لکھ کر ”ری“ کی حکومت اس کے سپرد کی اور اسے روانگی کا حکم دیا۔

عمر بن سعد اپنی فوج کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ ”حام اعین“ کے پاس جا کر پڑاؤ ڈالا لیکن جب امام حسین علیہ السلام کا مسئلہ سامنے آیا کہ وہ کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلایا اور کہا: تم حسین کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جب ہمارے اور اس کے درمیان کی مشکل حل ہو جائے تب تم اپنے کام کی طرف جانا۔

اس پر عمر بن سعد نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمائیں اور یہ کام خود انجام دیں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: ہاں یہ ممکن ہے لیکن اس شرط پر کہ تم وہ عہد نامہ واپس کر دو جو میں نے تم کو ”ری“ کے سلسلے میں دیا ہے۔ جیسے ہی ابن زیاد نے یہ کہا ویسے ہی عمر بن سعد بولا مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے تاکہ میں خوب فکر کر سکوں اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیر خواہوں کے پاس مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ تمام مشورہ دینے والوں نے اسے اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا۔ اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ماموں! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حسین کی طرف نہ

^۱ عربی میں اس کو دستیابی کہتے ہیں جو فارسی میں دشتہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خوبصورت، سر سبز و شاداب اور بہت بڑا علاقہ ہے جو ہمدان اور ری کے درمیان ہے۔ بعد میں یہ قزوین سے منسوب ہو گیا جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۵۸ میں ذکر ہوا ہے۔
^۲ یہ کوفہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے جہاں عمر بن سعد کا ایک حمام تھا جو اس کے غلام ”اعین“ کے ہاتھ میں تھا۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام ”حمام اعین“ ہو گیا۔ (القمقام، ص ۴۸۶)
^۳ ۷۷ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے ہمدان کا عامل بنا یا (طبری، ج ۵، ص ۲۸۴) اور اس کا بھائی مطرف بن مغیرہ مدائن میں تھا۔ اس نے حجاج کے خلاف خروج کیا تو اس کے بھائی حمزہ نے خاموشی کے ساتھ مال اور اسلحے سے اس کی مدد کی (طبری، ج ۵، ص ۲۹۲) لہذا حجاج نے قیس بن سعد عجلی کو (جو ان دنوں حمزہ بن مغیرہ کی پولس کا سربراہ تھا۔ حمزہ کے عہدہ پر معین کر کے ہمدان روانہ کیا اور حکم دیا کہ حمزہ بن مغیرہ کو زنجیروں سے جکڑ کر قید کر لو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے زنجیر میں جکڑ کر قید کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۴)

جائیں ورنہ آپ اپنے رب کے گناہ گار اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ دنیا سے اس حال میں کوچ کریں کہ آپ تمام دنیا کے مالک و مختار ہوں اور وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو یہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ حسین کے خون کا دھبہ آپ کے دامن پر ہو! اس پر ابن سعد نے کہا: انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ یہاں سے طبری کی روایت میں ابو مخنف کی خبروں کے سلسلہ میں انتطاع پایا جاتا ہے اور ابن سعد کے کربلا میں وارد ہونے کی داستان کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس خلاء کو طبری نے ”عوانہ بن حکم“ کی خبر سے پُر کیا ہے۔ چار ونا چار ربط بر قرار رکھنے کے لئے ہمیں اسی سلسلے سے متصل ہونا پڑ رہا ہے۔

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے ”عوانہ بن حکم“ نے عمار ابن عبد اللہ بن یسار جہنی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس نے اپنے باب سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے کہا: میں عمر بن سعد کے پاس حاضر ہوا تو اس کو امام حسین علیہ السلام کی طرف روانگی کا حکم مل چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے فوراً کہا: امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حسین کی طرف روانہ ہو جاؤں لیکن میں نے اس معم سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا: اللہ تمہارا مدد دگا ہے، اس نے تم کو صحیح راستہ دکھایا ہے۔

تم ہمیں رہو اور یہ کام انجام نہ دو اور نہ ہی حسین کی طرف جاؤ! یسار جہنی کہتا ہے: یہ کہہ کر میں ہسر سعد کے پاس سے نکل آیا تو کہنے والے نے آکر مجھے خبر دی کہ عمر بن سعد لوگوں کو حسین کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلا رہا ہے؛ یہ سن کر میں حیرت زدہ ہو گیا! فوراً اس کے پاس آیا، وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا اور مجھے دیکھ کر اپنا چہرہ فوراً موڑ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور میں فوراً اس کے پاس سے نکل آیا۔ راوی کا بیان ہے: وہاں سے عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے! آپ نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کا عہد نامہ بھی میرے لئے لکھ دیا ہے۔ لوگوں نے اس بات کو

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۷) اسی سند کے ساتھ ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (ص ۷۴) لیکن عقبہ کی جگہ پر عتبہ بن سمعان ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید نے بھی اس خبر کو الارشاد، ص ۲۲۶ پر ذکر کیا ہے۔

سن بھی لیا ہے (کہ میں ”ری“ جا رہا ہوں) تو اب اگر آپ بہتر سمجھیں تو ہمارے لئے اسی حکم کو نافذ رکھیں اور حسین کی طرف اس لشکر میں سے کوفہ کے کسی سربراہ آوردہ شخص کو بھیج دیں کیونکہ میں فنون جنگ کے لحاظ سے ان سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار نہیں ہوں۔ اس کے بعد پسر سعد نے چند لوگوں کے نام ابن زیاد کی خدمت میں پیش کئے تو ابن زیاد نے اس سے کہا: تم مجھے اشراف کوفہ کے سلسلے میں بہت مت سکھاؤ اور حسین کی طرف کس کو روانہ کیا جائے اس سلسلہ میں میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں چاہا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ ورنہ ہمارے عہد نامہ کو ہمیں لوٹا دو! جب پسر سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد ہٹ دھرمی پر آچکا ہے تو اس نے کہا: ٹھیک ہے میں روانہ ہو رہا ہوں۔ یار جحشی کا بیان ہے: وہاں سے نکل کر پسر سعد چار ہزار افوج کے ساتھ حسین کی طرف روانہ ہوا اور حسین کے ینوا وارد ہونے کے دوسرے دن کربلا میں وارد ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے اس کے بعد یزید بن رکاب کلبی ۲ ہزار کی فوج کے ہمراہ، حصین بن تمیم سکونی ۴ ہزار کی فوج، فلان مازنی ۳ ہزار کی فوج اور نصر بن فلان ۲ ہزار کے لشکر کے ہمراہ حسین کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح سوار اور پیدل ملا کر ۲۰ ہزار کا لشکر کربلا میں پہنچ گیا۔ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤل میں ذکر کیا ہے کہ وہ ۲۲ ہزار افراد تھے اور شیخ صدوق نے اپنی امالی میں امام جعفر صادق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ ۳۰ ہزار افراد تھے۔ (الامالی، ص ۱۰۱، طبع بیروت) بط بن جوزی نے محمد بن سیرین سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: اس پسر سعد کے سلسلے میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کرامت آشکار ہو گئی کیونکہ آپ کی عمر بن سعد سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ جوان تھا اور آپ نے اس سے فرمایا: ”ویحک یا بن سعد کیف بک اذا قت یوما مقاما تخیر فیہ بین البخت والنار فختار النار“ (تذکرہ، ص ۲۴۷، نجف) اے پسر سعد تیرا حال اس وقت کیا ہوگا جب ایک دن تو ایسی جگہ کھڑا ہوگا جہاں تجھے جنت و جہنم کے درمیان مختار بنایا جائے گا اور تو جہنم کو چن لے گا۔ کہ وہاں پہنچ کر عمر بن سعد نے عزہ بن

^۱ یہی روایت ”الارشاد“ کے ص ۲۲۷ پر بھی موجود ہے نیز مقتل محمد بن ابی طالب سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: پسر سعد ۹ ہزار کے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا۔

قیس احمیٰ کو حسین (علیہ السلام) کی طرف روانہ کیا اور کہا : ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کون سی چیز ان کو یہاں لائی ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ یہ عزہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لہذا اسے شرم آئی کہ وہ یہ پیغام لے کر وہاں جائے؛ جب اس نے انکار کر دیا تو ہمسرہ نے ان تمام سربر آوردہ افراد کے سامنے یہ پیش کش رکھی جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لیکن ان تمام لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور اس بات کو پسند نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے درمیان ایک شخص کثیر بن عبد اللہ شعبی اٹھا (جو بڑا بے باک رزم آور تھا اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا) اور کہنے لگا : میں ان کے پاس جاؤں گا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو انہیں دھوکہ سے قتل بھی کر سکتا ہوں^۱۔ عمر بن سعد نے کہا : میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ان کو قتل کرو پس تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں ہراوی کا بیان ہے : وہ اٹھا اور حسین کی طرف آیا۔

جیسے ہی ابو ثامہ صاندی^۲ نے اسے دیکھا امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا : اے ابو عبد اللہ خدا آپ کو سلامت رکھے! آپ کی طرف وہ شخص آ رہا ہے جو روئے زمین پر شریر ترین اور بدترین شخص ہے، جو خون بہانے اور دھوکے سے قتل کرنے میں بڑا بے باک ہے؛ یہ کہہ کر ابو ثامہ اس کی طرف بڑھے اور فرمایا : اپنی تلوار خود سے الگ کرو! اس نے کہا : نہیں خدا کی قسم یہ میری کرامت کے خلاف ہے۔ میں تو ایک پیغام رساں ہوں، اگر تم لوگوں نے چاہا تو میں اس پیغام کو تم تک پہنچا دوں گا جو تمہارے لئے لے کر آیا ہوں اور اگر انکار کیا تو واپس چلا جاؤں گا۔

ابو ثامہ : ٹھیک ہے پھر میں تمہارے قبضہ شمشیر کو اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اس کے بعد تم جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو بیان کر لینا کثیر بن عبد اللہ : نہیں خدا کی قسم تم اسے چھو بھی نہیں سکتے۔ ابو ثامہ صاندی : تم جو پیغام لے کر آئے ہو اس سے مجھ کو خبردار

^۱ شیخ مفید نے الارشاد میں عروہ بن قیس لکھا ہے۔ اس شخص کے شرح احوال اس سے پہلے گذر چکے جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ یہ کوفہ کا ایک منافق ہے جو اموی مسلک تھا۔

^۲ یہ شخص امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ زبیر بن قین کے خطبہ کی روایت بھی اسی سے منقول ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۶) یہ وہی شخص ہے جو مہاجر بن اوس کے ہمراہ آپ کے قتل میں شریک تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۱) اور یہ وہی شخص ہے جس نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کا پیچھا کیا تا کہ اسے قتل کر دے لیکن جب اسے پہچان لیا کہ یہ ہمدان سے متعلق ہے تو کہا : یہ ہمارا چچا زاد بھائی ہے، یہ کہہ کر اس سے دست بردار ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵) ان کے شرح احوال اس سے قبل گذر چکے ہیں۔

کردو، میں تمہاری طرف سے امام تک پہنچا دوں گا اور میں تم کو اجازت نہیں دے سکتا کہ آنحضرت کے قریب جاؤ کیونکہ تم فاجرو دھوکہ باز ہو۔ کثیر بن عبد اللہ نے ابو ثامہ کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عمر بن سعد کی طرف روانہ ہو گیا، وہاں جا کر اس نے عمر بن سعد کو ساری خبر سے مطلع کر دیا۔ اس کے بعد پسر سعد نے قرہ بن قیس خثلی کو بلایا اور اس سے کہا: ”وائے ہوتجہ پر اسے قرہ! جا حسین۔ سے ملاقات کر اور ان سے پوچھ کہ وہ کس لئے آئے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ یہ سن کر قرہ بن قیس آپ کے پاس آیا۔ جیسے ہی حسین نے اسے سامنے دیکھا اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ حیب بن مظاہر نے کہا: ہاں! یہ قبیلہ حنظلہ تمہی سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری بہن کا لڑکا ہے۔ ہم تو اسے صحیح فکرو عقیدہ کا سمجھتے تھے اور میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ یہ یہاں کیسے موجود ہے۔“ قرہ بن قیس نزدیک آیا، امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا اور عمر سعد کا پیغام آپ تک پہنچا دیا تو حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”کتب الی اہل مصر کم هذا: اُن اقدم، فَاذا ذکر حوینی فَاذا انصرف غنم“، تمہارے شر کے لوگوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ میں چلاؤں، اب اگر وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاؤں گا۔

راوی کہتا ہے کہ نامہ بر عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور ساری خبر اس کے گوش گزار کر دی۔ پسر سعد نے اس سے کہا: میں یہ امید کرتا ہوں کہ خدا ہمیں ان سے جنگ و قتال کرنے سے عافیت میں رکھے اور اسی مطلب کو اس نے لکھ کر ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ ابو مخنف کے بجائے دیگر راویوں کی روایت یہاں پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔

^۱ کربلا کی خبر میں یہاں حبیب بن مظاہر کا پہلی بار تذکرہ ملتا ہے اور راوی نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے۔ آپ کے احوال گذر چکے ہیں کہ آپ ان شیعہ زعماء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کوفہ سے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ عنقریب آپ کی شہادت کے حالات بیان کرتے وقت آپ کی زندگی کے بعض رخ پیش کئے جائیں گے۔

^۲ یہ حر بن یزید رباحی کے لشکر میں تھا۔ عدی بن حرمہ اسدی اس روایت کو نقل کرتا ہے کہ یہ کہا کرتا تھا: خدا کی قسم اگر حر نے مجھے اس بات پر مطلع کیا ہوتا جس کا ان کے دل میں ارادہ تھا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف نکل جاتا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۷) اسی شخص سے ابو زبیر عیسیٰ اس خبر کو نقل کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مخدرات کو امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کی قتل گاہ کی طرف سے لے جایا گیا اور وہیں پر زینب نے اپنے بھائی حسین بن علی علیہما السلام پر مرثیہ پڑھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) حبیب بن مظاہر نے اسے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے بلایا اور کہا کہ ظالمین کی طرف نہ جاؤ تو قرہ نے ان سے کہا: ابھی میں اپنے امیر کی طرف پلٹ رہا ہوں اور ان کے پیغام کا جواب دے کر اپنی رائے بیان کر دوں گا لیکن وہ عمر بن سعد کی طرف جا کر وہاں سے پلٹ کر حسین کی طرف نہنایا یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱؛ ارشاد، ص ۲۲۸)

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کو پہنچا جس میں مرقوم تھا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اُما بعد فانی حیث نزلت بالحسین بعثت الیہ رسولی، فمألتہ: عا أقدمہ، وما ذا يطلب ویسأل؟ فقال: کتب الی اهل هذه البلاد وأتتني رسلهم فألوني القدام ففعلت، فأنا اذکر هو فی فبدا لحم غیر ما اتتني رسلهم فأنا منصرف غنم“، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اُما بعد، میں جیسے ہی حسین کے نزدیک پہنچا میں نے ان کی طرف اپنے ایک پیغام رساں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ وہ یہاں کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھا تھا اور ان کے نامہ بر میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں چلا آؤں تو میں چلا آیا لیکن اب اگر انھیں میرا آنا نا پسند ہے اور نامہ بروں کو بھیج کر انھوں نے جو مجھے بلایا تھا اب اگر اس سے پلٹ گئے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاتا ہوں۔

جب ابن زیاد تک یہ خط پہنچا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد یہ شعر پڑھا۔ اَلآن اِذْ عَلِقْتَ مَخَالِبَنَا بِهٖ رَجْوُ النِّجَاةِ وَلا تَحْسِنُ مَنَاصِ! جب ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے تو نجات کی امید کرتا ہے لیکن اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

ابن زیاد کا جواب

خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام جواب کے طور پر خط لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، اُما بعد، قد بلغنی کتابک وفهمت ما ذكرت، فأعرض علی الحسین أن یبایع لیمزید بن معاویہ هو وجميع أصحابه، فاذا فعل ذالک رأینا رأینا، والسلام۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، اُما بعد، تمہارا خط مجھے موصول ہوا اور تم نے جو ذکر کیا ہے اسے میں نے سمجھ لیا اب حسین سے کہو کہ وہ اور ان کے تمام اصحاب یزید

بن معاویہ کی بیعت کر لیں۔ اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو پھر ان کے سلسلے میں ہم تم کو اپنا نظریہ بتائیں گے۔ والسلام جب عمر بن سعد کے پاس وہ خط آیا تو اس نے کہا: میں اسی گمان میں تھا کہ ابن زیاد عافیت کو قبول نہیں کرے گا۔

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کی جانب عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو بھیجا کہ وہ آپ سے دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات کرے۔ وقت مقررہ پر عمر بن سعد اپنے تقریباً ۲۰ سواروں کے ہمراہ باہر نکلا تو امام حسین علیہ السلام بھی اسی انداز میں نکلے لیکن جب وہ لوگ ملے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ کنارے ہو جائیں اور عمر بن سعد نے بھی اپنے سپاہیوں کو یہی حکم دیا پھر دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ گفتگو بڑی طولانی تھی یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے اپنے اصحاب کے ہمراہ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ گئے اس گفتگو کے درمیان جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس چلو اور ہم لوگ دونوں لشکروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ عمر سعد نے کہا: ایسی صورت میں تو میرا گھر منہدم کر دیا جائے گا۔

حسین نے کہا: میں تمہارا گھر بنوا دوں گا۔ عمر سعد نے کہا: میرے مال و منال اور باغ و بوستان لوٹ لئے جائیں گے، حسین نے کہا: میں تم کو جاز میں اپنے مال میں سے اس سے زیادہ دے دوں گا لیکن عمر سعد نے اسے قبول نہیں کیا اور انکار کر دیا۔ اس طرح لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور یہ بات پھیل گئی جبکہ ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں سنا تھا اور انھیں کسی بات کا علم

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نضر بن صالح بن حبیب بن زبیر عیسیٰ نے حسان بن فائد بن بکیر عیسیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمر سعد کا خط آیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱ و ارشاد، ص ۲۲۸)

^۲ عمر و بن قرظہ حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے لیکن انکا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کے ہمراہ تھا جب اس کے بھائی عمرو شہید ہو گئے تو اس نے اصحاب حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تاکہ اپنے بھائی کا انتقام لے سکے نافع بن بلال مرادی نے اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور اس کو زمین پر گرادیا۔ دوسری طرف نافع پر اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا۔ اس کے بعد اس کا علاج کیا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

نہیں تھا۔ اسی طرح اپنے وہم و گمان کے مطابق لوگ یہ کہنے لگے کہ حسین نے کہا تھا کہ تم لوگ میری تین باتوں میں سے کوئی ایک بات قبول کر لو: ۱۔ میں اسی جگہ پلٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔

۲۔ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو وہ میرے اور اپنے درمیان اپنی رائے کا اظہار خیال کرے۔

۳۔ یا تم لوگ مجھے کسی بھی اسلامی حدود میں بھیج دو تاکہ میں انھیں کا ایک فرد ہو جاؤں اور میرے لئے وہ تمام چیزیں ہوں جو ان لوگوں کے لئے ہیں^۱۔ عقبہ بن سمان کا اس سلسلے میں بیان ہے کہ میں حسین کے ساتھ تھا: آپ کے ہمراہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق آیا اور میں آپ سے پل بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ شہید کر دے گئے۔ اس کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم مدینہ، مکہ، دوران سفر اور عراق میں حتیٰ کہ شہادت کے وقت تک امام کا کوئی خطبہ اور کلام ایسا نہیں تھا جسے میں نے نہ سنا ہو اور خدا کی قسم لوگ جو ذکر کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا کہ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیدوں گا یہ سراسر غلط ہے اور آپ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہمیں کسی اسلامی حدود میں بھیج دیا جائے ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا: ”دعونی فلأذهب فی هذه الارض العریضۃ حتی تنظر ما یصیر أمر الناس“^۲، مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس وسیع و عریض زمین پر کہیں بھی چلا جاؤں تاکہ دیکھوں کہ لوگوں کا انجام کار کہاں پہنچتا ہے۔

^۱ ابو جناب نے ہانی بن ثابت حضر می کے حوالے سے مجھ سے روایت کی ہے اور وہ عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے وقت موجود تھا۔ اسی خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص ان ہی ۲۰ سواروں میں تھا جو رات کے وقت ملاقات کے ہنگام پسر سعد کے ہمراہ تھے۔ وہ کہتا ہے ہم نے اس گفتگو سے اندازہ لگایا ہے کیونکہ ہم ان دونوں کی آوازیں نہیں سن رہے تھے۔ (طبری ج ۵، ص ۴۱۳، الارشاد، ص ۲۶۹) سبط بن جوزی کا بیان ہے: یہ عمرو بنی ہے جس کی طرف پیغام رساں کو بھیجا گیا تھا کہ وہ اور حسین علیہ السلام یکجا ہوں تو عمر بن سعد اور امام حسین علیہ السلام تنہائی میں ایک جگہ جمع ہوئے۔ (تذکرہ، ص ۲۴۸، ط نجف)

^۲ یہ وہ مطلب جس پر محدثین کا ایک گروہ متفق ہے اور ہم سے مجالد بن سعید اور صقعب بن زبیر ازدی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۳، ابو الفرج، ص ۷۵، ط نجف)

^۳ اس مطلب کو ابو مخنف نے عبد الرحمن بن جندب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۳، الخواص، ص ۲۴۸)

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

امام علیہ السلام سے مختصراً گفتگو کے بعد عمر سعد نے ابن زیاد کے نام ایک دوسرا خط لکھا: ”اما بعد، فان الله قد اظفانا النار، وجمع اللممتموا صلحاً امراً لمة، هذا حسين قد اعطاني ان يرجع الى المكان الذي منه اتي اوان نسيره الى ابي ثغر من ثغور المسلمين شئنا فيكون رجلاً من المسلمين له الملم وعلية ما عليهم اوان ياتي يزيد امير المؤمنين فيضع يده في يده فيرى فيما بينه وبين رأيه، وفي هذا لكم رضاً ولأمتصلح“، اما بعد، الله نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا، جاہلگی و اتحاد کو ایجاد کر دیا ہے اور امت کے امور کو صلح و خیر کی طرف موڑ دیا ہے۔ یہ حسینؑ میں جو مجھے وعدہ دے رہے ہیں کہ یا وہ اسی جگہ پلٹ جائیں گے جہاں سے آئے ہیں یا ہم انھیں جہاں مناسب سمجھیں کسی اسلامی حدود میں روانہ کر دیں کہ وہ انھیں کا جز قرار پائیں تاکہ جو ان لوگوں کے لئے ہو وہی ان کے لئے ہو اور جو ان لوگوں کے ضرر میں ہو وہی ان کے ضرر میں ہو یا یہ کہ وہ يزيد امير المؤمنين کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں اور وہ ان کے اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرنا چاہیں کریں، یہ بات ایسی ہے جس میں آپ کی رضایت اور امت کی خیر و صلاح ہے۔ جب عبید اللہ بن زیاد نے اس خط کو پڑھا تو وہ بولا: یہ اپنے امیر کے لئے ایک خیر خواہ شخص کا خط ہے جو اپنی قوم پر شفیق ہے؛ ہاں ہم نے اسے قبول کر لیا۔ اس وقت ثمر بن ذی الجوشن اومیں پر موجود تھا۔ وہ فوراً کھڑا ہوا اور بولا: کیا تم اس شخص سے اس بات کو قبول کر لو گے جب کہ وہ تمہاری زمین پر آچکا ہے اور بالکل تمہارے پہلو میں ہے؛ خدا کی قسم اگر وہ تمہارے شہر و حکومت سے باہر نکل گیا اور تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیا تو قدرت و اقتدار اور شان و شوکت اس کے ہاتھ میں ہوگی اور تم ناتواں و عاجز ہو جاؤ گے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے تم یہ وعدہ نہ دو کیونکہ یہ باعث توہین ہے۔ ہاں اگر وہ اور اس کے اصحاب تمہارے حکم کے تابع ہو جائیں تو اب اگر تم چاہو ان کو سزا دو کیونکہ وہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر تم معاف کرنا چاہو؛ تو یہ بھی تمہارے دست قدرت میں ہے۔ امیر مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ

^۱ اس کے تفصیلی حالات گذر چکے ہیں کہ اشراف کوفہ میں سے ایک یہ بھی ابن زیاد کے ہمراہ قصر میں تھا۔

^۲ سبط بن جوزی نے ص ۲۴۸ پر اس واقعہ کو بطور مختصر لکھا ہے اور اضافہ کیا ہے کہ اس نے اپنے جوابی خط کے نیچے یہ شعر لکھا

الآن حين تعلقته حبالنا يرجوا لنجائولات حين مناص اب جب وہ ہمارے پھندے میں آچکا ہے تو نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

اور عمر سعد دونوں اپنے اپنے لشکر کے درمیان بیٹھ کر کافی رات تک گفتگو کیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: تمہاری رائے اچھی اور تمہارا نظریہ صحیح ہے۔

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دو سرا جواب

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے نام خط لکھا۔ ”اما بعد، فانی لم أبتک الی حسین لکف عنہ، ولتلاولہ ولا تمنیہ السلامۃ والبقاء، ولا تتعد لہ عنذی شافاً... أنظر فان نزل حسین وأصحابہ علی الحکم واستلموا، فابث بهم الیسلماً وان أبوا فاحذف الیهم حتی تقتلهم و تمثّل بهم فانهم لذلک مستحقون! فان قتل حسین فأوطی الخیل صدره ونظمره! فانه عاق شاق۔ قاطع ظلوم و لیس دهری فی هذا ان یضر بعد الموت شئاً، ولكن علی قول لوقد قتلتہ فقلت هذا به! ان أنت مضیت لامرنا فیہ جزیناک جزاء السامع المطیع، وان أیت فاعترل علنا وجندنا، و خلّ ین شمر بن ذی الجوشن و ین العکمر، فان اقدأمرنا بأمرنا۔ والسلام“^{۲۰} اما بعد، میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ان سے دستبردار ہو جاؤ اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ مسئلہ کو پھیلا کر طولانی بنادو اور نہ ہی اس لئے کہ ان کی سلامتی و بقا کے خواہاں رہو اور نہ ہی اس لئے کہ وہاں بیٹھ کر مجھ سے حسین کے لئے شفاعت کی درخواست کرو... دیکھو! اگر حسین اور ان کے اصحاب نے ہمارے حکم پر گردن جھکا دی اور سر تسلیم خم کر دیا تو سلامتی کے ساتھ انھیں میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دو اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے اور مثلاً کر دو کیونکہ یہ لوگ اسی کے حق دار ہیں۔

قتل حسین کے بعد ان کی پشت اور ان کے سینہ کو گھوڑوں سے پامال کر دو کیونکہ انہوں نے دوری اختیار کی ہے وہ ناپاس میں۔ انہوں نے اختلاف پھیلایا ہے، وہ حق ناشناس اور ظلم کے خوگر ہیں۔ میری یہ تمنا اور آرزو نہیں ہے کہ موت کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے لیکن میں نے عہد کیا ہے کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ ایسا ہی کروں گا لہذا اب اگر تم نے ہمارے حکم پر

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید ہمدانی اور صقعب بن زبیر نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۴، ارشاد، ص ۲۲۹)

^۲ ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵، ارشاد، ص ۲۲۹ و الخواص، ۸، ۲۴)

عمل کیا تو ہم تم کو وہی جزا و پاداش دیں گے جو ایک مطیع و فرمانبردار کی جزا ہوتی ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم ہمارے وعدے اور فوج سے کنارہ کش ہو جاؤ اور فوج کو ثمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دو کہ ہمیں جو فرمان دینا تھا وہ ہم اسے دے چکے ہیں۔

السلام

خط لکھنے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ثمر بن الجوشن کو بلایا اور اس سے کہا: عمر بن سعد کے پاس یہ خط لے کر جاؤ۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ حسین، اور ان کے اصحاب سے کہے کہ وہ میرے فرمان پر تسلیم محض ہو جائیں! اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو فوراً ان لوگوں کو میرے پاس صحیح و سالم روانہ کر دو اور اگر انکار کریں تو ان سے نبرد آزما ہو جاؤ۔ اگر عمر بن سعد نے ایسا کیا تو تم اس کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا اور اگر اس نے انکار کیا تو تم ان لوگوں سے جنگ کرنا اور ایسے میں تم اس لشکر کے امیر ہو گے اور اس پر حملہ کر کے اس کی گردن مار دینا اور اس کا (یعنی پسر سعد) سر میرے پاس بھیج دینا!۔ جب ثمر نے وہ خط اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے ساتھ عبد اللہ بن ابی المہلح بن حزام (کلابی) جانے کے لئے اٹھا تو عبد اللہ نے کہا: خدا امیر کو سلامت رکھے حقیقت یہ ہے کہ عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان یہ سب ہماری بہن ام البنین کے صاحبزادے ہیں جو حسین کے ہمراہ ہیں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو ان کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیں۔ ابن زیاد نے جواب دیا: ہاں سر آنکھوں پر، اس کے بعد اپنے کاتب کو بلایا اور اس نے ان لوگوں کے لئے امان نامہ لکھ دیا۔ عبد اللہ بن ابی المہلح بن حزام کلابی نے اس امان نامہ کو اپنے غلام کزمان کے ہمراہ روانہ کیا۔

خط کے ہمراہ ثمر کا کربلا میں ورود عبید اللہ بن زیاد کا خط لے کر ثمر بن ذی الجوشن عمر بن سعد کے پاس پہنچا جب وہ اس کے قریب آیا اور خط پڑھ کر اس کو سنایا تو خط سن کر عمر بن سعد نے اس سے کہا: ”ویکاک مالک! لا تقرب اللہ دارک، و قبح اللہ ما قد مت بہ علی!“

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۴ و ارشاد، ص ۹۲)

واللہ لأظنک أنت ثنیۃ أن یقبل ما کتبت بہ الیہ أفدت علینا أمرًا کنار جونا أن یصلح، لا یتسلم واللہ حسین أن نفساً الیین حبیبہ“
 وائے ہو تجھ پر تو نے یہ کیا کیا! خدا تجھے غارت کرے۔ اللہ تیرا برا کرے! تو میرے پاس کیا لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین
 ہے کہ تو نے چا پلوسی کے ذریعہ اسے میری تحریر پر عمل کرنے سے باز رکھا ہوگا۔ تو نے کام خراب کر دیا۔ ہم تو اس امید میں
 تھے کہ صلح ہو جائے گی۔ خدا کی قسم حسینؑ کبھی بھی خود کو ابن زیاد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے کیونکہ یقیناً حسینؑ کے سینے میں
 ایک غیور دل ہے۔

ثمر کا دل سیاہ ہو چکا تھا اس کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب تھا۔ اس نے فوراً پوچھا: تم اتنا بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم
 امیر کے فرمان کو اجراء کرو گے اور ان کے دشمن کو قتل کرو گے؟ اگر نہیں تو ہمارے اور اس لشکر کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔
 عمر بن سعد: نہیں اور نہ ہی تیرے لئے کوئی کرامت ہے۔ میں خود ہی اس عہدہ پر باقی رہوں گا۔ تو جا اور پیدلوں کی فوج کی سر
 براہی انجام دے۔

جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ ایسے بحرانی حالات میں ثمر اصحاب امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا:
 ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے فرزند عباس، عبد اللہ جعفر اور عثمان علیہم السلام اس کے پاس
 آئے اور فرمایا: ”مالک و ماترید؟“ کیا کام ہے اور تو کیا چاہتا ہے؟ ثمر نے کہا: اے میری بہن کے صاحبزادو تم سب کے
 سب امان میں ہو۔ یہ سن کر ان غیر متمذ جوانوں نے جواب دیا: ”لعنک اللہ ولعن أمانک [لئن کنت خالنا] أئوئنا وابن رسول اللہ
 لا أمان لہ“! خدا تجھ پر لعنت کرے اور تیرے امان پر بھی لعنت ہو (اگر تو ہمارا ماموں ہے تو) کیا تو ہمیں امان دے رہا ہے
 لیکن فرزند رسول خدا کے لئے کوئی امان نہیں ہے!

^۱ شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۱۳ یہ جملہ اس طرح لکھا ہے: ”ان نفس أبیہ لبین حبیبہ“ یقیناً حسین کے سینے میں ان کے باپ کا دل ہے۔

اور جب عبد اللہ بن ابی المہل بن حزام کلابی کا غلام کزمان امان نامہ لے کر کربلا پہنچا اور ان غیرتمندوں کے پاس جا کر انھیں آواز دی اور کہا: یہ امان نامہ ہے جو تمہارے ماموں نے تمہیں بھیجا ہے تو انھوں نے کہا: ”أقرئ خالنا السلام وقل له: أن لا حاجتنا لنا في أمانكم، أمان الله خير من أمان بن سمية!“ ہمارے ماموں سے ہمارا سلام کہنا اور ان سے کہدینا کہ ہم کو تم لوگوں کے امان کی کوئی حاجت نہیں ہے، اللہ کی امان فرزند سمية کی امان سے زیادہ بہتر ہے۔

امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش عبید اللہ بن زیاد کا ایک اور خط عمر بن سعد تک پہنچا: اما بعد، حسین! اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہنچ سکے؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح تھی وزکی و مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس خط کا آنا تھا کہ عمر سعد نے فوراً عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ سب کے سب پانی پر پہنچ کر حسین! اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے تاکہ کوئی ایک قطرہ بھی پانی نہ پی سکے۔ یہ امام حسین کی شہادت سے ۳ دن پہلے کا واقعہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب حسین اور ان کے اصحاب کی پیاس میں شدت واقع ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی بن ابی طالب (علیم السلام) کو بلایا اور انہیں تیس (۳۰) سوار اور بیس (۲۰) پیدل افراد کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ بیس (۲۰) مشکیں بھی بھیجیں۔ وہ لوگ گئے یہاں تک کہ پانی کے قریب پہنچے۔ ن لوگوں کے آگے پرچم لئے نافع بن ہلال جمی ۲ رواں دواں تھے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: کون ہے؟ جواب ملا: نافع بن ہلال عمرو بن حجاج نے سوال کیا: کس لئے آئے ہو؟

^۱ الا رشاد، ص ۲۳۰، التذکرہ، ص ۲۴۹

^۲ اس کے حالات بھی گذر چکے ہیں کہ یہ بھی انہیں اشراف میں سے ہے جو ابن زیاد کے ساتھ قصر میں موجود تھے۔
^۳ آپ ہی نے اپنے گھوڑے کے ہمراہ کوفہ سے ۴ آدمیوں کو راستے میں امام علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا جن میں طرماح بن عدی بھی تھے۔ یہ پہلی خبر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کربلا میں آپ امام علیہ السلام سے آکر مل گئے تھے اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے علی بن قرظہ انصاری، عمر و بن قرظہ کے بھائی پر نیزہ چلائی تھا جو عمر سعد کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۳۴) آپ نے اس کانام اپنی تیر کے اوپر لکھ لیا تھا۔ آپ نے اپنے تیروں سے ۱۲ لوگوں کو مارا یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور شمر نے آپ کو اسیر بنالیا پھر پسر سعد کے پاس لے جانے کے بعد آپ کو قتل کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۴۳)

نافع بن ہلال نے جواب دیا: ہم اس پانی میں سے کچھ پینے کے لئے آئے جس سے تم لوگوں نے ہمیں دور کر دیا ہے۔ عمرو بن حجاج نے کہا: پیو تمہارے لئے یہ پانی مبارک ہو۔ نافع بن ہلال نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک پانی نہیں پی سکتے جب تک حسینؑ اور ان کے اصحاب پیاسے میں جنہیں تم دیکھ رہے ہو (یہ کہہ کر ان اصحاب کی طرف اشارہ کیا) اسی اثنا میں وہ اصحاب آشکار ہو گئے اور پانی تک پہنچ گئے۔ عمرو بن حجاج نے کہا: ان لوگوں کے پانی پینے کی کوئی سیل نہیں ہے، ہم لوگوں کو یہاں اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان لوگوں کو پانی پینے سے روکیں۔

جب نافع کے دیگر پیدل ساتھی پانی کے پاس پہنچ گئے تو نافع نے کہا: اپنی مشکوں کو بھرو وہ لوگ بھی آگے بڑھے اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔ لیکن عمرو بن حجاج اور اس کی فوج نے ان پیدلوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انہیں روکے رکھا، پھر اپنے سپاہیوں کی طرف آئے تو ان لوگوں نے کہا: آپ لوگ اسی طرح ان لوگوں کو کور و گئے اور ان کے نزدیک کھڑے رہئے تاکہ ہم خیموں تک پانی پہنچا سکیں۔ ادھر عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہیوں نے پھر حملہ کیا تو ان لوگوں نے بھی دلیری سے دفاع کیا اور آخر کار حسین علیہ السلام کے فداکار اصحاب پانی کو منزل گاہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی شب نافع بن ہلال نے عمرو بن حجاج کی فوج کے ایک سپاہی کو نیزہ مارا جس سے وہ نیزہ ٹوٹ گیا اور بعد میں وہ مر گیا۔ دشمن کی فوج کا یہ پہلا مقتول ہے جو اس شب مجروح ہوا تھا۔

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵ ص ۲۱۲) ابو الفرج نے ابو مخنف سے اسی سند کو ذکر کیا ہے۔ (ص ۷۸) ارشاد میں شیخ مفید نے حمید بن مسلم سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (ص ۲۲۸)

امام علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا جھوم

راوی کہتا ہے: نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے آواز بلند کی: ”یا خیل اللہ اربکی وأُشری“، اے لشکر خدا سوار ہو جاؤ اور تم کو بشارت ہو ایہ سن کر سارا لشکر سوار ہو گیا اور پھر سب کے سب حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی طرف ٹوٹ پڑے۔ ادھر امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے اپنی تلوار پر تکیہ دئے بیٹھے تھے کہ اسی اثناء میں درحالیہ آپ اپنے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے تھے، آپ کی آنکھ لگ گئی لیکن آپ کی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے چیخ پکار کی آواز سنی تو اپنے بھائی کے قریب گئیں اور عرض کی اے بھیا! کیا ان آوازوں کو سن رہے ہیں جو اتنے قریب سے آرہی ہیں؟ حسین علیہ السلام نے اپنے سر کو اٹھایا اور فرمایا: ”انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام فقال لی: انک تروح الینا!“ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں: تم میری طرف آنے والے ہو، یہ کلمات سن کر آپ کی بہن نے اپنے چہرہ پیٹ لیا اور کہا: ”یا ویلتا“، اے ہو مجھ پر، یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: ”لیس لک الویل یا اختہ! اسکتی رحاک الرحمن“، اے میری بہن! تمہارے لئے کوئی واٹے نہیں ہے، خاموش ہو جاؤ، خدائے رحمن تم پر رحمت نازل کرے!

اسی اثناء میں آپ کے بھائی عباس بن علی علیہما السلام سامنے آئے اور عرض کیا: اے بھائی! دشمن کی فوج آپ کے سامنے آچکی ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اٹھے اور فرمایا: ”یا عباس اربک، بنضی أنت یا اخی حتی تقاھم فقتول لحم: ما کلم؟ وما بدأ کلم وتأ لحم عما جاء بهم؟“ اے عباس! تم پر میری جان نثار ہو، میرے بھائی تم ذرا سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ اور کیا واقعہ پیش آگیا ہے؟ اور ان سے سوال کرو کہ کس لئے آئے ہیں؟ یہ سن کر حضرت عباس ۴۰ سواروں کے ہمراہ جن میں زبیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے دشمن کی فوج کے پاس گئے اور ان سے آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا

^۱ آپ کے شرح احوال ان لوگوں کے تذکرے میں گذر چکے ہیں جنہوں نے کوفہ سے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔

ہے؟ اور تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: امیر کا فرمان آیا ہے کہ ہم آپ کے سامنے یہ معروضہ رکھیں کہ آپ لوگ سر تسلیم خم کر دیں ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا: ”فلا تعجلوا حتی ارجع الی ابي عبد اللہ فاعرض علیہ ما ذکر تم“، تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو، میں ابھی پلٹ کر ابو عبد اللہ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے سامنے تمہاری باتوں کو پیش کرتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ رک گئے اور کہنے لگے ٹھیک ہے تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو ساری روداد دے آگاہ کر دو پھر وہ جو کہیں اسے ہمیں آکر بتاؤ۔ یہ سن کر حضرت عباس بیٹے اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کے سامنے صورت حال کو بیان کریں۔

حضرت عباس کے ساتھ جانے والے دیگر بیس افراد وہیں پر ٹھہرے رہے اور دشمن کی فوج سے گفتگو کرنے لگے۔ حیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس فوج سے گفتگو کریں اور اگر چاہیں تو میں بات کروں زہیر بن قین نے کہا: آپ شروع کریں اور آپ ہی ان سے بات کریں تو حیب بن مظاہر نے کہا: خدا کی قسم کل وہ قوم خدا کے نزدیک بڑی بدترین قوم ہوگی جو اللہ کے نبی کی ذریت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، جو اس شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں، سپیدہ سحری تک عبادتوں میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرتے ہیں۔ حیب بن مظاہر، زہیر بن قین سے اس بات کو اس طرح کہہ رہے تھے کہ اموی فوج اسے سن لے۔ عزرہ بن قیس نے یہ گفتگو سنی تو وہ حیب سے کہنے لگا: تم نے خود کو پاک و پاکیزہ ثابت کرنے میں اپنی ساری طاقت صرف کر دی۔ زہیر بن قین نے عزرہ سے کہا: اے عزرہ! اللہ نے انہیں پاک و پاکیزہ اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے؛ اے عزرہ! تم تقوائے الہی اختیار کرو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں؛ اے عزرہ! میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم پاک و پاکیزہ نفوس کے قتل میں گمراہوں کے معین و مددگار نہ بنو!

^۱ اس شخص کے شرح احوال وہاں پر گذر چکے ہیں جہاں امام علیہ السلام کے نام اہل کوفہ کے خط لکھنے کا تذکرہ ہوا ہے کہ یہ اہل کوفہ کے منافقین میں سے ہے۔

عزہ بن قیس نے جواب دیا: اے زہیر! ہمارے نزدیک تو تم اس خاندان کے پیرو نہ تھے تم تو عثمانی مذہب تھے۔ زہیر بن قین نے کہا: کیا ہمارا موقف تمہارے لئے دلیل نہیں ہے کہ میں پہلے عثمانی تھا! خدا کی قسم! میں نے ان کو کوئی خط نہیں لکھا تھا اور نہ کوئی پیغام رساں بھیجا تھا اور نہ ہی انھیں وعدہ دیا تھا کہ میں ان کی مدد و نصرت کروں گا، بس راستے نے ہمیں اور ان کو یکجا کر دیا تو میں نے ان کو جیسے ہی دیکھا ان کے رخ انور نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلادی اور پینمبر اکرم سے ان کی نسبت بھی میرے ذہن میں آگئی اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ اپنے دشمن اور تمہارے حزب و گروہ کی طرف جارہے ہیں؛ یہ وہ موقع تھا جہاں میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کی مدد کروں گا اور ان کے حزب و گروہ میں رہوں گا؛ نیز اپنی جان ان کی جان پر قربان کر دوں گا تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حق کی حفاظت کر سکوں جسے تم لوگوں نے ضائع کر دیا ہے جو عثمان بن عفان کے سلسلہ میں مورد اختلاف قرار پایا کہ آیا وہ حق پر تھا یا باطل پر۔ اس وقت جو علی علیہ السلام کو اپنا مولا سمجھتا تھا وہ علوی اور شعی کہا جانے لگا اور جو عثمان کو مولا سمجھتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ عثمان حق پر ہے وہ مظلوم قتل کیا گیا ہے وہ عثمانی کہلاتا تھا۔

ایک شب کی ملت

ادھر عباس بن علی (علیہما السلام) امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عمر سعد کا پیغام آپ کو سنا دیا۔ اسے سن کر حضرت نے فرمایا: ”ارجع الیہم فان استعنت ان توخر ہم الی غدوة وتدفعهم عنا العیہ، لعنا نصلی لربنا اللیلۃ وندعوہ ونستغفرہ فہو یعلم انی کنت احب الصلوة وتلاوة کتابہ وکثرة الدعا والاستغفار“ (میرے بھائی عباس) تم ان لوگوں کی طرف پلٹ کر جاؤ اور اگر ہو سکے تو کل صبح تک کے لئے اس جنگ کو ٹال دو اور آج کی شب ان لوگوں کو ہم سے دور کر دو تاکہ آج کی شب ہم اپنے رب کی بارگاہ میں نماز ادا کریں اور دعا و استغفار کریں کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے ناز، تلاوت کلام مجید، کثرت دعا اور استغفار سے بڑی محبت ہے۔

^۱ یہ پہلی مرتبہ ہے جہاں زہیر بن قین کو واقعہ کربلا میں اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا یہ پہلا عنوان ہے

اس مہلت سے امام حسین کا مقصد یہ تھا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ کل کے امور کی تدبیر کر سکیں اور اپنے گھر والوں سے وصیت وغیرہ کر سکیں۔ حضرت عباس بن علی علیہما السلام اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے فوج دشمن کی طرف آئے اور فرمایا: ”یا ہولاء! ان ابا عبد اللہ یأکم ان تصرفوا هذه لثمة حتى یطر فی هذا الامر فان هذا امر لم یجر منکم وینہ فیہ منقذ اذا أصبحنا الثقینا ان شاء اللہ فأما رضیناہ فأتینا بالامر الذی تألوزہ و تسمونہ، أو کرہنا فردناہ“ اے قوم! ابو عبد اللہ کی تم لوگوں سے درخواست ہے کہ آج رات تم لوگ ان سے منصرف ہو جاؤ تاکہ وہ اس سلسلے میں فکر کر سکیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کے اور تم لوگوں کے درمیان کوئی ایسی بات چیت نہیں ہوئی ہے۔ جب صبح ہوگی تو انشاء اللہ ہم لوگ ملاقات کریں گے۔ اس وقت یا تو ہم لوگ اس بات پر راضی ہو جائیں گے اور اس بات کو قبول کر لیں گے جس کا تم لوگ ان سے تقاضا کر رہے اور اس پر ان سے زبردستی کر رہے ہو یا اگر ہم ناپسند کریں گے تو رد کر دیں گے۔ عمر بن سعد نے یہ سن کر کہا: یا شرماتری؟ شرماتری رائے کیا ہے؟

شرم نے جواب دیا: تمہاری کیا رائے ہے؟ امیر تم ہو اور تمہاری بات نافذ ہے۔ عمر بن سعد: میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہونے دوں پھر اپنی فوج کی طرف رخ کر کے پوچھا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ تو عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا: سبحان اللہ! خدا کی قسم اگر وہ لوگ دیلم کے رہنے والے ہوتے اور تم سے یہ سوال کرتے تو تمہارے لئے سزاوار تھا کہ تم اس کا مثبت جواب دیتے۔ قیس بن اشعث ابولا: تم سے یہ لوگ جو سوال کر رہے ہیں اس کا انہیں مثبت جواب دو! قسم ہے میری جان کی کہ کل صبح یہ لوگ ضرور تمہارے سامنے میدان کارزار میں آئیں گے۔ یہ سن کر پسر سعد نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ نبرد آزما ہوں گے تو میں آج کی شب کی مہلت کبھی نہ دوں گا اعلیٰ بن الحسین کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمر بن سعد کی جانب سے ایک پیغام رساں آیا اور آکر ایسی جگہ پر کھڑا ہوا جہاں سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی اس نے کہا: ہم نے تم لوگوں کو کل تک کی مہلت دی ہے

^۱ یہ شخص روز عاشورہ قبیلہ ربیعہ اور کندہ کی فوج کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) یہی امام حسین علیہ السلام کی اونی ریشمی چادر لوٹ کر لے گیا تھا جسے عربی میں ”قطیفہ“ کہتے ہیں اس کے بعد یہ قیس قطیفہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳) اصحاب امام حسین علیہ السلام کے سروں کو کوفہ ابن زیاد کے پاس لے جانے والوں میں شمر بن ذی الجوشن، عمرو بن حجاج اور عزیر بن قیس کے ہمراہ یہ بھی موجود تھا۔ ان میں سے ۱۳ سر یہ اپنے قبیلہ کندہ لے کر روانہ ہو گیا (طبری، ج ۵، ص ۴۶۸) یہ شخص محمد بن اشعث جناب مسلم کے قاتل اور جعدہ بنت اشعث امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ کا بھائی ہے۔
^۲ حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵، ارشاد، ص ۲۳۰)

کل تک اگر تم لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم لوگ تم لوگوں کو اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا
تو تمہیں ہم نہیں چھوڑیں گے^۱

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علی بن الحسین سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷)

شب عاشور کی روداد

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

چوتھے امام حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جب عمر سعد کی فوج پلٹ گئی تو حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا (یہ بالکل غروب کا وقت تھا) میں نے خود کو ان سے نزدیک کیا؛ کیونکہ میں مریض تھا۔ میں نے سنا کہ میرے بابا اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں ”اِثْنِي عَلَى اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَحْسَنَ الثَّنَاءِ وَأَحْمَدَهُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ؛ اللَّهُمَّ إِنِّي أَهْمُكَ عَلَى أَنْ أَكْرِمَنَا بِالْنبُوءَةِ وَعِلْمِنَا الْقُرْآنِ وَفَقْهِنَا فِي الدِّينِ وَجَعَلْتَ لَنَا أَسْمَاءَ وَابْصَاراً وَأَفْئِدَةً وَلَمْ تَجْعَلْنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّا بَعْدُ؛ فَاِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَاباً أَوْلَى وَلَا خَيْراً مِنْ أَصْحَابِي وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَهْبَرَ وَأَوْصَلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزَاكَمُ اللَّهُ عَنِّي جَمِيعاً خَيْراً، أَلَا وَانِّي أَظُنُّ يَوْمَنَا مِنْ هَوْلَاءِ الْأَعْدَاءِ غَدَاً أَلَا وَانِّي قَدْ رَأَيْتُكُمْ فَاظْلَمُوا جَمِيعاً فِي حُلٍّ، لَيْسَ عَلَيْكُمْ مَنِي ذَمَامٌ، هَذَا لَيْلٌ قَدْ غَنِمْتُمْ فَاتَّخَذُوهُ جَلَاثِمٌ لِي أَخَذَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، تَفَرَّقُوا فِي سَوَادٍ كَمِ وَمَدَاغِكُمْ حَتَّى يَفْزَجَ اللَّهُ، فَإِنَّ الْقَوْمَ إِنَّمَا يَطْلُبُونِي، وَلَوْ قَدْ أَصَابُونِي لَحُورًا عَنْ طَلَبِ غَيْرِي“، میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بہترین ستائش کرتا ہوں اور ہر خوشی و آسائش اور رنج و مصیبت میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ خدایا! اس بات پر میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ کرامت عطا کی، ہمیں قرآن کا علم عنایت فرمایا اور دین میں گمراہی و گیرائی عطا فرمائی اور ہمیں حق کو سننے والے کان، حق نگند آنکھیں اور حق پذیر دل عطا فرمائے اور تو نے ہمیں مشرکین میں سے قرار نہیں دیا۔ ابا بعد! حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے اصحاب سے بہتر و برتر کسی کے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا، نہ ہی ہمارے گھرانے سے زیادہ نیکو کار اور مہربان کسی گھرانے کا مجھے علم ہے؛ خداوند متعال میری طرف سے تم سب کو اس کی بہترین جزا عطا کرے۔ آگاہ ہو جاؤ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان دشمنوں کی شرانگیزیوں کی بنیاد پر کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ میں نے اسی لئے تم لوگوں کے سلسلے

^۱ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبد اللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علی بن حسین علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۸) ابو الفرج نے ص ۷۴ پر اور شیخ مفید نے ص ۲۳۱ پر علی بن حسین کے بجائے امام سجاد علیہ السلام لکھا ہے جو ایک ہی شخصیت کے نام اور لقب ہیں۔

میں یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ تم سب کے سب ہماری بیعت سے آزاد ہو اور میری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ رات ہے جس نے تم سب کو اپنے اندر ڈھانپ لیا ہے؛ تم لوگ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے اسے حجاب و مرکب قرار دو اور تم میں سے ہر ایک ہمارے خاندان کی ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اپنے ملک اور شہر کی طرف نکل جائے یہاں تک کہ خدا گناہ کی راہ نکال دے؛ کیونکہ یہ قوم فقط میرے خون کی پیاسی ہے لہذا اگر وہ مجھے پالیتی ہے تو میرے علاوہ دوسروں سے غافل ہو جائے گی۔

ہاشمی جوانوں کا موقف

امام حسین علیہ السلام کی تقریر ختم ہو چکی تو عباس بن علی علیہما السلام نے کلام کی ابتداء کی اور فرمایا: ”لم نفعل ذالک؟“ البقی بعدک؟ لا ارانا اللہ ذالک ابدأ! ہم ایسا کیوں کریں؟ کیا فقط اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ و سلامت رہیں؟ خدا کبھی ہمیں ایسا دن نہ دکھائے۔ اس کے بعد حضرت عباس کے بھائی، امام حسین علیہ السلام کے فرزند ان، آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد، عبداللہ بن جعفر کے فرزند (محمد و عبداللہ) سب کے سب نے اسی قسم کے کلمات سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام فرزند ان جناب عقیل کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے فرزند ان عقیل! مسلم کا قتل تم لوگوں کے لئے کافی ہے، تم سب چلے جاؤ، میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ یہ سن کر ان سبھوں نے عرض کیا: ”فا يقول الناس! يقولون انا ترکنا شیئنا و سیدنا و بنی عموئنا خیر الاعام و لم نرم معہم بسهم، و لم نطن معہم برمح و لم نضرب معہم بسيف، و لا ندری ما صنعوا! لا واللہ لا نفع و لكن تفديک انفسنا و اموالنا و اهلونا، و نقاتل معک حتی نرد مورداک! فشیج اللہ العیش بعدک“، اگر ہم چلیں جائیں تو لوگ کیا کہیں گے! یہی تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سید و سردار اور اپنے چچا کے فرزند ان کو (نرغہ اعداء میں تنہا) چھوڑ دیا جبکہ وہ ہمارے بہترین چچا تھے۔ ہم نے ان کے ہمراہ دشمن کی طرف تیر نہیں چلایا، نیزوں سے دشمنوں کو زخمی نہیں کیا اور ان کے ہمراہ تلوار

^۱ مقاتل الطالبیین، ابو الفرج، ص ۷۴، ارشاد، ص ۲۳۱، خواص۔ ص ۲۴۹

سے حملہ نہیں کیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کر سکتے؛ ہم اپنی جان، مال اور اپنے گھر والوں کو آپ پر قربان کر دیں گے؛ ہم آپ کے ساتھ ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں۔ وہیں ہم بھی وارد ہوں۔ اللہ اس زندگی کا برا کرے جو آپ کے بعد باقی رہے!

اصحاب کا موقف

جب بنی ہاشم اظہار خیال کر چکے تو اصحاب کی نوبت آئی تو۔ (حسینی سپاہ کے سب سے بوڑھے صحابی) مسلم بن عوسجہ اٹھے اور عرض کی: ”أَسْخَنُ نَخْلِي وَلِمَا نَعْذُرُ إِلَى اللَّهِ فِي أَدَاءِ حَتِّكَ! أَمَا وَاللَّهِ حَتَّى أَكْسِرَ فِي صَدْرِهِمْ رَمْحِي، وَأَضْرِبَهُمْ بِسَيْفِي مَا ثَبَتَ قَائِمَةً فِي يَدِي، وَلَا أَفَارِقُكَ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مَعِيَ سِلَاحٌ أَقَاتِلُهُمْ بِهِ لَقَدْ فَهَمْتُ بِالْحِجَارَةِ دُونَكَ حَتَّى أَمُوتَ مَعَكَ“، اگر ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیں؟ تو آپ کے حق کی ادائیگی میں اللہ کے سامنے ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟ خدا کی قسم! جب تک کہ میں اپنا نیزہ ان کے سینے میں نہ توڑ لوں اور جب تک قبضہ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے میں ان کو نہ مارتا رہوں میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اگر میرے پاس کوئی اسلحہ نہ ہوا جس سے میں ان لوگوں سے مقابلہ کر سکوں تو میں آپ کی حمایت میں ان پر پتھر مارتا رہوں گا یہاں تک مجھے آپ کے ہمراہ موت آجائے۔

مسلم بن عوسجہ کے بعد سعید بن عبد اللہ حنفی اٹھے اور عرض کیا: ”وَاللَّهِ لَا تَخْلُوكَ حَتَّى يَعْلَمَ اللَّهُ أَنَا حَفْظُنَا نَبِيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَيَكُفُّ. وَاللَّهُ لَوْ عَلِمْتُ أَنِّي أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَا ثُمَّ أُحْرَقُ حَيَاثُمُ أَذْرُ، يَفْعَلُ ذَٰلِكَ بِي سَبْعِينَ مَرَّةً مَا فَارَقْتُكَ حَتَّى أَتَقِيَّ حَامِي دُونَكَ كَلِيفُ لَا أَفْضَلَ ذَٰلِكَ وَأَنَا حَيٌّ قَتْلُهُ وَاحِدَةٌ ثُمَّ حَيٌّ الْكِرَامَةُ الَّتِي لَا انْقِصَاءَ لَهَا أَبَدًا“، خدا کی قسم! ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا ہمیں یہ بتا دے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے پس پشت آپ کی حفاظت و نگرانی کر لی، خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے گا اور پھر زندہ کرنے کے بعد مجھے زندہ جلا دیا جائے اور میری راکھ کو ہواؤں میں اڑا دیا جائے گا اور یہ کام میرے ساتھ ستر (۷۰) مرتبہ بھی کیا جائے تب بھی میں آپ سے جدائی اختیار نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں

^۱ جو اشراف کوفہ جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔ ان کے ہمراہ آپ کے احوال گزر چکے ہیں۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا تذکرہ ہے آپ کربلا کیسے پہنچے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

آپ کے سامنے قربان ہو جاؤں۔ اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ ایک ہی بار قتل ہونا ہے اور اسکے بعد ایسی کرامت ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ اسکے بعد زبیر بن عقیل بولے: ”واللہ لوددت انی قتلتم ثم نثرت ثم قتلتم حتی اُقتل کذا“ اَلْف قَتْلَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ يَفْعِلُ ذٰلِكَ الْاَقْتِلَ عَنْ نَفْسِكَ وَعَنْ اَنْفُسٍ حَوْلَاءِ الْفِتْنَةِ مِنْ اَهْلِ يَتِكَ“ خدا کی قسم! میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ ایسا کیا جائے اور اللہ میرے اس قتل کے ذریعہ آپ کے اور آپ کے گھرانے کے ان جوانوں سے بلا کوٹال دے۔ اسکے بعد اصحاب کی ایک جماعت گویا ہوئی: ”واللہ لا نفارقک، و لکن اُنْفِنا لک الفداء نفیک بخورنا وجاہنا وَاَیْدِنا فاذا نحن قتلنا کنا وِینا وقضینا ما علینا“ خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ہماری جانیں آپ پر قربان ہیں۔ ہم اپنی گردنوں، پیشانیوں اور ہاتھوں سے آپ پر قربان ہیں۔ جب ہم قتل ہو جائیں گے تب ہم اس حق کو ادا اور اس عہد کو وفا کریں گے جو ہماری گردن پر ہے۔ اس کے بعد اصحاب کے گروہ گروہ نے اسی قسم کے فہروں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جس شام کی صبح کو میرے بابا شہید کردئے گئے اسی شب میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں میرے بابا اصحاب سے جدا ہو کر اپنے نیچے میں آئے۔ آپ کے پاس ”جون“، ابوذر کے غلام بھی موجود تھے جو اپنی تلوار کو آمادہ کر رہے تھے اور اس کی دھار کو ٹھیک کر رہے تھے۔ اس وقت میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے: یا دھراف لک من خلککم لک بالاشراق والاصیل من صاحب أو طالب قتیل والدمر لا یتبع بالبدیل وانا الامرا الی الجلیل وکل حی سا لک سیل اے دنیا! آف اور وائے ہو تیری دوستی پر، کتنی صبح و شام

^۱ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم فایشی نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۸؛ ابوالفرج، ص ۷۴، ط نجف؛ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۱، ارشاد، ص ۲۳۱)
^۲ طبری نے حویلیکھا ہے۔ ارشاد، ص ۲۳۲ میں ”جون“ اور مقاتل الطالبیین، ص ۷۵، مناقب بن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۱۸، تذکرۃ الخواص، ص ۲۱۹، اور خوارزمی، ج ۱، ص ۲۳۷ پر ”جون“ مرقوم ہے۔ تاریخ طبری میں آپ کا تذکرہ اس سے قبل اور اس کے بعد بالکل موجود نہیں ہے نہ ہی امام علیہ السلام کے ہمراہ آپ کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

تو نے اپنے دوستوں اور حق طلب انسانوں کو قتل کیا ہے، اور ان کے بغیر زندگی گزاری ہے ہاں روزگار بدیل و نظیر پر قناعت نہیں کرتا، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام امور خدا نے جلیل کے دست قدرت میں ہیں اور ہر زندہ موجود اسی کی طرف گامزن ہے۔

بابا نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی تو میں آپ کے اشعار کے پیغام اور آپ کے مقصد کو سمجھ گیا لہذا میری آنکھوں میں آنکھوں کے سیلاب جوش مارنے لگے اور میرے آنسو بہنے لگے لیکن میں نے بڑے ضبط کے ساتھ اسے سنبھالا میں یہ سمجھ چکا تھا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔ ہماری پھوپھی نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا تھا لیکن چونکہ وہ خاتون تھیں اور خواتین کے دل نرم و نازک ہوا کرتے ہیں لہذا آپ خود پر قابو نہ پاسکیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں اور سر برہنہ دوڑتی ہوئی اس حال میں بھائی کے خیمہ تک پہنچیں کہ آپ کا لباس زمین پر خط دے رہا تھا وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا: ”واللہ! لیت الموت أعد منی الحیاة! الیوم ماتت فاطمة اُمّی و علی اُبی، و حسن اُخی یا خلیفتہ الماضی و ثمال الباقی“، آہ یہ جانوز مصیبت! اے کاش موت نے میری حیات کو عدم میں تبدیل کر دیا ہوتا! آج ہی میری ماں فاطمہ، میرے بابا علی اور میرے بھائی حسن دنیا سے گزر گئے۔ اے گزشتگان کے جانشین اور اے پسماندگان کی پناہ، یہ میں کیا سن رہی ہوں؟

یہ سن کر حسین علیہ السلام نے آپ کو غور سے دیکھا اور فرمایا: ”یا اُخیة لا یدھبن بحکمک الشیطان“، اے میری بہن مبادا تمہارے حلم و بردباری کو شیطان چھین لے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے کہا: ”بأبی أنت و اُمّی یا اُبا عبد اللہ! اُستغثت؟ نفسی فداک“، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اے ابو عبد اللہ! کیا آپ اپنے قتل و شہادت کے لئے محطہ ثاری کر رہے ہیں؟ میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام کو تاب ضبط نہ رہی؛ آنکھوں سے سیل اشک جاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ”لو ترک التّھا لیلًا م!،“ اگر پرندہ کو رات میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سو رہے گا۔ یہ سن کر پھوپھی نے فرمایا: ”یا ولیتی! اقنصب نفک

^۱ ارشاد میں یہ جملہ اس طرح ہے ”یا خلیفۃ الماضین و ثمال الباقین“ (ص ۲۳۲) تذکرہ میں اس جملہ کا اضافہ ہے ”ثم لطمت وجهها“ (ص ۲۵۰، طبع نجف)

اغضباً؟ فذلک اقرح لقلبی وأشد علی نفسي“ اے وائے کیا آپ آخری لمحہ تک مقابلہ کریں گے اور یہ دشمن آپ کو زبردستی شہید کر دیں گے؟ یہ تو میرے قلب کو اور زیادہ زخمی اور میری روح کے لئے اور زیادہ سخت ہے یہ کہہ کر آپ اپنا چہرہ پیٹنے لگیں اور اپنے گریبان چاک کر دئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ بے ہوش ہو گئیں۔ امام حسین علیہ السلام اٹھے اور کسی طرح آپ کو ہوش میں لا کر تسکین خاطر کے لئے فرمایا: ”یا اخیة! اتقي الله وتعزي بعزاء الله واعلمي ان اهل الارض يموتون وان اهل السماء للبعثون وان كل شي حاکک الا وجه الذی خلق الارض بقدرته ويبعث الخلق فيعودون وهو فرد وحده، ابي خیر مني، وامي خیر مني، واني خیر مني ولي ولهم ولكل مسلم برسول الله أسوة“۔ اے میری بہن! تقوا اللہ، اللہ تعالیٰ پر گامزن رہو اور اس سے اپنی ذات کو سکون پہنچاؤ اور جان لو کہ اہل زمین کو مرنا ہی مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے۔ جس ذات نے اپنی قدرت سے زمین کو خلق کیا ہے اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ اس کی ذات مخلوقات کو مبعوث کرنے والی ہے، وہ دوبارہ پلٹیں گے، بس وہی اکیلا و تنہا زندہ ہے۔ میرے بابا مجھ سے بہتر تھے، میری مادر گرامی مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے، میرے لئے اور ان لوگوں کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے رسول خدا کی زندگی اور موت نمونہ عمل ہے۔

اس قسم کے جملوں سے آپ نے بہن کے دل میں امڈتے ہوئے سیلاب کو روکا اور انھیں تسلی دی اور پھر فرمایا ”یا اخیة! انی اقم علیک فائبری قسمی: لا تشفی علی جیباً ولا تشفی علی وجھا ولا تدعی علی بالویل والثبور اذا انا حلکت“ اے میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد تم اپنے گریبان چاک نہ کرنا، نہ ہی اپنے چہرے کو پیٹنا اور نہ اس پر خراش لگانا اور نہ ہی وائے کہنا اور نہ موت کی خواہش کرنا۔

پھر بابا نے پھوپھی زینب کو میرے پاس لا کر اور بٹھایا اور ان کے دل کو آرام و سکون بخشنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے نزدیک کر لیں، اس کی طناب کو ایک دوسرے سے جوڑ

لیں اور اپنے خیموں کے درمیان اس طرح رہیں کہ دشمنوں کو آتے دیکھ سکیں۔^۱ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام بانس اور لکڑیاں لے کر ان لوگوں کے خیموں کے پیچھے آئے جہاں پتلی سی خندق بنائی گئی پھر وہ بانس اور لکڑیاں اسی خندق میں ڈال دی گئیں۔ اسکے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ لوگ صبح میں ہم لوگوں پر حملہ کریں گے تو ہم اس میں آگ لگا دیں گے تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ لوگ حملہ آور نہ ہو سکیں اور ہم لوگ اس قوم سے ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں۔^۲

شب عاشورا امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

جب رات ہو گئی تو حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین علیہم السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔ وہ کبھی دعا کرتے اور کبھی تضرع و زاری میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی اصحاب حسین علیہ السلام میں سے تھے جو دشمنوں کے چنگل سے نجات پا گئے تھے وہ کہتے ہیں: سواروں کا لشکر جو ہماری نگرانی کر رہا تھا اور ہم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا وہ ہمارے پاس سے گزرا: اس وقت امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت فرما رہے تھے: ”وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِمْ وَنُسُلِهِمْ لَمْ يَرْجِعُوا إِلَى اللَّهِ لِيُذْذُوا إِلَهُهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ. مَا كُنَّا اللَّهُ لِيُذْذُوا آلَهُمْ وَنُسُلَهُمْ عَلَى مَا أَتَيْنَاهُمْ عَلَيْهِمْ حَتَّىٰ يَمُوتُوا الْخَالِدِينَ مِنَ الْغَيْبِ“^۳ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے جو انھیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے ہم نے تو انھیں اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور ان کے لئے رسوا کنندہ عذاب ہے۔ خداوند عالم ایسا نہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر رکھے جس پر تم لوگ ہو بلکہ می اس لئے ہے کہ وہ پلید کو پاک سے جدا کرے۔ اس وقت لشکر عمر بن سعد کے کچھ سوار ہمارے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ ان میں سے ایک سوار یہ آیتیں سن کر کہنے لگا رب کعبہ کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں، ہم

^۱ حارث بن کعب اور ابو ضحاک نے مجھ سے علی بن الحسین کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۲۰؛ ابو الفرج، ص ۷۵، ط نجف، یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۰؛ ارشاد، ص ۲۳۲، طبع نجف) آپ نے تمام روایتیں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی ہیں۔

^۲ عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے روایت کی ہے۔ طبری، ج ۵، ص ۴۲۱، ارشاد، ص ۲۳۳، پر فقط ضحاک بن عبد اللہ لکھا ہے۔

^۳ آل عمران، آیت ۱۷۸ و ۱۷۹

لوگوں کو تم لوگوں سے جدا کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس شخص کو پہچان لیا اور بریر بن حصیر ہمدانی اُسے کہا کہ آپ اُسے پہچانتے ہیں یہ کون ہے؟ بریر نے جواب دیا: نہیں! اس پر میں نے کہا: یہ ابو حرب سمیع بن عبد اللہ بن شمر ہے، یہ مسخرہ کرنے والا اور یہودہ ہے، بڑا بے باک اور دھوکہ سے قتل کرنے والا ہے۔ سعید بن قیسؒ نے بارہا اس کی بد اعمالیوں اور جہالت کاریوں کی بنیاد پر اسے قید کیا ہے۔

یہ سن کر بریر بن حصیر نے اُسے آواز دی اور کہا: اے فاسق! تجھے اللہ نے پاک لوگوں میں قرار دیا ہے؟ تو ابو حرب نے بریر سے پوچھا: تو کون ہے؟ بریر نے جواب دیا: میں بریر بن حصیر ہوں۔ ابو حرب نے یہ سن کر کہا: انا اللہ! یہ میرے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے کہ تم بریر ہو، خدا کی قسم! تم ہلاک ہو گئے، خدا کی قسم تم ہلاک ہو گئے اے بریر! بریر نے کہا: اے ابو حرب! کیا تو اپنے اتنے بڑے گناہ سے توبہ کر سکتا ہے؟ خدا کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں اور تم خیشوں میں ہو۔

اس پر ابو حرب نے بریر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اور میں اس پر گواہ ہوں! میں (ضحاک بن عبد اللہ مشرقی) نے اس سے کہا: تیری معرفت تیرے لئے نفع بخش کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ ابو حرب نے جواب دیا: میں تم پر قربان ہو جاؤں! تو پھر یزید بن عذرہ

^۱ ارشاد، ص ۲۳۳، اور دیگر کتب میں خضیر مرقوم ہے اور یہی مشہور ہے۔ آپ کوفہ کے قاریوں میں ان کے سید و سر دار شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۱) آپ بڑے عبادت گزار تھے۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا ذکر ہے۔ آپ امام علیہ السلام تک کس طرح پہنچے اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ آپ وہ ہیں جو جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے مقابلہ اور مبارزہ کے لئے اٹھے تو امام علیہ السلام نے آپ کو بٹھا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۹) آپ وہی ہیں جنہوں نے عبدالرحمن بن عبد ربہ انصاری سے کہا تھا: خدا کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ مجھے نہ تو جوانی میں، نہ ہی بوڑھاپے میں باطل بنسی مذاق سے کبھی محبت رہی ہے لیکن خدا کی قسم جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے میں بہت خوش ہوں۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حور العین کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ لوگ ہم پر تلوار سے حملہ کریں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہ لوگ حملہ آور ہوں۔ (ج ۵، ص ۴۲۳) آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عثمان نے اپنی جان کو برباد کر دیا۔ معاویہ بن ابو سفیان گمراہ اور گمراہ کرنے والا تھا۔ امام و پیشوا ہدایت اور حق تو بس علی بن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے عمر بن سعد کے ایک فوجی سے جس کا نام یزید بن معقل تھا اس بات پر مباہلہ کیا کہ یہ مغایم و معانی حق ہیں اور یہ کہا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے وہ باطل کو قتل کر دے گا یہ کہہ کر آپ نے اس سے مبارزہ و مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۱)

^۲ سعید بن قیس ہمدانی، ہمدان کا والی تھا جسے والی کوفہ سعید بن عاص اشرق نے معزول کر کے ۳۳ ھ میں ”ری“ کا والی بنا دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۳۰) امیر المومنین علیہ السلام نے مذکورہ شخص کو شبث بن ربیع اور بشیر بن عمرو کے ہمراہ معاویہ کے پاس جنگ سے پہلے بھیجا تاکہ وہ سر تسلیم خم کر لے اور جماعت کے ہمراہ ہو جائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۳) صفین میں یہ شخص علی کے ہمراہ جنگ میں مشغول تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۷۴) یہ وہ سب سے پہلی ذات ہے جس نے امیر المومنین کے مقاصد کا مثبت جواب دیا تھا۔ (ج ۵، ص ۹) امیر المومنین نے آپ کو انبار اور بیت کی طرف سفیان بن عوف کے قتل و غارت گری کے سلسلے میں روانہ کیا تو آپ ان لوگوں کے سراغ میں نکلے یہاں تک کہ ”بیت“ پہنچے مگر ان لوگوں سے ملحق نہ ہو سکے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۴) اس کے بعد تاریخ میں ہمیں ان کا کوئی ذکر اور اثر دکھائی نہیں دیتا، شاید جب آپ عثمان کے زمانے میں ”ری“ اور ”ہمدان“ کے والی تھے تو اسی زمانے میں ابو حرب کو قید کیا ہو۔

عزیزی کا ندیم کون ہوگا جو ہمارے ساتھ ہے۔ یہ سن کر بریر نے کہا: خدا تیرا برا کرے! تو ہر حال میں نادان کا نادان ہی رہے گا۔ یہ سن کر وہ ہم سے دور ہو گیا۔

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۲۱، ابو مخنف کا بیان ہے: عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

صبح عاشورا

روزِ شنبہ کی صبحِ محرم کی دسویں تاریخ تھی، اذانِ صبح ہوتے ہی عمر بن سعد نے نمازِ صبح پڑھی، اپنے فوجیوں کے ہمراہ باہر آیا اور اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا: ۱۔ عبد اللہ بن زہیر ازدی^۱ کو اہل مدینہ کا سربراہ قرار دیا۔ ۲۔ عبد الرحمن بن ابی بسرہ جعفی^۲ کو قبیلہ مذحج و اسد کا سالار قرار دیا۔

۳۔ قیس بن اثعث بن قیس کندی کو قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سالار قرار دیا۔

۴۔ حرب بن یزید ریاحی (تمیمی ربوعی) کو قبیلہ تمیم و ہمدان کا سربراہ بنایا۔

۵۔ عمرو بن حجاج زیدی کو مہینہ کا سردار بنایا۔

۶۔ ثمر بن ذی الجوشن (خبابی کلابی) کو میسرہ کا سردار بنایا۔

امانت کی خاطر روزِ شنبہ روزِ عاشورا لکھ دیا گیا جبکہ یہ تاریخ اور یہ دن امام حسین علیہ السلام کے کربلا وارد ہونے کی تاریخ اور دن کے منافی ہے جو خود طبری نے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام ۲ محرم بروزِ پنجشنبہ وارد کربلا ہوئے اس بنیاد پر عاشورا روزِ جمعہ ہوتا ہے نہ کہ شنبہ۔ حسن ظن کی بنیاد پر ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ دو روایتیں دو راویوں سے ہیں لہذا یہ اختلاف ہے۔ بہر حال روزِ جمعہ عاشورا کا ہونا مشہور ہے۔ (مترجم)

^۱ طبری ج ۶، ص ۴۲۱ و ۴۲۲، ابو مخنف کا بیان ہے: عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ارشاد ص ۲۳۳ پر فقط ضحاک بن عبد اللہ مرقوم ہے۔

^۲ حجاج کے زمانے میں ری کے امیر عدی بن وتاد کے ہمراہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے اصفہان میں جنگ کے دوران یہ مہینہ کا سردار تھا۔ (طبری ج ۶، ص ۲۹۶) طبری میں اس کا آخری تذکرہ یہ ملتا ہے کہ ۱۰۲ھ میں یہ سعد کے نگہبانوں میں تھا۔ اس پر تیروں سے اتنی جراحت و زخم پہنچے کہ اس کا جسم سیپی (ایک جانور جس کے جسم پر کانٹے ہی کا نٹے ہوتے ہیں) کی طرح ہو گیا۔ (طبری ج ۶، ص ۶۱۳) کربلا سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

^۳ یہ وہ شخص ہے جس نے ۵۱ھ ہجرت بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری ج ۵، ص ۲۷۰) یہ قبیلہ مذحج اور اسد کے پیدلوں پر سربراہ تھا۔ ثمر بن ذی الجوشن نے اسے امام حسین علیہ السلام کے قتل پر براہِ انگیزتہ کیا تو اس نے انکار کیا اور شمر کو گالیاں دیں۔ (طبری ج ۵، ص ۴۵۰)

۷۔ عزہ بن قیس الحمسی کو سواروں کا پہ سالار بنایا۔

۸۔ شہب بن ربعی ریاحی تمیمی کو پیدلوں کا سربراہ قرار دیا۔

۹۔ پرچم اپنے غلام ذوید^۱ کے ہاتھوں میں دیا۔

۱۰۔ اور خود سارے لشکر کا سربراہ بن کر قلب لشکر میں حملہ کے لئے آمادہ ہو گیا۔

پاہ حسینی میں صبح کا منظر

ادھر سپیدہ سحری نمودار ہوئی اور ادھر لشکر نور میں خورشید عاشورا امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کی : ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ ثَقِیْ فِیْ کُلِّ کَرْبٍ وَ رَجَآءٍ فِیْ کُلِّ شِدَّةٍ وَ اَنْتَ لِیْ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِیْ ثِقَةٍ وَ عَدَّةٌ لِّکُمْ مِنْ هَمٍّ یَضَعِفُ فِیْهِ الْفَوَادُ، وَ تَقِلُّ فِیْهِ الْحِمْلَةُ، وَ یَخْتَدِلُ فِیْهِ الصَّدِیقُ وَ یُسْمِتُ فِیْهِ الْعَدُوُّ، اَنْزِلْ لَکَ وَ لَکَ وَ لَکَ اَلِیْکَ، رَغْبَةً مِنْ عَمَنِ سَوَاکَ، فَفَرَجَتْهُ، وَ کَشَفَتْهُ، فَانْتَ وَلِیُّ کُلِّ نِعْمَةٍ صَاحِبُ کُلِّ حَسَةٍ وَ تَحْشَى کُلِّ رَغْبَةٍ“^۲ خدا یا! تو ہی کرب و تکلیف میں میری تکیہ گاہ اور ہر سختی میں میری امید ہے۔ ہر وہ مصیبت جو مجھ پر نازل ہوئی اس میں تو ہی میری تکیہ گاہ اور پناہ گاہ ہے؛ کتنی ایسی مصیبتیں اور کتنے ایسے غم و اندوہ ہیں جس میں دل کمزور اور راہ چارہ و تدبیر محدود ہو جاتی ہے، دوست و آشنا تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن برا بھلا کہتے ہیں لیکن میں ان تمام مصیبتوں میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ ہی سے اس (امت) کا گلہ ہے اور تیرے علاوہ سب سے امیدیں توڑ لی ہیں؛ تو نے گفائش پیدا کی ہے اور مصیبتوں کے سیاہ بادل کو چھانٹ دیا ہے پس تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر نیکی کا مالک اور تمام امیدوں اور رغبتوں کی اتنا ہے۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا بیان ہے: (یہ اصحاب حسین میں سے وہیں جو زخمی ہونے کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے

^۱ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے، اس سے محمد بن بشر نے اور اس سے عمر و بن حضرمی نے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲)

^۲ اس روایت کو ابو مخنف نے اپنے بعض ساتھیوں سے اور ان لوگوں نے ابو خالد کابلی سے بیان کیا ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۲۳) شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۳۳ پر فرمایا ہے: ابو مخنف، علی بن الحسین علیہ السلام سے اور ابو خالد سے روایت کرتے ہیں جو ان کے ساتھیوں میں تھا اور ابو خالد نے اس خبر کو امام علی بن الحسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ طبری نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔

تھے) جب اموی فوج ہماری طرف بڑھی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ بانس اور لکڑی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ یہ وہی آگ تھی جسے ہم لوگوں نے اپنے نیچوں کے پیچھے جلایا تھا تاکہ پیچھے سے یہ لوگ ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ اسی اثناء میں دشمن فوج کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میری طرف آیا وہ اسلحہ سے پوری طرح لیٹ تھا وہ ہم لوگوں سے کچھ نہ بولا یہاں تک کہ ہمارے نیچوں سے گزرنے لگا اور غور سے ہمارے نیچوں کو دیکھنے لگا لیکن اسے پیچھے کچھ دیکھائی نہ پڑا فقط بھڑکتے ہوئے شعلے تھے جو اسے دکھائی دے رہے تھے؛ وہ پلٹا اور چیخ کر بولا: ”یا حسین! استجبت النار فی الدنیا قبل یوم القیامتہ“ اے حسین! قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ کے لئے جلدی کر دی؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”من هذا کائن شمر بن ذی الجوشن؟“ یہ کون ہے؟ گویا یہ شمر بن ذی الجوشن ہے؟ جواب ملا: خدا آپ کو سلامت رکھے! ہاں یہ وہی ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا: ”یا بنی راسعۃ المعزی أنت اولى بها صلیا!“ اے بیابان زادہ، بے ثقافت اور بد چلن! آگ میں جلنے کا حق دار تو ہے نہ کہ میں۔

امام حسین علیہ السلام کے جواب کے بعد مسلم بن عوجبہ نے آپ سے عرض کیا: ”یا بن رسول اللہ جعلت فداک ألا ارمیہ بسهم فانه قد اکلنی و لیس یقط سهم منی فالناسق من اعظم الجبارین“ میری جان آپ پر نثار ہو، کیا اجازت ہے کہ ایک تیر چلا دوں، اس وقت یہ بالکل میری زد پر آگیا ہے میرا تیر خطا نہیں کرے گا اور یہ آدمی بہت فاسق و فاجر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عوجبہ کو جواب دیا: ”لا ترمه، فانی اکره ان ابد اہم“، نہیں ایسا نہیں کرنا؛ میں جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا۔

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

جب فوج آپ سے نزدیک ہونے لگی تو آپ نے اپنا ناقہ منگوا یا اور اس پر سوار ہو کر لشکر میں آئے اور با آواز بلند اس طرح تقریر

^۱ ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۳ وارشاد، ص ۲۳۴)

شروع کی جسے اکثر و بیشتر لوگ سن رہے تھے ”: ایھا الناس! اسمعوا قولي ولا تعجلوني حتی اعطکم بما یحق کلم علی حتی اعذر کلم من مقدمي الکلم، فان قبلتم عذري وصدقم قولي واعطيتوني النصف، کنتم بذالک اسعد ولم یکن کلم علی سیل، وان لم تقبلوا مني العذر ولم تعطوا النصف من انفسکم فاجتمعوا امرکم وشركاءکم ثم لائے کن امرکم علیکم غمۃ ثم اقصوا الی ولا تظفرون ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو لے توتی الصاۃ بحجہ ۲“ ایھا الناس! میری بات، سو جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں تم کو اس حد تک نصیحت کر دوں جو مجھ پر تمھارا حق ہے، یعنی تمہیں بے خبر نہ رہنے دوں اور حقیقت حال سے مطلع کر دوں تاکہ حجت تمام ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے اپنا عذر پیش کر دوں کہ میں کیوں آیا ہوں اور تمھارے شرکار خ کیوں کیا۔ اگر تم نے میرے عذر کو قبول کر لیا اور میرے کہنے کی تصدیق کر کے میری بات مان لی اور میرے ساتھ انصاف کیا تو یہ تمھارے لئے خوش قسمتی ہوگی اور اگر تم نے میرے عذر کو نہ مانا اور انصاف کرنا نہ چاہا تو مجھ کو کوئی پروا نہیں ہے۔

تم اور جس جس کو چاہو تمام جماعت کو اپنے ساتھ متفق کر لو اور میری مخالفت پر ہم آہنگ ہو جاؤ پھر دیکھو کوئی حسرت تمھارے دل میں نہ رہ جائے اور پوری طاقت سے میرا خاتمہ کر دو، مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو بس خدا پر ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی صاحبین کا مددگار ہے۔ یہ وہ دلسوز تقریر تھی جسے سن کر مخدرات کا دامن صبر لبریز ہو گیا اور آپ کی بہنیں نالہ و شیون کرنے لگیں: اسی طرح آپ کی صاحبزادیاں بھی آنسو بہانے لگیں۔ جب رونے کی آواز آئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی علیہما السلام اور اپنے فرزند جناب علی اکبر کو ان لوگوں کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں سے فرمایا: جاؤ ان لوگوں کو چپ کراؤ! قسم ہے میری جان کی انھیں ابھی بہت زیادہ آنسو بہانا ہے۔ جب وہ مخدرات خاموش ہو گئیں تو آپ نے حمد و ثنائے الہی اور خدا کا تذکرہ اس طرح کیا جس کا وہ اہل تھا پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا، خدا کے ملائکہ اور اس کے پیغمبروں پر بھی درود و سلام بھیجا۔ (اس کے بعد بحر ذخار فصاحت و بلاغت میں ایسا موج آیا کہ راوی کہتا ہے) خدا کی قسم

^۱ سورہ یونس، آیت ۷۱

^۲ سورہ اعراف، آیت ۱۹۶

! اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد میں نے حضرت کے مانند فصیح البیان مقرر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ” : اما بعد : فانسبونی فانظروا من انا ؟ ثم ارجعوا الی انفسکم وعاتبوها فانظروا هل یسل کلم قتی واتحاک حرمتی ؟ ائت ابن بنت نیکم صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وابن وصیہ وابن عمہ وأول المؤمنین باللہ والمصدق لرسولہ بما جاء به من عند ربہ ، أولیس حمزۃ سید الشہداء عم ابی ؟ أولیس جعفر الشہید الطیار ذوا بجانین عی ؟ ! اولم یسلکم قول مستفیض فیکم : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لی وأخی : ” هذا ن سید ا شباب اهل البتہ “ ؟ فان صدقتمونی باقول ، فھو الحق فواللہ ما تعدت کذبا مذ علمت ان اللہ یتقمت علیہ اھلہ و یضربہ من اختلفہ ... وان کذبتونی فان فیکم من ان سالتموہ عن ذاک ان خبرکم سلوا جابر بن عبد اللہ الانصاری او ابا سعید الخدری او سھل بن سعد الساعدی او زید بن ارقم او انس بن مالک ۵ بخبرکم : انھم سمعوا ہذہ المقاتلۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لی ولا نخی ، افا فی ہذا حاجز کلم عن شک دمی ؟ “

^۱ امیرا المؤمنین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے ۴۰ ھ میں بسر بن ارطاة کے ہاتھوں پر معاویہ کی بیعت کرنے سے آپ نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔ یہاں تک کہ بسر بن ارطاة نے آپ کو بیعت کرنے پر مجبور کیا تو جان کے خوف سے آپ نے بیعت کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۹) ۵۰ ھ میں جب معاویہ نے حج کی انجام دہی کے بعد رسول کا منبر اور عصا مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہا تو آپ نے اسے اس فعل سے روکا اور وہ رک گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۹) ۷۴ ھ میں جب عبد الملک کی جانب سے ”حجاج“ مدینہ آیا تو اس نے اصحاب رسول کی توہین اور سر کوبی کرنا شروع کر دی اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ انہیں میں سے ایک جابر بھی تھے۔

^۲ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں اپنے اصحاب کو میدان جنگ کی طرف لے جاتے وقت آپ کو بچنے کی وجہ سے لوٹادیا تھا۔ (طبری، ج ۲، ص ۵۰۵) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے (طبری، ج ۳، ص ۱۴۹) لیکن عثمان کے قتل کے بعد ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ یہ عثمانی مذہب تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۲۰)

^۳ یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۱۹) انہوں نے ہی روایت کی ہے کہ بصرہ کے فتنہ میں عایشہ نے پہلے عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا پھر قید کرنے کا حکم دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۶۸) یہ علی علیہ السلام کی روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۴۷) ۷۴ ھ میں عبد الملک کی جانب سے ”حجاج“ جب مدینہ میں وارد ہوا تو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور سر کوبی کی اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونے والوں میں ایک سہل بن سعد بھی تھے۔ ان لوگوں پر حجاج نے عثمان کا ساتھ نہ دینے کی تہمت لگائی تھی۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۹۵)

^۴ یہ بھی علی علیہ السلام کے فضائل میں روایتیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۲، ص ۳۱) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کی باتوں کی خبر دی تھی۔ (طبری، ج ۲، ص ۶۰۵) زید بن ارقم ہی نے ابن زیاد پر اعتراض کیا تھا اور ابو عبد اللہ علیہ السلام کے دو لبوں پر چھڑی مارنے سے منع کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) الاعلام، ج ۴، ص ۱۸۸ کے بیان کے مطابق ۶۸ ھ میں وفات پائی۔

^۵ جب ۱۷ ھ میں عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا گورنر بنایا تو انس بن مالک سے مدد طلب کی (طبری، ج ۴، ص ۷۱) اور شوسٹر کی فتح میں اس کو شریک کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۸۶) ۳۵ ھ میں یہ بصرہ میں لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے بر انگیزتہ کر رہے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۵۲) ان کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جن سے ۴۵ ھ میں زیاد بن ابیہ نے بصرہ میں مدد طلب کی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۲۴) عاشورا کے دن یہ بصرہ میں تھے۔ ۶۴ ھ میں ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد ابن زبیر نے ان کو بصرہ کا امیر بنادیا تو انہوں نے ۴۰ دنوں تک نماز پڑھائی (طبری، ج ۵، ص ۵۲۸) اور ۶۴ ھ میں جب عبد الملک کی جانب سے ”حجاج“ مدینہ آیا اور اصحاب رسول خدا کی سر کوبی اور توہین کرنے لگا اور انہیں زنجیروں میں جکڑنے لگا تو انس کی گردن میں زنجیر ڈالی، اس طرح وہ چاہتا تھا کہ ان کو ذلیل کرے اور اس کا انتقام لے کہ اس نے ابن زبیر کی ولایت کیوں قبول کی تھی۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۹۵)

تم ذرا میرا نسب بیان کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر خود اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو، اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور خود اپنے آپ سے جواب طلب کرو اور غور کرو کہ تمہارے لئے میرا خون بہانا اور میری ہتک حرمت کرنا کہاں تک جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ اور آپ کے وصی، آپ کے چچا زاد بھائی، ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور ہر اس چیز کی تصدیق کرنے والے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے؟ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر طیار جنہیں شہادت کے بعد خدا نے دو پر پرواز عطا کئے، میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا یہ حدیث تمہارے گوش زد نہیں ہوئی جو زبان زد خلایق ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں جو انان جنت کے سردار ہیں۔

اب اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو اور میری بات کو سچ جانتے ہو کہ حقیقتاً یہ بات سچی ہے کیونکہ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے پر اللہ عذاب نازل کرتا ہے اور ساختہ اور پرداختہ باتیں کرنے والا ضرر و نقصان اٹھاتا ہے اسی وقت سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا؛ اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو اسلامی دنیا میں ابھی ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر تم ان سے دریافت کرو تو وہ تم کو بتلائیں گے؛ تم جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری، سل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم، یا انس بن مالک سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنا ہے۔ کیا رسالت کی یہ حدیث تم کو میری خوریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ جب تقریر یہاں تک پہنچی تو ثمر بن ذی الجوشن بیچ میں بول پڑا: ”ہو عبد اللہ علی حرف ان کا ندری ما تقول!“ اگر کوئی یہ درک کر لے کہ تم کیا کہہ رہے تو اس نے خدا کی ایک پہلو میں عبادت کی ہے۔ شمر کے یہ جارت آمیز کلمات سن کر حیب بن مظاہر رطب اللسان ہوئے: ”واللہ انی لا راک تعب اللہ علی سبعین حرفاً وانا أشهد أنك صادق ما تدری ما تقول قد طبع اللہ علی قلبک“ خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر (۷۰) حرفوں اور تمام جوانب میں عبادت کرتا

^۱ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۲، طبع نجف میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے کہ تو نہیں سمجھ پا رہا ہے وہ کیا کہہ رہے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگا دی ہے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی تقریر پھر شروع کی: ”فان کنتم فی شک من هذا القول افتشکون اثراً بعد؟ انا انی ابن بنت نیکم فواللہ ما ین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیر یری منکم ولا من غیرکم، انا ابن بنت نیکم خاصہ۔“ ”اخبارونی اطلبونی بقتیل منکم قتلتہ؟ او مال استھکتہ او بتصاص من جراحتہ؟ فاذنوا لا یکتومہ“... خادسی: یا ثبث بن ربیع ویا جبار بن ابجر ویا قیس بن الاشعث ویا یزید بن الحارث! الم یتبوا الی: ان قد امنعت البثار وانضرا الجناب و طمت البجام وانا تقدم علی جندک مجدفا قبل؟ بقولوا له: لم نفضل! فقال: سبحان الله بلی واللہ لقد فعلتم، ثم قال: ایھا الناس! اذا کرمتمونی فد عونیاً نصرف عنکم الی ما نمین الارض۔ فقال له قیس بن اشعث: اولاتنزل علی حکم بنی حکم! فانهم لن یروک الا ماتحب ولن یصل الیک منکم مکروہ فقال الحسین علیہ السلام: انت اخو اخیک محمد بن اشعث! اترید ان یطلبک بنو حاشم باکثر من دم مسلم بن عقیل؟ لا واللہ لا! اعطیکم بیدیا عطاء الذلیل ولا اقرار العبد! عباد اللہ! ”وانی عذت بربی و رکتم ان تزجئون“ ”اغوذ بربی و رکتم من کل منکبر لائے و من بے ذوم الخباب“، اور اگر تمہیں رسول کی حدیث میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں؟ خدا کی قسم مشرق و مغرب میں میرے سوا کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے، غلط میں ہی ہوں جو تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا بتاؤ تو سہی میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو؟ کیا اپنے کسی مقتول کا بدلہ لے رہے ہو جو میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے یا اپنے کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کر دیا ہے؟ یا کسی زخم کا قصاص چاہتے ہو؟ لشکر پر خاموشی چھائی تھی، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت نے خاص طور پر لوگوں کو آواز دی: اے ثبث بن ربیع، اے جبار بن ابجر، اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ

^۱ ان لوگوں کے حالات وہاں گزر چکے ہیں جہاں یہ بیان کیا گیا کہ اہل کوفہ نے امام کو خط لکھا اور یہ اس گروہ کے منافقین میں سے تھے۔

^۲ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۳۵ پر اور ابن نما نے مثیر الاحزان کے ص ۲۶ پر ”ولا افرار العبد“ لکھا ہے۔ مقدم نے اپنے مقتل ص ۲۸۰ پر اسی کو ترجیح دی ہے لیکن ابن اشعث کے جواب میں اقرار زیادہ مناسب ہے، نہ کہ فرار کیونکہ ابن اشعث نے آپ کے سامنے فرار کی پیشکش نہیں کی تھی بلکہ اقرار کی گزارش کر رہا تھا۔ مقدم نے اپنے قول کی دلیل کے لئے ”مصقلہ بن بکرہ“ کے سلسلے میں امیر المومنین کا جملہ: وفر فرار العبد (وہ غلام کی طرح بھاگ گیا) پیش کیا ہے لیکن مصقلہ کا فعل امام حسین علیہ السلام کے احوال سے متناسب نہیں ہے جیسا کہ یہ واضح ہے۔

^۳ دخان، آیت ۲۰

^۴ سورہ مومن آیت ۲۷

میوے پختہ اور رسیدہ میں، کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، چشمے پر آب اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں، آپ چلے آئیے؟ ان سب نے امام علیہ السلام کو جواب دیا: ہم نے تو ایسا کچھ بھی نہیں لکھا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ! کیوں نہیں خدا کی قسم تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا؛ پھر عام لشکر کی طرف مخاطب ہو کر گویا ہوئے: جب تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے واپس ایسی جگہ چلے جانے دو جہاں امن و امان کے ساتھ زندگی گزار سکوں۔ یہ سن کر قیس بن اشعث بولا: آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کے حکم کے آگے سر تسلیم کیوں خم نہیں کر دیتے۔ وہ لوگ ہرگز آپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کریں گے مگر یہ کہ وہی جو آپ کو پسند ہوگا اور ان کی جانب سے آپ کو کوئی ناپسند امر نہیں دکھائی دے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: تو اپنے بھائی (محمد بن اشعث) کا بھائی ہے؛ کیا تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم، مسلم بن عقیل کے علاوہ مزید خون کے تجھ سے طلبگار ہوں؟ خدا کی قسم ایسا تو نہ ہوگا کہ میں ذلت کے ساتھ خود کو اس کے سپرد کر دوں اور غلامانہ زندگی کا اپنے لئے اقرار کر لوں۔ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرے دامن پر کوئی دھبہ رہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس جابر و سرکش سے جو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے بعد آپ پلٹ آئے اور اپنے ناقد کو بٹھا دیا اور عقبہ بن سمان کو حکم دیا کہ اسے زانو بند لگا دے۔

زمیر بن قین کا خطبہ

اس کے بعد زمیر بن قین اپنے گھوڑے پر جس کی دم پر بہت سارے بال تھے اسلحوں سے لیس سوار ہو کر نکلے اور فرمایا: ”یا اہل الکوفۃ! نذار کلم من عذاب اللہ نذار! ان حقا علی المسلم نصیرۃ اخیہ المسلم، ونحن حتی الآن اُخوة وعلی دین واحد وملت واحدة مالم یقع بیننا و بینکم الیف، وأنتم للنصحة منّا اهل، فاذا وقع الیف انقطعت العصمة وکنا امة وانتم امة۔ ان اللہ قد ابتلانا وایاکم بذرۃ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لیتظر ما نحن وأنتم عاملون، أنا نذ عوکم الی نصر حم وخذلان الطاغیۃ عبید اللہ بن زیاد، فانکم لاتدرکون منھا الا بسوء عمر سلطانھا

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۲۳، ۴۲۶، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن عاصم کا بیان ہے کہ مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت بیان کی ہے۔

كله، لیسلان اےینکم، ویتطان ایدیکم و آرجیکم، ویتلان یکم، ویرفانکم علی جذوع النخل، ویتلان امانکم و قراءکم: أمثال حجر بن عدی و أصحابه، و حانی بن عروه و أشباهه۔ فتوه واثوا علی عبید اللہ بن زیاد و دعوا له و قالوا: واللہ لا نبرح حتی نقتل صاحبک و من معہ، أو نبعث به و أصحابه الی الامیر عبید اللہ سلماً فقال لهم: عباد اللہ! ان ولد فاطمة رضوان اللہ علیہا حق بالود و النصر من ابن سمية فان لم تتصروهم فاعیزکم باللہ أن تقتلوهم، فخلوا بین الرجل و بین ابن عمہ یزید بن معاویة، فلمری أن یزید لیرضی من طاعتکم بدون قتل الحسین [علیہ السلام]۔ فرماہ ثمر بن ذی الجوشن بسهم وقال: اسکت، اسکت اللہ نامتک ابرتنا بکثرة کلامک! فقال له زہیر: یا ابن البوال علی عقیبہ ما یاک أنخاطب، انما أنت بهیمة! واللہ ما اظنک تحکم من کتاب اللہ آیتین! فابشر با نخزی یوم القیامة و العذاب الالیم! فقال له ثمر: ان اللہ قاتلک و صاحبک عن ساعة اقال: أبا لموت تخوفنی! فواللہ للموت معہ أحب الی من اخلد معکم! ثم أقبل علی الناس رافحاً صوته فقال: عباد اللہ! لا یفرکم من دیکم هذا الجلف الجانی و أشباهه، فواللہ لا تاتال شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قوماً حراقوا دماء ذریۃ و أهل بیتہ، و قتلوا من نصرهم و ذب عن حریمهم! فناداه رجل فقال له: ان أبا عبد اللہ یقول لک: أقبل، فلمری لمن کان مومن آل فرعون نصح لقومه و أبلغ فی الدعاء، لقد نصحت لھؤلاء و أبلغت، لو نفع النصح و الابلغ، اے اہل کوفہ! میں تم کو خدا کے عذاب سے ہوشیار کر رہا ہوں! کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا ایک اسلامی حق ہے اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلی ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دین و ملت کے پیرو ہیں، لہذا ہماری جانب سے تم لوگ نصیحت کے اہل اور حقدار ہو، ہاں جب تلوار اٹھ جائے گی تو پھر یہ حق و حرمت خود بخود منقطع ہو جائے گا اور ہم ایک امت ہوں گے اور تم دوسری امت و گروہ ہو جائو گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اور تم لوگوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ذریت کے سلسلے میں مورد آزمائش قرار دیا ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ ہم اور تم ان کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں، لہذا ہم تم کو ان کی مدد و نصرت اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں؛ کیونکہ تم لوگ ان دونوں باپ بیٹوں سے ان کے دوران حکومت میں برائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ یہ دونوں تمہاری آنکھیں پھوڑتے رہیں گے، تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹتے رہیں گے اور تم کو مثلاً کر کے کھجور

کے درخت پر لٹکتے رہیں گے اور تمہارے بزرگوں اور قاریان قرآن کو اسی طرح قتل کرتے رہیں گے جس طرح حجر بن عدی، ان کے اصحاب، ہانی بن عروہ^۲ اور ان جیسے دوسرے افراد کو قتل کیا۔ اس پر ان لوگوں نے زمیر بن قین کو گالیاں دیں اور عبید اللہ بن زیاد کی تعریف و تمجید کرتے رہے؛ اس کے لئے دعائیں کیں اور بولے: خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے سالار اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں ان کو قتل نہ کر لیں یا امیر عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں تسلیم محض کر کے نہ بھیج دیں۔ اس پر زمیر بن قین نے ان لوگوں سے کہا: بندگان خدا! فرزند فاطمہ رضوان اللہ علیہا، ابن سمیہ^۳ سے زیادہ مدد و نصرت کے سزاوار ہیں۔ اگر تم ان کی مدد کرنا نہیں چاہتے ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم انہیں قتل نہ کرو، تم لوگ اس مرد بزرگوار اور ان کے ابن عم یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ؛ قسم ہے میری جان کی کہ یزید قتل حسین (علیہ السلام) کے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی رہے گا۔ جب زمیر بن قین کی تقریر یہاں تک پہنچی تو ثمر بن ذی الجوشن نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بولا خاموش ہو جا! خدا تیری آواز کو خاموش کر دے، اپنی زیادہ گوئی سے تو نے ہمارے دل کو برباد کیا ہے۔ اس جبارت پر زمیر بن قین نے ثمر سے کہا: اے بے حیا اور بد چلن ماں کے بیٹے جو اپنے پیروں کے پیچھے پیٹاب

^۱ آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ ۱۶ھ میں جنگ قادسیہ میں مددگار کے عنوان سے شریک تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۷۰) کوفہ سے بصرہ کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے سب سے پہلے آپ نے مثبت جواب دیا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۸۵) اس سے پہلے یہ عثمان کے خلاف لوگوں کو بر انگیزتہ کر نے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۸۸) آپ کوفہ میں قبیلہ منہج اور اہل یمن کے اشعرى قبیلہ والوں کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۰) جنگ صفین میں آپ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلتے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۷۴) آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صفین میں تحکیم حکمین کے صحیفہ کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴) خوارج سے جنگ کے موقع پر نہروان میں آپ میمنہ کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۸۵) ۳۹ھ میں علی علیہ السلام نے آپ کو چار ہزار لشکر کے ہمراہ کوفہ سے ضحاک بن قیس کے ۳ ہزار کے لشکر سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا تو حدود شام میں مقام ”تدمر“ میں آپ اس سے ملحق ہو گئے اور آپ نے اس کے ۲۰ آدمیوں کو قتل کر دیا یہاں تک رات ہو گئی تو ضحاک بھاگ کھڑا ہوا اور حجر لوٹ آئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۵) جب عام الجماعة میں معاویہ کوفہ آیا تو اس نے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا والی بنادیا اور مغیرہ نے حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دینے کا بدترین عمل شروع کر دیا؛ اس پر حجر نے مغیرہ کا زبردست مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا گورنر بنادیا تو اس نے بھی وہی رویہ اپنا یا اور حجر نے بھی اپنی رفتار کو برقرار رکھا تو زیاد بن ابیہ نے انہیں گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا اور معاویہ نے آپ کو قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰)

^۲ مسلم بن عقیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کے دوران آپ کے شرح احوال گذر چکی ہے۔

^۳ سمیہ ایک زنا کار کنیز تھی۔ زمان جاہلیت میں اس کا شمار برے کام کی پرچمدار عورتوں میں ہوتا تھا۔ اس سے قریش کے چھ مردوں نے زنا کیا جس کے نتیجہ میں زیاد دنیا میں آیا۔ اس کے بعد ان چھ لوگوں میں تنازعہ اور جھگڑا شروع ہو گیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ جب اس کے اصلی باپ کا پتہ نہ چل سکا تو اسے زیاد ابن ابیہ یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا یا زیاد بن عبید یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے ملحق کر لیا تو اسے بعض لوگ زیاد بن ابی سفیان کہنے لگے۔ جب معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنایا اور اس نے حجر بن عدی کو گرفتار کیا اور ان کے خلاف گواہوں کو جمع کرنا شروع کیا تو اس فہرست میں شداد بن بزیعہ کے نام پر اس کی نگاہ گئی تو وہ بولا: اس کا کوئی باپ نہیں ہے جس کی طرف نسبت دی جائے! اسے گواہوں کی فہرست سے نکالو، اس پر کسی نے کہا: یہ حصین کا بھائی ہے جو منذر کالڑکا ہے، تو زیاد بولا: پھر اسے اسی کے باپ کی طرف منسوب کرو، اس سفارش کے بعد اس کا نام گواہوں کی فہرست میں لکھا گیا اور اسے منذر کی طرف منسوب کیا گیا جب شداد تک یہ خبر پہنچی تو وہ بولا: وائے ہو اس پسر زنا کار! کیا اس کی ماں اس کے باپ سے زیادہ معروف نہیں ہے؟ خدا کی قسم اسے فقط اسکی ماں سمیہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰)

کرتی رہتی تھی! میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں، تو تو جانور ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب خدا کی دو آیتوں سے بھی واقف ہوگا؛ قیامت کے دن ذلت و خواری اور دردناک عذاب کی تجھے بشارت ہو۔ یہ سن کر شمر نے کہا: خدا تجھے اور تیرے سالار کو ابھی موت دیدے یزید بن مفرغ حمیری سحجان کی جنگ میں عبید اللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے ہمراہ تھا وہاں ان لوگوں پر جب سختی کی زندگی گزرنے لگی تو ابن مفرغ نے عباد کی ہجو میں اشعار کہے:

إذا أودی معاویہ بن حرب

فبشر شعب قعبک بانصداع

فاشحد ان اکم لم تباشر

أبا سفیان واضعة القناع

ولکن کان أمراً فیہ لبس

علی وجل شدید وارتیاع

جب معاویہ بن حرب مر جائے گا تو تجھے بشارت ہو کہ تیرا پیالہ ٹوٹ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ پردہ ہٹا کر تیری ماں نے ابو سفیان سے مباشرت نہیں کی تھی۔ لیکن یہ امر ایسا تھا کہ جس میں زیادہ خوف اور دہشت سے بات مشتبہ ہو گئی۔ اس نے پھر کہا:

ألا أبلغ معاویة بن حرب

مغلغة من الرجل الیمانی

أغضب أن یقال: أبوک عنف

وترضیٰ أن یقال: أبوک زانی

فاشحد أن رجمک من زیاد

کر حم الفیل من ولد الاتان

(طبری، ج ۵، ص ۳۱۷) کیا میں معاویہ بن حرب تک یا نبی مرد کا قصیدہ مغنلہ نہ پہنچاؤں کیا تو اس سے غضبناک ہوتا ہے کہ کہا جائے: تیرا باپ پاک دامن تھا؟ اور اس سے راضی ہوتا ہے کہ کہا جائے: تیرا باپ زنا کار تھا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو زیاد کا بچہ اسی طرح ہے جس طرح گدھی کا بچہ ہاتھی ہو۔ خاندان زیاد کی ایک فرد جسے صفدی بن سلم بن حرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مہدی عباسی کے پاس حاضر ہوا جو اس وقت کے مظالم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مہدی عباسی نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں آپ کا چچا زاد رشتہ دار ہوں! مہدی عباسی نے پوچھا: تم ہمارے کس چچا کے خاندان سے ہو؟ تو اس نے خود کو زیاد سے نسبت دی۔ یہ سن کر مہدی نے کہا: اے زنا کار سمیہ کے بچہ! تو کب سے ہمارا ابن عم ہو گیا؟ اس کے بعد اسے باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اس کی گردن پکڑ کر اسے باہر نکال دیا گیا۔

اس کے بعد مہدی عباسی حاضریں کی طرف ملتفت ہوا اور کہا: خاندان زیاد کے بارے میں کسی کو کچھ علم ہے؟ تو ان میں سے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اسی اثناء میں ایک مرد جسے عیسیٰ بن موسیٰ یا موسیٰ بن عیسیٰ کہتے ہیں ابو علی سلیمان سے ملا تو ابو علی سلیمان نے اس سے درخواست کی کہ زیاد اور آل زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسے مکتوب کر دو تاکہ میں اسے مہدی عباسی تک لے جاؤں۔ اس نے ساری روداد لکھ دی اور اس نے اس مکتوب کو وہاں بھیج دیا۔ ہارون الرشید اس زمانے میں مہدی کی جانب سے بصرہ کا والی تھا، پس مہدی نے حکم دیا کہ ہارون کو ایک خط لکھا جائے۔ اس خط میں مہدی نے حکم دیا کہ آل زیاد کا نام قریش و عرب کے دیوان سے نکال دیا جائے۔ مہدی کے خط کا متن یہ تھا: قبیلہ ثقیف کے خاندان عبد آل علاج کی ایک فرد عبید کے لڑکے زیاد کو خود

سے ملحق کرنے کی معاویہ بن ابی سفیان کی رائے اور اس کا دعویٰ ایسا تھا جس سے اس کے مرنے کے بعد تمام مسلمانوں نے اور اس کے زمانے میں بھی کافی لوگوں نے انکار کیا کیونکہ وہ لوگ اہل فضل و رضا اور صاحبان علم و تقویٰ تھے اور انہیں زیادہ کے باپ اور اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا۔

معاویہ کے لئے اس کام کا باعث ورع و ہدایت یا ہدایت گرسنت کی اتباع نہیں تھی اور نہ ہی گزشتہ ائمہ حق کی پیروی نے اسے اس بات کی دعوت دی تھی؛ اسے تو بس اپنے دین اور اپنی آخرت کو خراب کرنے کا شوق تھا اور وہ کتاب و سنت کی مخالفت پر مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ زیادہ کے سلسلہ میں خوش بینی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ زیادہ اپنے کام میں جلد باز نہیں ہے، وہ نافذ القول ہے اور باطل پر معاویہ کی مدد اور پشت پناہی میں اس کی امیدوں پر کھرا اترتا ہے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) و سلم نے فرمایا تھا: بچہ جس بستر پر پیدا ہوا اسی کا ہے اور زنا کار کا حق سنگ سار ہونا ہے اور آپ نے فرمایا: جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام سے پکارا جائے اور جو اپنے موالی کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب ہو تو اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو؛ خداوند عالم نہ تو اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ ہی اس کا فدیہ قبول ہوگا۔ قسم ہے میری جان کی کہ زیادہ نہ تو ابوسفیان کی گود میں پیدا ہوا نہ ہی اس کے بستر پر، نہ ہی عبید ابوسفیان کا غلام تھا، نہ سمیہ اس کی کنیز تھی، نہ ہی یہ دونوں اس کی ملک میں تھے اور نہ ہی یہ دونوں کسی اور سبب کی بنیاد پر اس کی طرف منتقل ہوئے تھے لہذا معاویہ نے زیادہ کو اپنے سے ملحق کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ بھی انجام دیا اور جو اقدامات کئے سب میں اس نے امر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) و سلم کی مخالفت کی ہے اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی، حق سے روگردانی اور جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے: ”وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيَرِ حَدِيٍّ مِّنَ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ لَيُجِدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“ (قصصہ ۵۰) اور اس نے جناب داود علیہ السلام کو جب حکم، نبوت، مال اور خلافت عطا کیا تو فرمایا: ”يَا دَاوُدُ اَنَا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ“ (صہ ۲۶) اور جب معاویہ نے (جسے اہل حفظ احادیث بخوبی جانتے ہیں) موالی بنی مغیرہ مخزومین سے مکالمہ کیا جب وہ لوگ نصر بن حجاج سلمیٰ کو خود سے ملحق کرنا چاہتے

تھے اور اسے اپنے قید والاکنا چاہتے تھے تو معاویہ نے اپنے بستر کے نیچے پتھر آمادہ کر کے رکھا تھا جو ان کی طرف رسول خدا کے قول للعاصرا حجر کی بنیاد پر پھینکنے لگا۔ تو ان لوگوں نے کہا ہم نے تو تجھے زیاد کے سلسلے میں جو تو نے کیا اس میں حق جو اذید یا کیا تو ہمیں ہمارے فعل میں جو ہم اپنے ساتھی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں حق جواز نہیں دے گا؟ تو معاویہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ تم لوگوں کے لئے معاویہ کے فیصلہ سے بہتر ہے۔ (طبری ج ۱، ص ۱۳۱) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور امام علیہ السلام کی دعوت کا مثبت جواب دینے سے قبل اگرچہ زبیر بن عقیل عثمانی تھے؛ لیکن زیاد کو خود سے ملحق کرنے اور حجر بن عدی کو قتل کرنے پر وہ معاویہ سے ناراض تھے لہذا ان کا نفس آمادہ تھا کہ وہ عثمانی مذہب سے نکل جائیں نیز اس کی بھی آمادگی تھی کہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید اور اس کے گروگوں کے خلاف اظہار ناراضگی کریں اور امام علیہ السلام کی دعوت قبول کریں اور وہ راستہ ترک کر دیں جس پر ابھی تک چل رہے تھے۔

زبیر بن عقیل نے کہا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ موت میرے لئے تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے بہتر ہے پھر اپنا رخ لشکر کی طرف کر کے بلند آواز میں کہا: بندگان خدا! یہ اجڈ، اکھڑ، خشک مغز اور اس جیسے افراد تم کو تمہارے دین سے دھوکہ میں نہ رکھیں۔ خدا کی قسم وہ قوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نہیں حاصل کر پائے گی جس نے ان کی ذہیت اور اہل بیت کا خون بہایا ہے اور انہیں قتل کیا ہے جو ان کی مدد و نصرت اور ان کے حریم کی پاسبانی کر رہے تھے۔ یہ وہ موقع تھا جب حسینی سپاہ کے ایک شخص نے زبیر کو آواز دے کر کہا: ابو عبد اللہ فرما رہے ہیں کہ آجاؤ خدا کی قسم! اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور اپنی آخری کوشش ان کو بلانے میں صرف کر دی تھی تو تم نے بھی اس قوم کو نصیحت

کر دی اور پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر نصیحت و تبلیغ ان کے لئے نفع بخش ہوتی تو یہ نصیحت ان کے لئے کافی ہے۔^۱

^۱ امام علیہ السلام نے مومن آل فرعون کی تشبیہ اس لئے دی کہ آپ پہلے عثمانی تھے گویا قوم بنی امیہ سے متعلق تھے۔
^۲ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن حنظلہ بن اسعد شہابی نے اپنی ہی قوم کے ایک فرد سے یہ روایت نقل کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا، جسے کثیر بن عبد اللہ شعبی کہتے ہیں؛ اس کا بیان ہے: جب ہم حسین کی طرف ہجوم

حر رباحی کی بازگشت

جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام پر هجوم آور رہا تھا تو حرب بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے! کیا تم اس مرد سے ضرور جنگ کرو گے؟ عمر بن سعد نے جواب دیا: ”اُمّی واللہ قتلاً اُیسرہ اُن تَتَط الرِوؤس تطیع الایدی!“ ہاں! خدا کی قسم ایسی جنگ ہوگی جس کا آسان ترین مرحلہ یہ ہوگا کہ (درختوں کے پتوں کی طرح) سرتن سے جدا ہوں گے اور ہاتھ کٹ کٹ کر گریں گے۔

حرب نے سوال کیا: ”اَفَاکَلَم فی واحدة من النضال التي عرض علیکم رضا!“ کیا ان مشور میں سے کوئی ایک بھی تمہارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ عمر بن سعد نے جواب دیا: ”اَما واللہ لوکان الامر الیتفعلت ولكن امیرک قد اُبی ذالک“ خدا کی قسم اگر یہ کام میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اسے ضرور قبول کرتا لیکن میں کیا کروں کہ تمہارا امیر اس سے انکار کرتا ہے۔ یہ سن کر حرب نے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ایک جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا اس کے ہمراہ اموی فوج کا ایک سپاہی قرہ بن قیس بھی تھا۔

حرب نے قرہ سے کہا: ”یا قرہ! هل ستیت فرسک الیوم؟“ اے قرہ! کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا؟ قرہ نے جواب دیا: نہیں! حرب نے کہا: پھر تو ضرور پلانے کا ارادہ رکھتا ہوگا؟ قرہ کا بیان ہے: خدا کی قسم میں یہ سمجھا کہ وہ وہاں سے دور ہونا چاہتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور اسے بھی ناپسند کرتا ہے کہ جب وہ یہ کام انجام دے تو میں وہاں موجود رہوں کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں میں اس کی خبر وہاں نہ پہنچا دوں۔ بہر حال میں نے اس سے کہا: میں نے تو ابھی اسے پانی نہیں پلایا ہے؛ اب اسے لے جا رہا ہوں تاکہ پانی پلا دوں؛ یہ کہہ کر میں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا جہاں وہ موجود تھا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کے ارادہ کی اطلاع ہوتی تو میں اس کے ہمراہ حسین (علیہ السلام) کے ہم رکاب ہو جاتا۔ ادھر حرب نے آہستہ آہستہ امام حسین علیہ السلام کی طرف نزدیک

اور ہوئے تو زبیر بن قین ہماری طرف آئے اور خطبہ دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۶) یعقوبی نے بھی اس خطبہ کو ج ۲، ص ۲۳۰، طبع نجف پر ذکر کیا ہے۔

امام حسین کے کربلا میں وارد ہونے کے بیان میں اس شخص کے حالات گزر چکے ہیں اور یہ کہ حبیب بن مظاہر نے اسے امام علیہ السلام کی نصرت و مدد کی دعوت دی تھی تو اس نے سونچنے کا وعدہ دیا تھا لیکن واپس نہیں پلٹا۔ ظاہر ہے کہ ناقل خبر یہی ہے اور اپنے سلسلہ میں خود ہی مدعی ہے۔

ہونا شروع کیا۔ حرکی یہ کیفیت دیکھ کر اموی لشکر کے ایک فوجی ماجر بن اوس نے آپ سے کہا: اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا تو کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟ تو حر خاموش رہا اور وہ اس طرح لرزہ بر اندام تھا جیسے بجلی کڑکتی ہو۔ ماجر بن اوس نے پھر کہا: اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے؟ خدا کی قسم تمہارا کام شک میں ڈالنے والا ہے۔ خدا کی قسم جنگ کے وقت میں نے کبھی بھی تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی جیسی ابھی دیکھ رہا ہوں، اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ اہل کوفہ میں سب سے شجاع اور دلیر کون ہے تو میں تیرا نام لیتا لیکن اس وقت میں جو تیری حالت دیکھ رہا ہوں وہ کیا ہے؟

حر نے کہا: ”ایواللہ اخیر نفسي بین البتۃ والنار، واللہ لا اختار علی البتۃ شئاً ولو قطعت وحرقت!“ خدا کی قسم میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان مختار دیکھ رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی دوسری چیز کو اختیار نہیں کروں گا چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔ پھر حر نے اپنے گھوڑے پر ایک ضرب لگائی اور خود کو حسینی لشکر تک پہنچا دیا اور امام حسین کی خدمت میں عرض کیا: ”جعلنی اللہ فداک یا بن رسول اللہ! أنا صاحبک الذی جئتک عن الرجوع وسایرتک فی الطريق، و حججت بک فی هذا المكان، واللہ الذی لا الہ الا هو ما ظننت أن القوم یردون علیک ما عرضت علیهم ابدأ ولا یبلغون منک هذه المنزلة فقلت فی نفسي: لا أبالی أن أطیع القوم فی بعض أمرهم، ولا یرون انی خرجت من طاعتهم، وأما هم فیتقبلون من حسین علیہ السلام هذه الخصال التي یعرض علیهم، واللہ لو ظننت أنهم لا یقبلونھا منک ما رکتھا منک، وانی قد جئتک تاباً ما کان منی الی ربی وموایا لک بنفسي حتی أموت بین یدیک، أفتری ذلک لی توبة؟“ اے فرزند رسول خدا! میری جان آپ پر نثار ہو! میں ہی وہ ہوں جس نے آپ کو پلٹنے سے روکا اور آپ کے ہمراہ راستے میں یہاں تک چل کر آیا، میں ہی وہ ہوں جو آپ کو اس خشک اور جلتے ہوئے صحرا میں لے کر آیا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں گمان بھی نہیں کر رہا تھا کہ یہ لوگ آپ کے منطقی مشورہ اور صلح آمیز گفتگو کو قبول نہیں کریں گے میرے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس منزل تک پہنچا دیں گے میں اپنے آپ میں کہہ رہا تھا چلو کوئی بات نہیں

^۱ شعبی کے ہمراہ یہ زبیر بن قین کا قاتل ہے۔ (طبری، ۵ ج، ص ۴۴۱)

ہے کہ اس قوم کی اس کے بعض امر میں اطاعت کر لیتا ہوں تاکہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں نکل آیا ہوں۔ میں ہمیشہ اسی فکر میں تھا کہ آپ جو مشورہ دیں گے اسے یہ لوگ ضرور قبول کر لیں گے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ سے کچھ بھی قبول نہیں کریں گے تو میں کبھی بھی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اسے فرزند پیغمبر! اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ہر اس چیز سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جو میں نے انجام دیا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا؛ یہاں تک کہ مجھے آپ کے سامنے موت آجائے۔ کیا آپ کی نگاہ میں میری توبہ قابل قبول ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”نعم یتوب اللہ علیک ویغفر لک! اما اسک؟“ ہاں تمہاری توبہ قبول ہے، اللہ بھی تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں بخش دے! تمہارا نام کیا ہے؟ حرنے جواب دیا: میں حرن یزید ہوں! امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”أنت احر کما سمکت أنك أنت احر ان شاء اللہ فی الدنیا والآخرة انزل“ تو حرن ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے، ان شاء اللہ تو دنیا و آخرت دونوں میں حر اور آزاد ہے، نیچے اتر آ۔ حرن نے عرض کیا: ”أنا لک فارساً خیر منی لک راجلاً، أقاتم علی فرسی ساعۃ والی السزول ما یصیر آخر أمری“، میں آپ کی بارگاہ میں سوار رہوں یہ میرے لئے نیچے آنے سے بہتر ہے تاکہ کچھ دیر اپنے گھوڑے پر ان سے جنگ کر سکوں اور جب میں نیچے اتروں تو یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”فاصنع ما بدالك“، تم جس فکر میں ہو اسے انجام دو۔ اس گفتگو کے بعد حرا نے اپنے لشکر کے سامنے آئے اور اس سے مخاطب ہو کر کہا

حرن یزید ریاحی کا خطبہ

”ایحا القوم! ألا تقبلون من حسین علیہ السلام خصلۃ من هذه النخصال التي عرض علیکم فیما فیکم اللہ من حربہ و قتالہ؟ قالوا: هذا الامیر عمر بن سعد فکلمہ۔ فکلمہ بمثل ما کلمہ بہ قبل، و بمثل ما کلمہ بہ أصحابہ۔ قال عمر بن سعد أقدر حرصت، لو وجدت الی ذالک سیلاً فعلت۔ فقال؛

^۱ ایک احتمال تو یہ ہے کہ چونکہ حرا اسلحہ سے لیس تھا اور شرم سے اپنا سر جھکائے تھا لہذا امام علیہ السلام نے اسے نہیں پہچانا اور سوال کیا ورنہ آپ حرا کو پہلے سے پہچانتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ حرا کے نام سے صفت کا استفادہ کرنا چاہتے تھے لہذا نام پوچھا ورنہ جو اوصاف اس نے بتائے تھے اس سے تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ آنے والا حرا ہی تھا۔ (مترجم)

یا اهل الکوفۃ! لکم الجبل والعبر اذا دعوتموہ حتی اذا اتاکم اُسلمتموہ! وزعمتم انکم قاتلوا انفسکم دونہ، ثم عدوتم علیہ تقتلوا! امکتتم بنفسہ واخذتم بکفکم، واخطم بہ من کل جانب، فمنتموہ التوبۃ فی بلاد اللہ العریضۃ حتی ے امن و ے امن اهل بیتہ، واصبح فی ایدیکم کالاسیر، لایملک لفسہ نفعاً ولا یفیع ضرراً، وحلاتموہ ونساءہ وصیتہ واصحابہ عن ماء الفرات البجاری، الذی یشر بہ الیہودی والمجوسی والنصرانی، وتمرغ فیہ خزائر السواد وکلابہ، حاتم اولاء قد صر عثم العطش، بما خلقتکم محمداً فی ذریۃ! لاسقاکم اللہ یوم النماء ان لم تتوبوا و تترعوا عما انتم علیہ من یوکم ہذا فی ساعکم ہذہ، اے قوم! حسین کی بتائی ہوئی راہوں میں سے کسی ایک راہ کو کیوں نہیں قبول کر لیتے تاکہ خدا تمہیں ان سے جنگ اور ان کے قتل سے معاف فرمادے۔

لشکر نے کہا: یہ امیر عمر بن سعد میں انھیں سے بات کرو۔ تو حرنے عمر بن سعد سے بھی وہی بات کی جو اس سے پہلے کی تھی اور جو باتیں ابھی لشکر سے کی تھیں۔ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں اس کا بڑا حریص تھا کہ اگر میں کوئی بھی راستہ پاتا تو ضرور یہ کام انجام دیتا۔ یہ سن کر حرنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا: اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں؛ کیونکہ تم ہی لوگوں نے ان کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور جب وہ چلے آئے تو تم لوگ انھیں اس ظالم کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔

پہلے تم اس کے مدعی تھے کہ ان پر اپنی جان تار کر دو گے پھر اپنی بات سے ہٹ کر انھیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہاں ان کو روک رکھا اور ان کی بزرگواری اور کظم غیظ کے مقابلہ میں ان پر ہرہ ڈال دیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اللہ کی اس وسیع و عریض زمین میں ان کو کہیں جانے بھی نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن و امان کی زندگی گزار سکیں۔ یہ تمہارے ہاتھوں میں اسروں کی طرح ہو گئے ہیں جو نہ تو خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی خود سے ضرر و نقصان کو دور کر سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے ان پر، ان کی عورتوں پر، ان کے بچے اور ان کے اصحاب پر اس فزات کے بتے پانی کو روک دیا ہے جس سے یہود و مجوسی اور نصرانی سیراب ہو رہے ہیں، جس میں کالے سور اور کتے لوٹ رہے ہیں؛ لیکن یہی پانی ہے جو ان پر بند ہے اور پیاس سے یہ لوگ جاں بلب ہیں۔ حقیقت میں تم لوگوں نے محمد کے بعد ان کی ذریت کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا ہے۔ خدا قیامت

کے دن، جس دن شدت کی پیاس ہوگی تم لوگوں کو سیراب نہ کرے۔ اگر تم اپنے افعال سے آج اسی وقت توبہ نہ کر لو۔ جب حرکی تقریر یہاں تک پہنچی تو پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے آپ پر حملہ کر دیا اور تیر بارانی شروع کر دی، لیکن حرپٹ کر امام حسین علیہ السلام کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ حرکی اس دلسوز تقریر کا بعض دلوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ حسین بن علی علیہما السلام کی طرف چلے آئے ان میں سے ایک یزید بن یزید محاصر میں جو عمر بن سعد کے ہمراہ حسین سے جنگ کے لئے آئے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی تمام شرطوں کو رد کر دیا گیا اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا تو آپ حسینی لشکر کی طرف چلے آئے آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حرکی تقریر سے راہ حسین کے سالک ہوئے ہیں۔

^۱ الارشاد، ص ۲۳۵، التذکرہ، ص ۲۵۲

^۲ ابو جناب کلبی اور عدی بن حرمہ سے یہ روایت منقول ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۷، ارشاد، ص ۲۳۵)

^۳ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد وہی ابو شعشاء کندی ہے جو قبیلہ بہدلہ سے متعلق تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵)

آغاز جنگ

پہلا تیر

جب بات یہاں تک پہنچی تو عمر بن سعد حسینی سپاہ کی طرف حملہ آور ہوا اور آواز دی: اے زویدا! پرچم کو اور نزدیک لاؤ تو وہ پرچم کو بالکل قریب لے کر آیا اس وقت عمر بن سعد نے چلہ کمان میں تیر کو جوڑا اور حسینی لشکر کی طرف پھینکتے ہوئے بولا: ”أشحدوا انی اؤل من رمی“ تم سب گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر جس نے پھینکا ہے وہ میں ہوں۔ جب نزدیک ہو کر پہلا تیر عمر سعد نے پھینکا تو سارے اموی لشکر نے تیروں کی بارش کر دی۔ اس کے بعد زیاد بن ابوسفیان کا غلام یسار اور عبید اللہ بن زیاد کا غلام سالم دونوں میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلبی کرتے ہوئے بولے: کوئی ہم رزم ہے جو تم میں سے ہمارے سامنے آئے؟ یہ سن کر حیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر اٹھے تاکہ اس کا جواب دیں لیکن دونوں سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”اجلسا“ تم دونوں بیٹھ جاؤ! اس کے بعد عبداللہ بن عمیر گلی ۳ اٹھے اور عرض کیا: اے ابو عبداللہ! خدا آپ پر رحمت نازل کرے! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ان دونوں کے مقابلہ پر جاؤں؟ تو امام حسین نے اس جوان کی طرف دیکھا وہ ایک طویل القامت، قوی کلائیوں اور مضبوط بازوؤں والا جوان تھا۔ آپ نے فرمایا: ”انی لاجہ لأقران قتالا! اخرج ان شئت“ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں کے مقابلہ میں برابر کا جنگجو ثابت ہوگا، اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ! یہ سن کر وہ جوان ان دونوں کے سامنے آیا تو ان دونوں نے کہا: تو کون ہے؟ تو اس جوان مرد نے اپنا حسب و نسب بتا دیا۔ اس پر وہ دونوں غلام بولے: ہم تم کو نہیں پہچانتے ہیں۔ ہمارے مقابلے میں تو زہیر بن قین

^۱ شیخ مفید نے ارشاد میں ”درید“ لکھا ہے، ص ۲۳۳ و ۲۳۶، طبع نجف

^۲ صفعب بن زبیر اور سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۹، ارشاد، ص ۲۳۶)

^۳ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ قبیلہ ہمدان کے چاہ جعد (جعد کا کنواں) میں ان کا گھر تھا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ عبید اللہ کی طرف سے فوج نخیلہ میں جمع ہے اور حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ لوگ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ کے فرزند حسین سے جنگ کے لئے جارہے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن عمیر کلبی نے کہا میں تو اہل شرک سے جہاد پر حریص تھا لیکن اب میں یہ امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے نبی کے نواسے سے جنگ کر رہے ہیں خدا کے نزدیک مشرکین سے جہاد کرنے سے کم نہ ہوگا۔ آپ کی زوجہ ام وھب بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ آپ ان کے پاس گئے اور ساری روداد سنادی اور اپنے ارادہ سے بھی انہیں آگاہ کر دیا۔ سب کچھ سن کر اس نیک سرشت خاتون نے کہا: تمہاری فکر صحیح ہے، خدا تمہاری فکر کو سالم رکھے اور تمہارے امور کو رشد عطا کرے؟ یہ کام ضرور انجام دو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

عبداللہ راتوں رات اپنی بیوی کے ہمراہ نکل گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔

یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہیے۔ زیاد کا غلام یسار، عبید اللہ بن زیاد کے غلام سالم کے آگے آمادہ جنگ تھا۔ کبھی نے یسار کو مخاطب کر کے کہا: اے زنا کار عورت کے بچے، تیری خواہش ہے کہ کوئی اور تیرے مقابلہ پر آئے۔ تیرے مقابلہ پر کوئی نہیں آئے گا مگر جو بھی آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد اس پر سخت حملہ کیا اور تلوار کا ایک وار کر کے اسے زمین پر گرا دیا۔ ابھی آپ اپنی تلوار سے اس پر حملہ میں مشغول تھے کہ عبید اللہ کا غلام سالم آپ پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر سے اصحاب امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: وہ غلام تم پر حملہ کر رہا ہے لیکن عبد اللہ نے اس کے حملہ کو اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس نے آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا؛ کبھی نے اپنے بائیں ہاتھ کو سپر بنایا جس سے آپ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن کبھی زخم کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف مڑے اور اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اسے قتل کر دیا۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد کبھی رجز خوانی کرتے ہوئے مبارزہ طلبی کر رہے تھے۔

ان تنکرونی فائنا بن کلب

حبی بیتی فی علیم حبی

انی امرؤ ذومرۃ وعصب

ولست بانحوار عند الکلب

انیز عیم مک أم وهب

بالطن فیہم مقدماً والضرب

اگر تم مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ قبیلہ کلب کا فرزند ہوں، میرا آگاہ اور بیٹا خاندان میرے لئے کافی ہے، میں بڑا طاقتور اور سخت جاں مرد ہوں، میدان کارزار میں ناگوار واقعات مجھے متزلزل نہیں کر سکتے، اے ام وحب میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ میں ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کروں گا اور ان کو ماروں گا وہ بھی ایسی ضرب لگاؤں گا جو ایک یکتا پرست اور موحد کی ضرب میں اثر ہوتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کی زوجہ ام وحب نے عمود خیمہ اٹھایا اور اپنے شوہر کا رخ کر کے آگے بڑھی اور یہ کہے جا رہی تھی ”فداک ابی وائی“، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم محمد کی پاک و پاکیزہ ذریت کی طرف سے دفاع میں خوب جنگ کرو، اس کے بعد عبد اللہ اپنی زوجہ کو مخدرات کی طرف پلٹانے لگے، تو اس نے عبداللہ کے کپڑے پکڑ لئے اور کھینچتے ہوئے بولی: میں جب تک کہ تمہارے ساتھ مرنے جاؤں تمہیں نہیں چھوڑوں گی، یہ صورت حال دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اسے پکارا اور فرمایا: ”جزیتم من اهل بیت خیراً، ارجعی رحمک اللہ الی النساء فاجلسی معهن فانه لیس علی النساء قتال“، خدا تم لوگوں کو جزائے خیر دے، اللہ تم پر رحمتوں کی بارش کرے، خواتین کی طرف پلٹ آؤ اور انہیں کے ہمراہ بیٹھو کیونکہ خواتین پر جہاد نہیں ہے۔

الحکۃ الاولی (پہلا علم)

اس کے بعد اموی لشکر کے مہم کے سردار عمرو بن حجاج نے لشکر حسینی کے داہنے محاذ پر حملہ شروع کر دیا۔ جب یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے سپاہیوں کے نزدیک آیا تو وہ سب کے سب اپنے زانو پر بیٹھ کر دفاع میں مشغول ہو گئے اور نیزوں کو ان کی طرف سیدھا کر کے انہیں نشانہ پر لے لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لشکر نیزوں کے سامنے ٹھہرنے لگا اور واپس لوٹنے لگا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حسینی سپاہ نے ان پر تیر چلانا شروع کیا، جس کے نتیجے میں ان میں سے بعض ہلاک ہوئے تو بعض دیگر زخمی۔

^۱ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جناب نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۲۹، الارشاد، ص ۲۳۶، نجف)

کرامت و ہدایت

اسی اثناء میں قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص جسے عبد اللہ بن حوزہ کہا جاتا ہے سامنے آیا اور امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل کھڑا ہو کر بولا: اے حسین! اے حسین! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”ما تشاء؟“ تو کیا چاہتا ہے؟ عبد اللہ بن حوزہ نے کہا: ”اے بشر بالنار“، تمہیں جہنم کی بشارت ہو، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”کَلَّا، اِنِّیْ اَقْدَمُ عَلٰی رَبِّ رَحِیْمٍ وَ شَفِیْعٍ مَطَاعٍ، مَنْ خَذا؟“، نہیں ایسا نہیں ہے، میں اپنے مربیان و رحیم رب کی طرف گامزن ہوں، وہی شفیع اور قابل اطاعت ہے پھر امام نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ آپ کے اصحاب نے جواب دیا: یہ ابن حوزہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”رَبِّ حَزْهٖ اِلٰی النَّارِ!“، خدا یا! اے جہنم کی آگ میں ڈال دے۔ امام علیہ السلام کی بد دعا کا اثر یہ ہوا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے کے پاس بدکا اور وہ گڑھے میں جا کر اکیکن اس کا پیر رکاب میں پھنسا رہ گیا اور اس کا سر زمین پر آگیا۔ اسی حالت میں گھوڑے نے دوڑنا شروع کیا اور وہ جدھر سے گزرتا تھا زمین کے ہر پتھر اور درخت سے اس کا سر ٹکراتا تھا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

اس سلسلے میں مسروق بن وائل کا بیان ہے: میں اس لشکر کے آگے آگے تھا جو حملہ کے لئے حسین کی طرف آگے بڑھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں لشکر کے بالکل آگے رہوں گا تا کہ جب حسین قتل کر دے جائیں تو ان کا سر میرے ہاتھ لگے اور وہ سر میں عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں لے جا کر کسی خاص مقام و منزلت پر فائز ہو جاؤں۔ جب ہم لوگ حسین تک پہنچے تو ہماری فوج کا ایک شخص جسے ابن حوزہ کہتے ہیں وہ سامنے آیا اور بولا: کیا حسین تمہارے درمیان موجود ہیں؟ تو حسین (علیہ السلام) خاموش رہے۔ اس نے اپنی بات کو دہرایا یہاں تک جب تیسری بار اس نے تکرار کی تو حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ”قُولُوا لَهُ: نَعْمَ هٰذَا الْحَسَنِ فَاجْتَنِبْ“، اس سے کہو: ہاں یہ حسین ہیں، تم کیا چاہتے ہو؟ ابن حوزہ نے کہا: اے حسین، اتم کو جہنم کی بشارت ہو! امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”كَذَبْتَ! اَقْدَمُ عَلٰی رَبِّ غَفُورٍ وَ شَفِیْعٍ مَطَاعٍ، فَمَنْ اَنْتَ؟“، تو جھوٹ بولتا ہے، میں تو اپنے

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر حسین نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۳۰)

پالنے والے اور بخشے والے، شفیع اور قابل اطاعت مالک کی طرف گامزن ہوں، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ابن حوزہ ہوں۔ یہ سن کر حسین نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کئے کہ کپڑے کے اوپر سے ہم نے بغل کی سفیدی دیکھ لی پھر کہا: اللّٰھمّ حرّہ الی النار! خدا یا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے یہ سن کر وہ غصہ میں آگیا اور وہ نہر جو اس کے اور حسین کے درمیان تھی اسے پار کر کے ان پر حملہ کرنا چاہا تو گھوڑے کے چھلانگ لگاتے ہی وہ نیچے گر پڑا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے تیز دوڑنا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گیا اور اس کے قدم، پٹلی تک کٹ کر گر گئے اور پیر کا بقیہ حصہ اسی رکاب میں پھنسا رہ گیا۔ عبد الجبار بن وائل حضرمی کا بیان ہے: یہ صورت حال دیکھ کر مسروق لوٹ گیا اور لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ تو میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو وہ بولا: ”لقد رأیت من أہل هذا الیت شئاً لا أقا تلھم أبداً“ میں نے اس گھرانے سے ایسی چیز دیکھی ہے جس کے بعد میں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کر سکتا۔

بریر کا مباہلہ اور ان کی شہادت

یزید بن معقل، عمر بن سعد کے لشکر سے نکلا اور بولا: اے بریر بن حضیر! تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو بریر نے جواب دیا: خدا نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا؛ ہاں تیرا نصیب بہت برا ہے۔ یزید بن معقل: تو جھوٹ بول رہا ہے حالانکہ اس کے پہلے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ کیا تجھے وہ موقع یاد ہے جب میں قبیلہ لوذان کے علاقے میں تیرے ساتھ چل رہا تھا اور تو کہہ رہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنی جان کو گنوا دیا اور معاویہ بن ابوسفیان گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ امام ہدایت و حق توفیظ علی بن ایطالب میں؟

^۱ عطا بن سامت نے عبد الجبار بن وائل حضرمی سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۱)
^۲ آپ کے شرح احوال شب نو محرم کے واقعات میں گزر چکے ہیں۔

بریر نے جواب دیا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں، میری رائے اور میرا قول یہی ہے۔ یزید بن معقل نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شمار گمراہوں میں ہے۔ بریر بن حضیر نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تم اس پر تیار ہو کہ پہلے میں تم سے مباہلہ کروں اور ہم اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹے پر اس کی لعنت ہو اور باطل پرست کو موت کے گھاٹ اتار دے؛ اس کے بعد میں میدان کارزار میں آکر تم سے ہمدرد آزمائی کروں۔ یزید بن معقل اس پر راضی ہو گیا دونوں نے میدان میں آکر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ خدایا! کاذب پر لعنت کر اور صاحب حق کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے۔ اس بد دعا کے بعد دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ تلواروں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا اور یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن ادھر بریر بن حضیر نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے ”خود“ کو کاٹتی ہوئی تلوار اس کے سر تک پہنچی اور اسے کاٹتی ہوئی اس کے مغز اور دماغ تک پہنچ گئی وہ زمین پر اس طرح گرا جیسے کوئی چیز بلند می سے گر رہی ہو؛ ادھر فرزند حضیر کی تلوار اس کے سر میں جا کر رک گئی تھی، گویا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ تلوار کو اپنے سر سے باہر نکالنے کے لئے حرکت دے رہا تھا۔ اسی دوران عمر بن سعد کے لشکر کے ایک سپاہی رضی بن مقد عبدی نے جناب بریر پر حملہ کر دیا۔ دونوں میں گتھم گتھا ہو گئی اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی گھمان کی لڑائی ہوتی رہی۔

آخر کار بریر اسے گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گئے تو رضی چلایا کہاں میں اہل رزم اور کہاں میں دفاع کرنے والے؟ یہ سن کر کعب بن جابر ازدی نے نیزہ سے بریر پر حملہ کر دیا اور وہ نیزہ آپ کی پیٹھ میں داخل ہو گیا جب بریر نے نیزہ کی نوک کو محسوس کیا تو رضی بن مقد عبدی کے چہرے کو دانتوں سے دبایا اور اس کی ناک کا ایک حصہ کاٹ ڈالا؛ لیکن کعب بن جابر نے مسلسل نیزہ کا وار کر کے ”عبدی“ کو بریر کے چنگل سے نکال دیا اور نیزہ کی انی کو بریر کی پشت میں پیوست کر دیا پھر اس کے بعد بریر پر تلوار سے حملہ کر کے

^۱ مباہلہ یعنی ملاعنہ جسمیں دونوں افراد دعا کریں کہ خدا باطل اور ظالم پر لعنت کرے۔

انہیں شہید کر دیا۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو) وکعب بن جابر نے کہا: سلی تنخري عني وأنت ذميمة غداة حسين والرماح شوارع الم
آت أقصى ما كرهت ولم نعلم على غداة الروح ما أنا صانع معي يزنني لم تخنك كعبه وأيض محتوب الغرايين قاطع فخر دته في عصبة ليس دتنهم
بدني واني بآبن حرب لقلع ولم تر عيني مثلم في زمانهم ولا قبلهم في الناس اذ أنا يافع أفتد قراعاً باليوسف لدسي الوغى ألا كل من يحكي الذمار
مقارع وقد صبروا للطن والضرب خسر اوقد نازلوا لو أن ذالك نافع فابلق (عبید اللہ) أما لقيته بأني مطيع للخليفة ساع قتلت بريرا ثم
حلت نعمة أبا منقذ لما دعى: من ياصح تو مورد مذمت قرار پا چکی ہے تو مجھ سے حسین کی سپیدہ سحری اور نیزوں کے سیدھے ہونے کے
سلسلے میں سوال کر اور مجھ سے خبر لے۔ کیا میں اس چیز کی انتہا تجھے نہ بتاؤں جو تجھے ناپسند ہے اور جس میدان کارزار کی صبح نے مجھ
پر اس امر پر کوئی خلل وارد نہیں کیا جسے میں نے انجام دیا۔ میرے پاس سیف بن ذی یزن یمنی کا نیزہ تھا جو کبھی ٹیڑھا نہیں ہوا
اور جس کی سفید لکڑی کا خلاف دونوں طرف سے براں تھا۔

میں نے اسے اس گروہ کے سامنے برہنہ کیا جن کا دین میرا دین نہ تھا اور میں ابو سفیان کے خاندان سے قلع ہوں۔ میری آنکھوں
نے اپنے زمانے میں ان کے مانند نہیں دیکھا اور اس سے قبل کسی نے نہیں دیکھا؛ کیونکہ میں جوان ہوں۔ جنگ کے وقت ان کی
تلوار میں بڑی کاٹ تھی، آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی ذمہ داری سے حمایت کرتا ہے وہ سخت کوش ہوتا ہے۔ واقعاً ان لوگوں نے نیزوں اور
تلواروں کے زخم پر بڑا صبر کیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اگر یہ ان کے لئے مفید ہوتا۔ اگر عبید اللہ سے ملاقات کرے تو
اس کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں خلیفہ کا مطیع اور ان کی باتوں کا سننے والا ہوں۔ میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسان مند بنا لیا،
جب اس نے پکارا کہ میرا مدد گا کون ہے؟ ابو مخنف کا بیان ہے: رضی بن منقذ عبدی نے اس کے جواب میں یہ کہا: عمرو بن قرظہ
انصاری کی شہادت جناب بریر کی شہادت کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے نکھے

^۱ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن یزید نے عفیف بن زبیر بن ابو اخنس کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۱) باقیماندہ خبر حاشیہ شماره ۲ میں ملاحظہ ہو۔

^۲ جب کعب بن جابر ازدی لوٹا تو اس کی زوجہ یا بہن نوار بنت جابر نے کہا: تو نے فرزند فاطمہ کے خلاف جنگ کی ہے اور سیدا لقراء (تلاوت و قراءت قرآن کے سید و سردار) بریر کو قتل کیا ہے، تو نے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے۔ خدا کی قسم میں اب کبھی بھی تجھ سے بات نہیں کروں گی۔

اور مشغول جہاد ہو گئے۔ آپ وقت قاتل ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔ قد علمت کتیبة الانصار انی ساعی حوزة الذمار ضرب غلام غیر
 نکس شاری دون حسین مجتبی و داری سپاہ انصار کو معلوم ہے کہ میں اس خاندان کی ایسی حمایت و نصرت کروں گا جو ایک ذمہ دار
 محافظ کا انداز ہوتا ہے، میں ایک سر بلند اور سرفراز جوان کی طرح وار کروں گا اور کبھی منہ نہیں موڑوں گا کیونکہ میرا خون اور میرا
 خاندان حسین پر فدا ہے۔ اسی حال میں آپ درجہ شہادت پر فیضیاب ہو گئے۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ کا بھائی علی بن قزطہ،
 عمر بن سعد کی فوج میں تھا۔ یہ مظر دیکھ کر وہ پکارا اے کذاب بن کذاب! (اے جھوٹے باپ کے جھوٹے بیٹے) تو نے میرے
 بھائی کو گمراہ کیا، اے دھوکہ دیا یہاں تک کہ اے قتل کر دیا! یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: ”ان اللہ لم یضل اُحاکم
 و لکنہ حدی اُحاکم و اُضلک“، خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ تیرے بھائی کو ہدایت بخش دی، ہاں تجھے گمراہ کر دیا۔ ولو
 شاء ربی ما شہدت قتالہم ولا جعل النعماء عندي ابن جابر لقد کان ذاک الیوم عارا و سبہ یصرہ الا بناء بعد المعاشرفی الیت انی کنت من قبل
 قتلہ ویوم حسین کنت فی رس قابر اگر میرا پروردگار چاہتا تو میں کربلا کی جنگ میں حاضر نہ ہوتا اور نہ جابر کے لڑکے کا مجھ پر احسان
 ہوتا۔ در حقیقت وہ دن تو ننگ و عار کا دن تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔ اے کاش بریر کے قتل سے قبل میں
 مر گیا ہوتا اور حسین کے مقابلہ کے دن سے پہلے میں قبر میں مٹی کے نیچے ہوتا۔

علی بن قزطہ نے کہا خدا مجھے نابود کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں، یہ کہہ کر امام علیہ السلام پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے
 بڑھ کے مزاحمت کرتے ہوئے نیزہ لگا کر اسے زمین پر گرا دیا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا اور اسے کسی طرح بچا کر لے
 گئے۔ جنگ کا بازار گرم تھا، گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، سپاہ اموی نے چاروں طرف گھوم کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا
 تھا۔ اس دوران حرب بن یزید ریاحی اس فوج پر حملہ آور تھے اور اس شعر سے تمثیل کئے جا رہے تھے۔

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۳۳)

^۲ ثابت بن بربہ سے یہ روایت مروی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

مازلت ارمیم ہنترہ نخرہ ولبانہ حتی تسربل بالدم میں ان کی گردن اور سینے پر مسلسل تیر بارانی کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ لوگ خون کا لباس پہن لیں۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ان کے گھوڑے کے کان اور ابرؤں سے نیزوں کی بارش کی وجہ سے خون جاری تھا۔ یزید بن سفیان تمیمی مسلسل یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم اگر میں ”حر“ کو اس وقت دیکھتا جب وہ ہماری فوج سے نکلا تھا تو اس نیزہ کی نوک سے اس کا پیچھا کرتا۔ یہ سن کر حصین بن تمیم نے کہا: یہی ہے حرب بن یزید جس کی تم تمنا کر رہے تھے۔ یزید بن سفیان نے کہا: ہاں! اور حر کی طرف نکل گیا اور آپ سے بولا: کیا تم نبرد آزمائی کے لئے آمادہ ہو؟ حر نے جواب دیا: ہاں میں ہم رزم ہونا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کے مد مقابل آئے، گویا جان ہتھیلی پر لئے تھے۔ یزید بن سفیان اپنی تمام شرارتوں کے ساتھ سامنے آیا لیکن ابھی حر کو سامنے آئے کچھ دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ نے اسے قتل کر دیا^۱۔ نافع بن ہلال اسی ہنگامہ خیز ماحول میں نافع بن ہلال مرادی جمعی مصروف جنگ تھے اور کہے جا رہے تھے ”اَنَا ابْجَى اَنَا عَلِی دِیْن عَلِی (علیہ السلام)“ میں ہلال بن نافع جمعی ہوں، میں دین علی علیہ السلام پر قائم ہوں۔ یہ سن کر فوج اموی کی ایک فرد جسے مزاحم بن حرث کہتے ہیں سامنے آیا اور بولا: میں عثمان کے دین پر قائم ہوں۔ نافع بن ہلال نے اس سے کہا: تو شیطان کے دین پر برقرار ہے پھر اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی چلایا کہ اے احمق اور بے شعور لوگو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم کس سے لڑ رہے ہو؟ یہ شر کے بہادر، شجاع، فداکار اور جانباز ہیں، تم میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آئے۔ یہ دیکھنے میں کم ہیں اور بہت ممکن ہے کہ باقی رہ جائیں۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ ۳۰ پر فقط پتھر پھینکو تو ان کو قتل کر دو گے۔

یہ سن کر عمر بن سعد بولا تمہارا نظریہ بالکل صحیح ہے اور میری رائے بھی یہی ہے۔ اس وقت اس نے اعلان کیا کہ فوج کہ سب سپاہی اس پر آمادہ ہو جائیں کہ ان لوگوں سے اس طرح جنگ نہ کریں کہ ایک ان کی طرف سے اور ایک تمہاری طرف سے ہو^۲۔ الحکمۃ

^۱ ہ شخص عبید اللہ بن زیاد کی پولس کا سر براہ تھا اور عبید اللہ نے اسے عمر بن سعد کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف جنگ کے لئے بھیج دیا۔ کربلا میں عمر بن سعد نے اسے مجففہ فوج کا سر براہ بنا دیا تھا۔ تجفاف زرہ کی قسم کا ایک رزمی لباس ہے۔

^۲ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو زبیر نضر بن صالح عیسیٰ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

^۳ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زبیر نضر بن صالح عیسیٰ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

^۴ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یحییٰ بن ہانی بن عروہ مروی نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۵)

الثانۃ (دوسرا حملہ) پھر عمرو بن حجاج زبیدی لشکر امام حسین علیہ السلام سے نزدیک ہوتا ہوا بولا: اے اہل کوفہ! اپنی اطاعت اور اپنی جماعت کے اتحاد و اتفاق پر پابند رہو اور اس کے قتل میں کوئی شک و شبہ نہ کرو جو دین سے منحرف ہو گیا اور ہمارے پیشوا اور امام کا مخالف ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”یا عمرو بن حجاج! اعلیٰ تخرض الناس؟ انحن مرقا و انتم ثم علیہ! اما واللہ لتعلمن لو قد قبضت اروا حکم و متم علی اعداکم ائنا مرق من الدین ومن هو اولیٰ بصلی النار“ اے عمرو بن حجاج! کیا تو لوگوں کو میرے خلاف اکسا رہا ہے؟ کیا ہم دین سے منحرف ہیں اور تم لوگ اس پر قائم ہو! خدا کی قسم اگر تمہاری رو میں قبض کر لی جائیں اور تم لوگوں کو انہیں اعمال پر موت آجائے تو تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ منحرف کون اور جہنم میں جہنم کا سزاوار کون ہے۔ پھر عمرو بن حجاج نے عمر بن سعد کے سامنے محاذ فرات کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک جنگ کا بازار گرم رہا اور اس حملہ میں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہو گئی جس میں سے ایک مسلم بن عویجہ ہیں۔ مسلم بن عویجہ عمرو بن حجاج کے سپاہیوں میں سے عبد الرحمن بن عویجہ اور مسلم بن عبد اللہ ضنابی نے آپ کو شہید کیا۔ آپ کی شہادت پر خوشی سے جھومتے ہوئے عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے آواز لگائی: ہم نے مسلم بن عویجہ اسدی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہی لوٹ گئے اور غبار کا ایک بادل اٹھا۔ جب وہ بادل چھٹ گیا تو اصحاب حسین نے مسلم بن عویجہ کو جانکنی کے عالم میں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام چل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے جسم میں رملق حیات موجود تھی۔ امام علیہ السلام نے مسلم بن عویجہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”رحم ربک یا مسلم بن عویجہ، فمنکم من قضیٰ نجبہ و منکم من

^۱ اس خبر میں آیا ہے کہ اصحاب حسینؑ میں سب سے پہلے مسلم بن عویجہ اسدی شہید ہوئے جبکہ اس سے پہلے بریر اور عمرو بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حملہ کے بعد کچھ دیر کے لئے جنگ بند ہو گئی تھی اس کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو دوسرے حملہ میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ ابن زیاد کا جاسوس معقل آپ ہی کے توسط سے مسلم تک پہنچ سکا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۲) مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آپ کو قبیلہ مذحج اور اسد کا سالار بنا یا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جو کر بلا میں شب عاشور امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اٹھے اور فرمایا: اگر ہم آپ کو چھوڑ دیں تو اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کی ادائیگی میں ہمارا عذر کیا ہوگا! خدا کی قسم یہاں تک کہ میں اپنے نیزہ کو ان کے سینوں میں توڑنے لوں اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے ان کو مارنے لوں میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر میرے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے کوئی اسلحہ نہ ہو تو میں ان کو آپ کے پاس رہ کر پتھر ماروں گا یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مجھے موت آجائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۹) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے شمر پر تیر چلانے کی اجازت اس طرح طلب کی تھی: فرزند رسول خدا میری جان آپ پر نثار ہو، کیا میں اس پر ایک تیر نہ چلا دوں؟ یہ آدمی بڑا فاسق و فاجر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں جنگ میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۴) لیکن آپ کوفہ سے کس طرح امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے کچھ پتہ نہیں، تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔

یُنظر وابدلواتبدیلاً“ اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحمت نازل کرے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کر گئے اور بعض منتظر میں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی۔ اس کے بعد حیب بن مظاہر مسلم کے قریب آئے اور فرمایا: ”عز علیٰ مصرعک یا مسلم، ابشر بالبحۃ“ اے مسلم تمہاری شہادت مجھ پر بہت سنگین ہے، جاؤ جنت کی تمہیں بشارت ہو یہ سن کر بڑی خف آواز میں مسلم نے حیب سے کہا: ”بشرک اللہ بخیر“ اللہ تمہیں نیکی و خیر کی بشارت دے، یہ سن کر حیب نے مسلم بن عوسجہ سے کہا: ”لولا انی اعلم انی فی اثرک لاحق بک من ساعتی ہذہ لأحیت أن تو صینی بکل ما أھک حتی أھلک فی کل ذالک بائت أھل لہ فی القراۃ والدین“ اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ابھی آ رہا ہوں تو میرے لئے یہ بات بڑی محبوب تھی کہ تم مجھ سے ہر اس چیز کی وصیت کرو جو تمہارے لئے اہم ہو تاکہ میں ان میں سے ہر ایک کو پورا کر سکوں جو تمہارے قرابت داروں اور دین کے سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں۔ مسلم بن عوسجہ نے کہا: ”بل انا اوصیک بهذا رحمک اللہ أن تموت دونہ“ میری وصیت تو صرف ان کے سلسلے میں ہے، خدا تم پر رحمت نازل کرے یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے حسین کی طرف اشارہ کیا کہ تم ان پر قربان ہو جانا، انھیں کے سامنے موت کو گلے لگا لینا۔ حیب نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا؛ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلم بن عوسجہ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر دم توڑ دیا (خدا ان پر رحمت نازل کرے) آپ کی موت کا منظر دیکھ کر آپ کی کنیز آہ و فریاد کرنے لگی:

”یا بن عوسجہ یا سیداہ“^۱

بائیں محاذ سے ثمر بن ذی الجوشن نے حسینی سپاہ کے بائیں محاذ پر حملہ کیا تو اصحاب حسینی نے دلیرانہ دفاع کیا اور نیزوں سے اس پر اور اس کے سپاہیوں پر حملہ کیا۔ اسی گیرودار میں ہانی بن شہت حضرمی اور بکیر بن حی تمیمی نے عبداللہ بن عمیر کلبی پر حملہ کیا اور ان دونوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔ (آپ پر خدا کی رحمت ہو^۲) اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی اپنے دفاع میں اصحاب

^۱ سورہ احزاب، ۲۳

^۲ عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے جب آواز لگائی کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا تو شبث بن ربعی تمیمی نے اپنے بعض ان الحملۃ الثالثۃ (تیسرا حملہ)

^۳ اس خبر میں آیا ہے کہ یہ اصحاب حسین کے دوسرے شہید ہیں لیکن یہ ایک وہم ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے بڑا سخت جہاد کیا، ان کے سواروں نے جن کی تعداد ۳۳ تھی حملہ شروع کیا، وہ اہل کوفہ کے جس سوار پر حملہ کر رہے تھے اسے رسوا کر دے رہے تھے۔ جب عزہ بن قیس تمیمی (جو اہل کوفہ کی فوج کا سربراہ تھا) نے دیکھا کہ اس کے لشکر کو ہر طرف سے رسوا ہونا پڑ رہا ہے تو اس نے عبدالرحمن بن حصین کو عمر بن سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھ سکتے ہو کہ جو اس کے ہمراہ تھے: تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں، تم نے اپنے ہاتھوں سے خود کو قتل کیا ہے اور دوسروں کی خاطر خود کو ذلیل کیا ہے۔ تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ مسلم بن عویض کو قتل کر دیا۔ قسم اس کی جس پر میں اسلام لایا بارہا میں نے مسلمانوں کے درمیان ان کی شخصیت کو بزرگ دیکھا ہے۔ آذر بایجان کے علاقہ سلط میں خود میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ۶۰ مشرکوں کو مسلمین کے لشکر کے پہنچنے سے قبل قتل کیا تھا۔ ایسی ذات کو قتل کر کے تم لوگ خوش ہو رہے ہو۔ رہے ہو کہ ان چند لوگوں کے ہاتھوں ابھی سے ہمارے سواروں پر کیا گزر رہی ہے، جلد از جلد پیدلوں اور تیر اندازوں کو روانہ کرو کہ روزگار ہم پر سخت ہو چکا ہے۔ عمر بن سعد نے شہنشاہ بن ربیع سے کہا: کیا تم ان کی طرف پیش قدمی نہیں کرو گے۔ شہنشاہ بن ربیع نے کہا: سجان اللہ! کیا جان بوجھ کر قبیلہ مضر کے بزرگوں اور سارے شہر کے بوڑھوں کو تیر اندازوں میں بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا اس کام کے لئے میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے؟ تو عمر بن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور اس کے ہمراہ زرہ پوشوں اور پانچ سو (۵۰۰) تیر اندازوں کو روانہ کیا۔

وہ سب کے سب سپاہ حسینی کے مد مقابل آئے لیکن ابھی وہ سب کے سب حسین اور اصحاب حسین کے نزدیک بھی نہ آئے تھے کہ ان لوگوں نے تیر بارانی شروع کر دی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ اصحاب حسینی نے گھوڑوں کو پے کر دیا اور وہ سب کے سب پیدل ہو گئے۔ اسی گیر و دار میں حرب بن یزید ریاحی کا گھوڑا بھی زخمی کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ گھوڑا لرزنے لگا

^۱ شاید باقیماندہ سواروں کا تذکرہ ہو ورنہ مسعودی کا بیان تو یہ ہے کہ آنحضرت جب کربلا وارد ہوئے تو آپ کے اہل بیت اور انصار پانچ سو اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل، پھر وہ کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ان میں سے شہید ہونے والے ۸۷ افراد ہیں۔ (مروج الذهب، ج ۳، ص ۸۸) سید بن طاووس نے لہوف میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ۴۵ اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل یہی تعداد سبط بن جوزی نے بھی ذکر کی ہے۔ (ص ۲۴۶ و ۲۵۱) تعجب کی بات یہ ہے کہ سبط بن جوزی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ ایک ہزار پیدل تھے جب کہ مروج الذهب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔
ظائر بایجان کے حدود میں شمال عراق اور ایران کے مغربی علاقہ میں ایک پہاڑ ہے جیسا کہ قمقام، ص ۴۹۲ میں موجود ہے۔

اور تڑپتے ہوئے زمین پر گر پڑا ”حر“ بڑی پھرتی سے اس گھوڑے سے نیچے آئے گویا شیریشہ شجاعت کی طرح گھوڑے سے نیچے کود پڑے درحالیکہ انکے ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ کسے جارہے تھے : ان تعزوا بی فانا ابن الحرا شجع من ذی لبد حزبر اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب حسینی نے بڑا سخت جہاد کیا یہاں تک کہ سورج نصف النہار پر آگیا اور گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور اس طرح ان لوگوں سے نبرد آزما رہے کہ دشمن ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے ان پر حملہ آور نہ ہو سکے ؛ کیونکہ ان کے نیچے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور نزدیک نزدیک تھے ۔ جب عمر سعد نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے پیدل سپاہیوں کو بھیجا تاکہ ہر چار جانب سے خیموں کی طنابوں کو اکھاڑ کر ویران کر دیں تاکہ حسینی سپاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے لیکن ادھر اصحاب حسینی تین تین چار چار کر کے گروہ میں تقسیم ہو گئے اور خیموں کی طرف بڑھنے والوں پر حملہ کر کے ان کی صفوں کو پر اکندہ کرنے لگے اس کے بعد انہیں قتل کرنے لگے ، تیر چلانے لگے اور ان کے گھوڑوں کو پے کرنے لگے ۔ اس صورت حال کو دیکھ کر عمر بن سعد نے کہا : انہیں آگ لگا کر جلا دو ! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : انہیں چھوڑ دو انہیں جلا لینے دو ؛ کیونکہ اگر یہ خیموں کو جلا بھی لیتے ہیں تب بھی ادھر سے تم پر حملہ نہیں کر پائیں گے اور ویسا ہی ہوا سپاہ اموی ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے جنگ نہ کر پائی ۔

۱۔ کلمۃ الرابۃ (چوتھا حملہ) اس نابرابر جنگ میں ایک بار پھر بائیں محاذ سے ثمر بن ذی الجوشن نے امام حسین علیہ السلام کے نیچے پر ایک نیزہ پھینکا اور پکارا میرے پاس آگ لاؤ تاکہ میں اس گھر کو گھر والوں کے ساتھ آگ لگا دوں یہ سن کر مخدرات آہ و فریاد کرنے لگیں اور خیمہ سے باہر نکلنے لگیں ۔ ادھر امام حسین علیہ السلام نے آواز دی : ”یا بن ذی الجوشن ! أنت تدعوہا لئلا تہرق بیتی علی اہلی

۱ بزبر فارسی کا لفظ ہے جس کا فارسی تلفظ بزبر ہے جو شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگر تم نے میرا گھوڑا پے کر دیا تو کیا ہوا میں فرزند حر ہوں۔ میں شیر ببشہء شجاعت سے بھی زیادہ شجاع ہوں۔ محترم قاری پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس شعر میں ”انا ابن حر“ کہا جا رہا ہے جب کہ خود حر اس شعر کے پڑھنے والے ہیں۔ اس مطلب پر نہ تو ابو مخنف نے ، نہ ہی کلبی نے ، نہ ہی طبری نے اور نہ ہی کسی دوسرے نے کوئی بھی حاشیہ لگایا ۔ ممکن ہے کہ جس وقت کہا ہو اس وقت ابن حروباں موجود ہو ، یعنی توبہ کے وقت اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے وقت اور ممکن ہے کہ حر کے دادا یا خاندان کے بزرگ کا نام حر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نام کے بجائے معنی اور صفت کا ارادہ کیا ہو۔ شیخ مفید نے بھی اس رجز کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے۔ (ارشاد ، ص ۲۳۷)

۹ حرک اللہ بالار“ اے ذی الجوشن کے بیٹے! تو آگ منگوا رہا ہے تاکہ میرے گھر کو میرے گھر والوں کے ساتھ جلا دے؟ خدا تجھ کو جہنم کی آگ میں جلائے۔“ حمید بن مسلم از دی کا بیان ہے کہ میں نے ثمر سے کہا: سبحان اللہ! اس میں صلاح و خیر نہیں ہے کہ تم اپنے لئے دونوں صفتوں کو یکجا کر لو: عذاب خدا کے بھی مستحق ہو اور بچوں اور خواتین کو بھی قتل کر دو، خدا کی قسم ان کے مردوں کو قتل کرنا ہی تمہارے امیر کو خوش کر دے گا^۱۔ اسی اثناء میں شہب بن ربعی تمیمی، ثمر کے پاس آیا اور بولا: میں نے گفتگو میں تجھ جیسا بد زبان انسان نہیں دیکھا اور تیرے موقف سے قبیح ترین کسی کا موقف نہیں پایا۔ ان تمام شور و غل کے بعد کیا تو عورتوں کو ڈرانے والا بن گیا ہے۔ عین اسی موقع پر زہیر بن قین اپنے دس (۱۰) ساتھیوں کے ہمراہ ثمر اور اسکے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور بڑا سخت حملہ کر کے انھیں خیموں سے دور کر دیا یہاں تک کہ وہ لوگ عقب نشینی پر مجبور ہو گئے۔ پھر کیا تھا ڈی دل لشکر نے حسینی لشکر پر زبردست حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب حسینی برگ خزاں کی طرح یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمانے لگے۔ اس سپاہ کے ایک یا دو سپاہی بھی شہید ہوتے تو واضح ہو جاتا تھا لیکن وہ لوگ چونکہ کثیر تعداد میں تھے اس لئے پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ ان میں سے کتنے قتل ہوئے۔

ماز ظہر کی آمادگی

جب ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی^۲ نے یہ منظر دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے کہا: ”یا ابا عبد اللہ! نفی لک الفداء انی اری هؤلاء قد اقتربوا منک۔ ولا واللہ لا تقتل حتی اُقتل دونک انشاء اللہ، و احب ان اُقتل ربی وقد صلیت هذه الصلواتی دنا وقھا“ اے ابو عبد اللہ! میری جان آپ پر نثار ہو! میمہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دشمن آپ سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں، نہیں خدا کی قسم، آپ اس

^۱ طبری، ج ۵، ص ۲۴۷، ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے ”نمیر بن وعلہ“ نے بیان کیا ہے کہ ابوب مشرخیوانی اس روایت کو بیان کرتا تھا۔

^۲ حمید کہتا ہے کہ شمر نے پوچھا: تو کون ہے؟ تو میں ڈر گیا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ کے پاس مجھے نقصان پہنچائے گا لہذا میں نے کہہ دیا: میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔

^۳ آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ آپ کوفہ میں ان اموال کی جمع آوری کر رہے تھے جو شیعہ حضرات جناب مسلم کو مدد کے طور پر دے رہے تھے اور جناب مسلم ہی کے حکم سے اس سے اسلحے خرید رہے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴) اپنے قیام کے وقت جناب مسلم نے آپ کو تمیم اور ہمدان کا سربراہ قرار دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جس نے کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں کو امام حسین علیہ السلام کو پہنچوایا تھا کہ یہ عزہ بن احمسی ہے اور عرض کیا تھا کہ آپ کے پاس اہل زمین کا بدترین انسان آ رہا ہے جو خون بہانے میں اور دھوکے سے قتل کرنے میں بڑا جری ہے اور آپ ہی نے اسے امام حسین علیہ السلام تک آنے سے اس خوف میں روکا تھا کہ کہیں وہ امام علیہ السلام پر حملہ نہ کر دے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۰)

وقت تک قتل نہیں کئے جاسکتے جب تک انشاء اللہ میں آپ کے قدموں میں قربان نہ ہو جاؤں، بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خدا سے اس حال میں ملاقات کروں کہ یہ نماز جس کا وقت نزدیک آچکا ہے آپ کے ہمراہ ادا کر لوں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اور پھر فرمایا: ”ذکرت الصلاة، جعلک اللہ من المصلین الذاکرین! نعم هذا أول وقتها“ تم نے نماز کو یاد کیا، خدا تم کو صاحبان ذکر اور نمازگزاروں میں قرار دے رہا ہے یہ نماز کا اول وقت ہے۔ پھر فرمایا: ”سلوهم أن یکنوا عنا حتی نصلي“ ان سے سوال کرو کہ ہم سے دست بردار ہو جائیں تاکہ ہم نماز ادا کر لیں۔ یہ سن کر حصین بن تمیم نے کہا: ”انھا لا تقبل!“ تمہاری نماز قبول نہیں ہے یہ سنکر حیب بن مظاہر نے فوراً جواب دیا: ”زعمت ان الصلاة من آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تقبل و تقبل منك یا حار؟“ اے گدھے تو گمان کرتا ہے کہ آل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہو جائے گی؟

حیب بن مظاہر کی شہادت^۱

اسی گیرودار میں حصین بن تمیم تمیمی نے حسینی پاہیوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے حیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اچھل پڑا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا تو اس کے ماتھیوں نے حملہ کر کے اسے نجات دلائی۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حیب نے قصاص کے طور پر آپ کے قاتل بدیل بن صرم تمیمی کو قتل کر دیا یہ دونوں باجمیرا کی جنگ میں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔ حیب دلیرانہ انداز میں میدان کارزار میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے: انا حیب و ابی مظاہر فارس ہجاء و حرب تعرا تم أعد عدة و اکثر و نحن اوفی مکم و اصبر و نحن اعلی حجة و اظہر حقاً و اتقنی مکم و أعذر میں حیب ہوں

^۱ آپ کا شمار کوفہ کے ان زعمائے شیعہ میں ہوتا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۲) آپ نے مسلم بن عقیل کو امام علیہ السلام کے لئے یہ کہہ کر جواب دیا تھا: قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں بھی وہی کہتا ہوں جو انہوں نے کہا اور عباس بن شیبہ شاکری کی طرف اشارہ کیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۵۵) کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں قرہ بن قیس حنظلی تمیمی سے آپ نے کہا تھا: وائے ہو تجھ پر اے قرہ بن قیس! تو ظالموں کی طرف کیوں کر پلٹ رہا ہے، تو اس ذات کی مدد کر جس کے اباؤ و اجداد کی وجہ سے اللہ نے تجھے اور ہمیں دونوں کو کرامت عطا کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱) جب نو محرم کو شام میں سپاہ اموی عمر بن سعد کی سالاری میں امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئی تھی تو عباس بن علی علیہما السلام بیس (۲۰) سواروں کے ہمراہ ان لوگوں کے پاس گئے جن بیس میں جناب حبیب بھی تھے۔ حبیب نے اس وقت فرمایا تھا: خدا کی قسم کل قیامت میں وہ قوم بہت بری ہوگی جس نے یہ قدم اٹھایا ہے کہ ذریت و عترت و اہل بیت پیغمبر کو قتل کر دیا جو اس شہر و دین کے بہت عبادت گزار، سحر خیزی میں کوشاں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) جب آپ مسلم بن عوسجہ کے زخمی جسم پر آئے اور مسلم نے امام علیہ السلام کی نصرت کی وصیت کی تو آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں اسے انجام دوں گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) امام حسین علیہ السلام نے آپ کو بائیں محاذ کا سالار بنایا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) حصین بن تمیم آپ کے قتل پر فخر و مباہات کر رہا تھا اور آپ کے سر کو گھوڑے کے سینے سے لٹکا دیا تھا۔

اور میرے باپ مظاہر ہیں۔ جب آتش جنگ برافروختہ ہوتی ہے تو ہم بڑے بہادر اور مرد میدان ہیں۔ تم اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہو لیکن وفاداری میں ہم تم سے بہت آگے ہیں اور مصیبتوں میں بہت صابر ہیں۔ ہم حجت و برہان میں سر بلند، حق و حقیقت میں واضح تر اور تقوا کے میدان میں تم سے بہت بہتر ہیں اور ہم نے تم پر حجت تمام کر دی۔ پھر فرمایا: اقم لو کنا کم اعداؤ و شطرم ولیم کنا دایا شرقوم جہا و آد اخدا کی قسم اگر ہم تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تم سے کچھ کم ہوتے تو پھر دیکھتے کہ تمہاری جماعتوں کو کتنے پیچھے کر دیتے، اے حسب و نسب کے اعتبار سے بدترین لوگو! اس کے بعد آپ نے بڑا سخت جہاد کیا۔ جنگ کے دوران بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صرم نے آپ پر حملہ کیا اور ایک نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور چاہا کہ اٹھیں لیکن فوراً حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار سے وار کر دیا۔ آپ زمین پر گر پڑے، تمیمی نیچے اترا اور اس نے آپ کا سر قلم کر دیا۔^۲

حربین یزید ریاحی کی شہادت

پھر حرر جز پڑھتے ہوئے سامنے آئے انی انا الحر و اوی الضیف اضر ب فی اعراضهم بالیف عن خیر من عل منی و انخیف ضربهم ولا اری من حیف جان لو کہ میں حر ہوں اور ممانوں کو پناہ دینے والا ہوں، میں اس ممان کی آبرو کی حفاظت کے لئے تلوار سے وار کروں گا، یہ وہ میں جو عل و منی و خیف سے بہتر ہیں، میں ان لوگوں پر حملہ کروں گا اور اسے ذرہ برابر بے عدالتی نہیں سمجھتا۔ آپ یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے: آلیت لا اقل حتی اقل و لن اصاب الیوم الا مقبلاً اضر بهم بالیف ضرباً مقصلاً لا ناکلا غنم ولا مصللاً اپنے گھوڑے کی گردن میں جناب حیب کا سر لٹکائے پوری فوج میں چکر لگانے لگا پھر اس کے بعد یہ سر بدیل کو لوٹا دیا۔ جب یہ لوگ کوفہ لوٹے تو بدیل نے اپنے گھوڑے کے سینے سے حیب کے سر کو لٹکا دیا اور اسی حال میں ابن زیاد کے محل میں حضوری دی

^۱ ابو مخنف نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔
^۲ جب بدیل نے سر کاٹ لیا تو حصین اس سے بولا: میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بدیل بولا: خدا کی قسم میرے علاوہ کسی دوسرے نے اسے قتل نہیں کیا ہے تو حصین نے کہا اچھا یہ سر مجھے دے دو تاکہ میں اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دوں تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور جان لیں کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں۔ پھر تم اسے لے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس چلے جانا۔ وہ جو تمہیں اس کے قتل پر عطایا اور بخشش سے نوازے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے لیکن بدیل نے اس سے انکار کیا تو پھر ان کی قوم نے اس مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان صلح کرائی جس کے نتیجے میں اس نے حبیب بن مظاہر کا سر حصین بن تمیم کو سونپ دیا اور حصین

جب حبیب بن مظاہر شہید ہو گئے تو حسین علیہ السلام کے دل پر بڑا دھکا لگا؛ آپ نے فرمایا: "أحتسب نفسي وحماة أصحابي" خود کو اور اپنی حمایت کرنے والے اصحاب کے حساب کو خدا کے حوالے کرتا ہوں اور وہیں ذخیرہ قرار دیتا ہوں۔

قاسم بن حبيب جو ابھی جوان تھے انہوں نے یہ مقرر دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ساتھ ہو گئے اور اسے کسی طرح نہیں چھوڑ رہے تھے تو بدیل مشکوک ہو گیا اور بولا: اے بچے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ میرا پیچھا پکڑے ہے؟ قاسم نے کہا: یہ سرجو تمہارے ساتھ ہے یہ میرے بابا کا سر ہے۔ کیا تم مجھ کو عطا کرو گے تاکہ میں اسے دفن کر دوں؟ بدیل: اے بچے امیر اس سے راضی نہ ہوگا کہ یہ سر دفن کیا جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قتل پر امیر مجھے اس کی اچھی پاداش دے۔ اس نوجوان بچے نے جواب دیا: لیکن خدا اس پر تمہیں بہت برا عذاب دے گا، خدا کی قسم تم نے اپنی قوم کے بہترین شخص کو قتل کر دیا اور پھر وہ بچہ رونے لگا۔ یہ واقعہ گزر گیا اور روزگار اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ جب مصعب بن زبیر نے ”با جمیرا“ میں جنگ شروع کی تو قاسم بن حبيب بھی اس کے لشکر میں داخل ہو گئے تو وہاں آپ نے اپنے باپ کے قاتل کو ایک خیمے میں دیکھا۔ جب سورج بالکل نصف النہار پر تھا آپ اس کے خیمے میں داخل ہوئے وہ سو رہا تھا تو آپ نے تلوار سے اس پر وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔ (طبری ج ۵، ص ۴۴۰) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک نہیں قتل ہوں گا جب تک کہ دشمنوں کو قتل نہ کر لوں اور آج کوئی زخم مجھے نہیں لگے گا مگر یہ کہ سامنے سے، میں ان لوگوں پر تلوار کا بڑا زبردست وار کروں گا جس کا کام فٹھ کاٹنا ہوگا نہ تو میں اس سے باز آؤں گا نہ پیچھے ہٹوں گا اور نہ ہمت دوں گا۔

حر کا دلاورانہ جہاد اپنے اوج و شباب پر تھا کہ زبیر بن قین بھی میدان کارزار میں اتر آئے اور دونوں نے مل کر گھمان کی جنگ کی۔ جب ان میں سے ایک قلب لشکر پر حملہ کرتا اور وہ دشمنوں کے زرخے میں گھر جاتا تو دوسرا شعلہ جنگ کو برا فروختہ کر کے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیتا یہاں تک کہ اپنے ساتھی کو نجات دلا دیتا۔ یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا اور جنگ کا بازار گرم رہا کہ یکایک پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے حرب بن یزید پر سخت حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو!)

ناز ظہر

پھر امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کے ہمراہ ناز خوف ادا کی اور حایکہ سعید بن عبداللہ حنفی پیش قدم ہو کر امام علیہ السلام کے آگے آگئے لیکن دشمنوں نے آپ کو تیر کے نشانے پر لے لیا اور ہر دایں بائیں سے تیر آنے لگے۔ تیروں کا یہ مینہ مسلسل برستا رہا یہاں تک کہ آپ زمین پر گر کر شہید ہو گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ) زبیر بن قین کی شہادت سعید بن عبداللہ حنفی کی شہادت کے بعد زبیر میدان میاں آئے۔ آپ نکلتے وقت امام حسین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے: اقدم حدیث حادیاً مہدیاً فالیوم تلقی جدک النبی وحننا والمرضی علیاً وذا الجناحین الفتی اکمیا واسد اللہ الشہید الحیا اے راہبر ہدایت اور ہادی برحق آگے بڑھئے آج آپ اپنے جد نبی، بھائی حسن، اور بابا علی مرتضیٰ سے ملاقات کریں گے۔ آج آپ کی ملاقات جعفر طیار سے ہوگی جنہیں دو پر دے لئے گئے ہیں اور شیر خدا و شہید زندہ حمزہ کا دیدار ہوگا۔ پھر آپ نے بڑا سخت جہاد کیا وقت جہاد آپ یہی کہے رہے تھے: انا زہیر وانا بن القیناؤد حم بالیف عن حسین^۲ میں زہیر ہوں، میں قین کا فرزند ہوں، میں تلوار سے ان کے مقابلہ میں حسین کا دفاع کروں گا؛ ناگہاں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مجاہد بن اوس نے مل کر ایک سخت حملہ میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

نافع بن ہلال جمی کی شہادت^۳ آپ نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھ لیا تھا اور نام لکھے تیر کو پھینکا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے: اناا بجمی، میں جمی ہوں ”انا علی دین علی“ میں علی علیہ السلام کے دین پر قائم ہوں۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زخمیوں کو چھوڑ کر آپ نے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا لیکن پھر آپ خود مجروح ہو گئے اور آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے تو آپ کو ثمر بن ذی الجوشن اپنے ماتھیوں کے ہمراہ اسیر کرتے ہوئے کھینچتا ہوا عمر بن سعد کے پاس لے کر آیا جب کہ آپ کی ڈاڑھی سے خون جاری تھا۔ عمر بن سعد نے

^۱ شاید یہ نماز قصر ہو نہ کہ نماز خوف، شیخ مفید نے اپنی روایت میں فقط نماز کا تذکرہ کیا۔ (ارشاد، ص ۲۳۸، تذکرہ، ص ۵۲)

^۲ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۳، طبع نجف)

^۳ آپ وہی ہیں جس نے کوفہ کے راستہ میں اپنا گھوڑا طرماح بن عدی کے ہاتھوں امام علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تھا۔ (ج ۵، ص ۴۰۵) جب امام اور اصحاب امام علیہ السلام پر پیاس کی شدت ہوئی تو امام نے عباس بن علی علیہما السلام کو بلایا اور آپ کو ۳۰ سواروں اور ۲۰ پیدلوں کے ہمراہ روانہ کیا، ان کے آگے نافع بن ہلال موجود تھے تو عمر بن حجاج نے آپ کو مرحبا کہتے ہوئے کہا: پانی پی لو، تمہیں پانی پینا مبارک ہو تو آپ نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا جب کہ حسین ابھی پیاسے ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۲) اور جب علی بن قرظہ، عمر بن قرظہ کا بھائی حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تو نافع بن ہلال مرادی نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

آپ سے کہا: وائے ہوتجہ پر اسے نافع! کس چیز نے تمہیں برا لگینہ کیا کہ تم اپنے ساتھ ایسا سلوک کر لو تو نافع بن ہلال جلی نے جواب دیا: میرے رب کو معلوم ہے کہ میرا ارادہ کیا ہے، خدا کی قسم میں نے تمہارے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا ہے، یہ میرے ہاتھوں مجروح اور زخمی ہونے والوں کے علاوہ کی تعداد ہے۔ میں اس کوشش پر اپنی ملامت نہیں کرتا۔ اگر میرے بازو اور میری کلائی سلامت رہتی تو تم لوگ مجھے اسیر نہیں کر پاتے۔ ثمر نے عمر سعد سے کہا: اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے، اسے قتل کر دیجئے۔ عمر بن سعد نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو قتل کر دو، پس ثمر نے فوراً پیام سے تلوار نکال لی۔ نافع نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے اوپر یہ بڑا سخت ہوتا کہ تو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ ہمارا خون تیری گردن پر ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری شہادت اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں قرار دی۔ یہ سن کر ثمر نے آپ کو فوراً قتل کر دیا۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو)

غاری برادران

جب اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ آپ کی حفاظت کر سکیں تو ان لوگوں نے آپ کے قدموں میں جان دینے کا عمل شروع کر دیا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے۔ اسی شہادت کے میدان میں سبقت کے لئے عزرہ غاری کے دو فرزند عبداللہ اور عبدالرحمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”یا ابا عبد اللہ! علیک السلام، حازنا العدو الیک، فاجینا ان نقتل بین یدیک و نفع عنک“ اے ابو عبد اللہ! آپ پر سلام ہو، دشمن کی فوج نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہم سب اس کے نرغے میں ہیں لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں تاکہ آپ کی حفاظت کر سکیں اور آپ کا دفاع کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”مر جا بکما ادنوا منی“ تم دونوں قابل قدر ہو، میرے نزدیک آؤ تو وہ دونوں امام علیہ السلام کے قریب آئے اور اس کے بعد میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان میں سے ایک یہ کہہ رہا تھا: قد علمت حقا بنو غفار و خذف بعد بنی نزار لضر بن معشر الفجار بكل عضب صارم بتار یا قوم ذو ووا عن بنی الأحرار بالمشرفی و القنا بختار بنی غفار بنجوبی جانتے ہیں، نیز نسل

خندق اور خاندان نزار آگاہ ہو جائیں کہ ہم گروہ فجار کو شمشیر براں سے ضرور ماریں گے۔ اے لوگو! فرزندان حریت و آزادی کی حمایت میں اپنے نیزوں اور شمشیروں سے دفاع کرو۔ اس کے بعد ان دونوں نے شدید جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ان پر اللہ کی رحمت ہو)

قبیلہ جابری کے دو جوان

اس کے بعد قبیلہ جابری کے دو جوان حارث بن سربیع اور مالک بن عبد بن سربیع جو ایک دوسرے کے چچا زاد اور مادری بھائی تھے امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے نزدیک تر ہوئے درحالیکہ وہ گریہ کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”اُمّی ابنی انخی مایکلیما؟ فواللہ انّی لارجو ان یتکوننا قریری عین عن ساعۃ“ اے جان برادر! کس چیز نے تم دونوں کو رلا دیا؟ میں امید کرتا ہوں کہ تھوڑی ہی دیر میں تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔ ان دونوں نے جواب دیا: خدا ہم کو آپ پر نثار کرے! نہیں خدا کی قسم ہم لوگ اپنے آپ پر آنسو نہیں بہا رہے ہیں۔ ہم لوگ تو آپ پر گریہ کناں ہیں کہ آپ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں اور ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”فجزاکما اللہ یا ابنی انخی بوجدکما من ذالک و مواسکما ایامی بانفسکما احسن جزاء المتقین“ اے جان برادر! خدا تم دونوں کو میرے ساتھ اس مواسات کی بہترین جزا دے، ایسی جزا و پاداش جو متقین اور صاحب تقویٰ افراد کو دیتا ہے۔

پھر یہ جابری جوان امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کی طرف ملتفت ہو کر عرض کیا: ”اے السلام علیک یا بن رسول اللہ“ اے فرزند رسول خدا آپ پر سلام ہو! امام علیہ السلام نے جواب دیا: ”علیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ اس کے بعد ان دونوں نے جم کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو) خطلہ بن اسعد شامی کی شہادت اس کے بعد خطلہ بن اسعد شامی آئے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر با آواز بلند کہنے لگے: ”اے اقوام انّی اُخاف علیکم مثل ے قوم الاُخزاب مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود و الذین من بعدہم و ما اللہ ے رید ظلمًا للعباد و ے اقوام انّی اُخاف علیکم

عَمَّ التَّنَادِ دُومَ تَوَلَّوْنَ مَدْبِرَیْنَ مَا كَلَمَ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ لَیْ ضَلَّ اللَّهُ فَالَهُ مِنْ حَادٍ اِیَا قَوْمٍ لَا تَقْتُلُوا حَسِیْنَ فِیْكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ وَفَدَّ غَآبٍ مِّنْ اِفْتَرِیٍّ“ اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا۔ (کہیں تمہارا بھی ایسا ہی حال نہ ہو) جیسا نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد آنے والی قوموں کا حال ہوا، اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، اے میری قوم مجھے تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر (جہنم کی طرف) چل کھڑے ہو گے تو خدا (کے عذاب) سے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی رو براہ کرنے والا نہیں۔ اے قوم حسین کو قتل نہ کرو ورنہ خدا تم پر عذاب نازل کرے گا اور یاد رکھو جس نے افترا پردازی کی وہ نامراد رہا۔

حظہ کے اس قرآنی سخن کے بعد امام حسین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: ”یا بن اسد! رحمک اللہ! انہم قد استوجوا العذاب حیث ردوا علیک ما دعوتہم الیہ من الحق ونھضوا الیک لیتبجھوک وأصحابک فکیف بهم الآن وقد قتلوا أخوانک الصالحین“ اے فرزند اسد! خدا تم پر رحمت نازل کرے ان گمراہوں نے جب سے تمہاری دعوت حق کو ٹھکرا دیا اور تمہارے ساتھیوں کی خونریزی کی اسی وقت سے دردناک عذاب کے مستحق ہو گئے۔ ذرا تصور کرو کہ اب ان کا حال کیا ہوگا جب کہ ان لوگوں نے تمہارے نیک اور صالح بھائیوں کو قتل کر دیا ہے! ابن سعد نے کہا آپ نے سچ فرمایا، میں آپ پر نثار ہو جاؤں، آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس کے زیادہ خدا میں۔ کیا آخرت کی طرف نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہو جاؤں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ”رح الی خیر من الدنیا وما فیہا والی ملک لایملی“۔ کیوں نہیں، جاؤ اس چیز کی طرف جو دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اور اس مملکت کی طرف روانہ ہو جاؤ جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا: ”السلام علیک یا ابا عبد اللہ، صلی اللہ علیک وعلیٰ اہل ینک وعرف یننا وینک“، سلام ہو آپ پر اے ابو عبد اللہ، آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر خدا کا درود و سلام ہو نیز وہ ہمارے اور آپ کے درمیان آشنائی قائم فرمائے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آمین آمین

۱ سورہ غافر، ۳۱ و ۳۲

۲ سورہ طہ، ۶۱

اس کے بعد خلفہ ثبامی میدان قتال میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ) عابس بن ابی شیبہ شاکری اور ان کے غلام شوذب کی شہادت اس کے بعد عابس بن ابی شیبہ شاکری آئے، ان کے ہمراہ ان کے باپ شاکر کے غلام شوذب بھی تھے۔ آپ نے اس سے پوچھا: ”یا شوذب! مافی نفسک ان تصنع؟“ اے شوذب تیرے دل میں کیا ہے؟ تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میرا ارادہ تو یہی ہے کہ آپ کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ کی خدمت میں جنگ کروں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں۔

پھر نیام سے تلوار نکال کر دشمنوں کی طرف چلے اور اس سے اپنی پیشانی پر ایک ضرب لگائی۔ رجب بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے: میں نے جب انھیئتے دیکھا تو پہچان لیا اور میں نے لوگوں سے کہا: ”ایھا الناس!“ یہ شیروں کا شیر ہے یہ فرزند ابو شیبہ شاکری ہے، اس کے سامنے تم میں سے کوئی نہ بچے۔ عابس نے ندا دینا شروع کیا: کوئی مرد ہے جو ایک مرد کے مقابلے میں آئے؟ لیکن کوئی سامنے نہیں آیا۔ عمر بن سعد نے بوکھلا کر کہا: اس پر سنگباری کرو، پس ہر طرف سے آپ پر پتھر پھینکا جانے لگا۔ جب آپ

^۱ یہ وہی عابس ہیں جو کوفہ میں جناب مسلم بن عقیل کے زبانی امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھنے کے بعد اٹھے تھے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا تھا: اما بعد، میں آپ کو تمام لوگوں کے بارے میں کوئی خیر نہیں دے رہا ہوں، نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ ان کے عابس نے کہا: تم سے یہی توقع تھی، اب اگر تم جنگ سے منصرف نہیں ہونا چاہتے ہو تو تم آگے بڑھ کر ابو عبد اللہ کے سامنے جاؤ تاکہ وہ تمہیں اپنے دیگر اصحاب کی طرح دیکھیں اور تمہارا حساب ان کی طرح خدا کے حوالے کر دیں اور میں بھی تمہیں خدا اور ان کے حساب میں ڈال دوں کیوں کہ اگر اس وقت میرے پاس کوئی اور بو تاجو تم سے زیادہ مجھ سے قریب ہوتا تو مجھے اس بات کی خوشی ہوتی کہ میں اپنے سامنے اسے میدان جنگ میں بھیجوں تاکہ وہ میرے حساب میں آئے؛ کیونکہ آج کادن اسی کاسزوار ہے کہ ہم اپنی پوری قدرت سے اجرو پاداش طلب کریں اس لئے کہ آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہے، بس حساب ہی حساب ہے۔ یہ سن کر شوذب آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا پھر میدان میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو)

پھر عابس بن ابی شیبہ شاکری نے کہا: ”یاأبا عبد اللہ! أما واللہ ما أُمسی علی وجہ الأرض قریب ولا بعید أعز علیّ وأحب الیّ منک ولو قدرت علی أن أدفع عنک الضیم والقتل بشیء أعز علیّ من نفسی ودمی لعملتہ، السلام علیک یاأبا عبد اللہ اشدھ اللہ انی علی ہدیک و ہدی أبیک“

اے ابو عبد اللہ! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نزدیکی اور دوری رشتہ دار آپ سے زیادہ مجھے عزیز و محبوب نہیں ہے۔ اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ اس ظلم و دباؤ اور قتل کو کسی ایسی چیز کے ذریعے آپ سے

دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ خدا کی قسم جب آپ دعوت دیں گے اور بلائیں گے تو میں اس کو اجابت کروں گا اور لبیک کہوں گا اور آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے لڑوں گا اور آپ کے دفاع میں انہیں اپنی تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ میں خدا سے ملاقات کر لوں اور اس کے عوض میں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر وہ کہ جو اللہ کے پاس ہے۔ اس پر حبیب بن مظاہر نے کہا تھا: اللہ تم پر رحمت نازل کرے تمہارے دل میں جو تھا اسے مختصر لفظوں میں تم نے ادا کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۵) جب مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوئے اور ۱۸ ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر عابس بن ابی شیبہ شاکری کے ہاتھوں روانہ کیا تھا کہ آپ جلد آجائیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵)

دور کرسکوں جو میری جان اور میرے خون سے بھی عزیز تر ہو تو میں اسے ضرور انجام دیتا، اے ابو عبد اللہ! آپ پر سلام ہو میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے بابا کے صحیح راستے پر گامزن ہوں۔

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے بنی ہمدان کے اس شخص سے یہ روایت نقل کی ہے جو اس روز وہ وہاں موجود تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴)

نے یہ منظر دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ خدا کی قسم میں نے خود دیکھا کہ آپ نے اموی سپاہ کی فوج میں سے دو سو سے زیادہ لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ لیکن اس کے بعد سارا لشکر چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑا اور آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔^۱ و

یزید بن زیاد ابو ثعالبہ کندی کی شہادت

یزید بن زیاد محاصرہ جنہیں ابو ثعالبہ کندی کہا جاتا ہے، عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے آئے تھے لیکن جب امام علیہ السلام کی ساری شرطیں رد کر دی گئیں تو امام حسین کی طرف چلے آئے اور اس کے بعد دشمنوں سے خوب جنگ کی۔ اس دن آپ کا رجز یہ تھا: انا یزید و ابی محاصر اشیع من لیث بغیل خادریا رب انی للحمین ناصر ولا بن سعد تارک و حاجر^۲ میں یزید ہوں اور میرے باپ ابو محاصر تھے، میں شیریشہ سے زیادہ شجاع ہوں، پروردگار! میں حسین علیہ السلام کا ناصر و مددگار اور ابن سعد کو ترک کر دینے والا اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں۔ آپ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک کر دشمن کی طرف سو تیر چلائے جس میں سے فقط پانچ تیروں نے خطا کی تھی۔ جب بھی آپ تیر چلاتے تھے فرمایا کرتے تھے: ”انا بن بحدلہ، فرسان العرجلہ“ میں خاندان بحدلہ کا فرزند اور عرجلہ کا یکہ تاز ہوں اور امام حسین علیہ السلام فرما رہے تھے: ”اللہم سدد ریتہ و اجعل ثوابہ اجرہ“ خدا یا! اس کے تیر کو نشانہ تک راہنمائی کر اور اس کا ثواب جنت قرار دے، پھر آپ نے بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۴۱)
^۲ میں نے دیکھا کہ آپ کاسر چند لوگوں کے ہاتھوں ادھر ادھر ہو رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے اسے میں نے قتل کیا تو وہاں عمر بن سعد آیا اور بولا: لڑائی مت کرو اسے کسی ایک نیزہ نے قتل نہیں کیا ہے یہ سن کر سب وہاں سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔
^۳ یہ فضیل بن خدیج کندی کی روایت ہے۔ شاید راوی نے پسر سعد کو چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے اور امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت کرنے کی بات اسی شعر سے حاصل کی ہے در حالیکہ اس سے پہلے عبدالرحمن بن جندب کی روایت عقبہ بن سمعان کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں جب حر کے پاس مالک بن نسیر بدی کندی آیا تھا تو اس سے یزید بن زیاد نے کہا تھا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو کیا لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا: میں کچھ لے کر نہ آیا، میں نے اپنے پیشوا کی اطاعت اور اپنی بیعت سے وفاداری کی ہے تو ابو ثعالبہ نے اس سے کہا تھا: تو نے اپنے رب کی نافرمانی اور اپنی ہلاکت میں اپنے پیشوا کی پیروی کی ہے، تو نے ننگ و عار اور جہنم کو کسب کیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ”وجعلنا ہم ائمة یدعون الی النار و یوم القیامۃ لابنصرہ“ اور اس نار کی طرف دعوت دینے والا تیرا پیشوا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۸) یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ کربلا پہنچنے سے پہلے آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے بلکہ حرسے ملاقات سے پہلے موجود تھے۔ تعجب ہے کہ طبری اور ابو مخنف اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

چار دوسرے اصحاب کی شہادت

وہ چار افراد جو طراح بن عدی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور وہ جابر بن حارث سلیمانی، مجمع بن عبد اللہ عایذی، عمر بن خالد صیداوی اور عمر بن خالد کے غلام سعد میں، ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنی تلواروں سے شدید حملہ کیا اور جب وہ دشمن کی فوج میں اندر تک وارد ہو گئے تو سپاہ اموی نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کو اپنے محاصرہ میں لے کر اصحاب حسینی سے ان کا رابطہ منقطع کر دیا۔ ایسی صورت میں عباس بن علی (علیہما السلام) نے دشمنوں پر حملہ کیا اور انہیں دشمنوں کی چنگل سے نکال لیا۔ ان چار جوان مردوں نے اپنی تلوار سے پھر زبردست حملہ کیا اور خوب خوب جہاد کیا یہاں تک کہ چاروں ایک ہی جگہ پر شہید ہو گئے۔^۱

سوید خثعمی و بشر حضرمی یہ دونوں اصحاب حسینی کی دو آخری نشانیاں ہیں جنہیں سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی^۲ اور بشر بن عمرو حضرمی کہا جاتا ہے پہلے بشر سامنے آئے اور میدان قتال میں جا کر داد شجاعت لی اور شہید ہو گئے (رحمۃ اللہ علیہ) پھر سوید میدان کارزار میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ کمزور ہو کر زمین پر گر پڑے۔^۳ آپ اسی طرح شہیدوں کے درمیان کمزور و ناتواں پڑے رہے اور آپ کو مردہ سمجھ کر آپ کی تلوار اتار لی گئی لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دئے گئے تو دشمنوں کی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ وہ کہہ رہے ہیں: ”قتل الحسین“، حسین مار ڈالے گئے تو آپ کو غشی سے افاقہ ہوا آپ کے پاس چھری

^۱ یہ وہی ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا: اشراف کوفہ کے تھیلے رشوت سے بھر چکے ہیں، ان کی محبت کو اپنی طرف مائل کر لیا گیا ہے اور انکی خیر خواہی کو اپنے لئے خالص کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک گروہ کا حال ہے اور اب رہے دوسرے گروہ کے لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کی سمت کھنچی ہوں گی۔

^۲ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵)

^۳ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے زبیر بن عبد الرحمن بن زبیر خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۶)

^۴ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴)

تھی۔ آپ کچھ دیر تک اسی چھری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ زید بن رقاد بنی اور عروہ بن بطار تغلبی نے آپ کو شہید کر دیا، آپ سپاہ حسینی کے آخری شہید میں^۱۔ و^۲

بنی ہاشم کے شہداء

علی بن الحسین اکبر کی شہادت قاسم بن حسن کی شہادت عباس بن علی اور ان کے بھائی لشکر حسینی کے سردار آپ کے امتیازات و خصوصیات حسن و رشادت معنوی شوکت علمدار کربلا ستانی سالار عشق و ایمان اسلام کا غیر متند سپاہی معراج وفا حسین علیہ السلام کا شیر نوار عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت آل عقیل کی شہادت حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت علی بن الحسین اکبر کی شہادت کربلا میں روز عاشورا اولاد ابوطالب کے سب سے پہلے شہید علی اکبر فرزند حسین بن علی (علیم

^۱ یہ شخص حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا قاتل ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۸) اسی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر تیر چلایا تھا اور کہا کرتا تھا میں نے ان میں سے ایک جوان پر تیر چلایا ہے اور اس نے تیر سے بچنے کے لئے اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھا تو میں نے اس پر ایسا تیر چلایا کہ اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی سے چپک گئی اور اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کر سکا؛ پھر اس نے اس نوجوان پر ایک تیر چلا کر اسے شہید کر دیا۔ وہ کہتا ہے: میں جب اس کے پاس آیا تو وہ مر چکا تھا لہذا میں اس تیر کو مسلسل حرکت دیتا رہا تاکہ اسے اس کی پیشانی سے کھینچ لوں لیکن تیر کی نوک کچھ اس طرح اس کی پیشانی میں پیوست ہو چکی تھی جب آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے گھوڑے کو خیمے سے نکالا اور اس پر سوار ہو کر اسے ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے سموں پر اچھل پڑا۔ اس کے بعد اسے فوج کے دریا میں ڈال دیا۔ گھوڑے سے ٹکرانے والے ادھر ادھر گرتے رہے اور میں راستہ بناتا نکلتا گیا لیکن پندرہ (۱۵) آدمیوں کے ایک گروہ نے میرا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے ایک دیہات شفیہ تک پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ وہاں تک میرے ساتھ آئے تو میں پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے کثیر بن عبداللہ شعبی، ایوب بن مشرغ حیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے مجھ کو پہچان لیا اور بولے: یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہے، یہ ہمارا چچا زاد ہے، ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس پر ان میں سے بنی تمیم کے تین لوگوں نے کہا: ہاں ہاں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کی درخواست کو قبول کریں گے اور جو وہ چاہتا ہے اسے انجام دے کر اس سے دست بردار ہو جائیں گے۔ جب ان تین تمیمیوں نے ہمارے ساتھ پیرو کی پیروی کی تو دوسروں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اس طرح خدا نے مجھے نجات دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵) کہ میں اسے نہیں کھینچ پایا۔ روزگار اسی طرح گزر رہے اور مختار کی حکومت کا زمانہ آگیا تو مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس شخص کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ بن کامل اس کے دروازے پر آئے اور اسے گھیر لیا اور لوگوں کی وہاں بھیڑ لگ گئی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر باہر نکلا تو ابن کامل نے کہا: اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ گر گیا پھر ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے آگ میں جلادیا درحالیکہ وہ زندہ تھا اور اس کی روح نہیں نکلی تھی۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴) یہ شخص قبیلہ جنب سے متعلق تھا (ج ۶، ص ۶۴) طبری کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جہنی حنفی ذکر کیا ہے۔

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے زبیر بن عبدالرحمن خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳)

^۳ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: میں نے جب دیکھا کہ اصحاب حسین علیہ السلام شہید ہو چکے ہیں اور اب خاندان رسالت کی نوبت ہے اور آپ کے ہمراہ اصحاب میں سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو لے کر آیا اور چونکہ دشمن ہمارے گھوڑوں کو پے کر رہے تھے لہذا ہم نے اپنے ساتھیوں کے خیموں کے درمیان اسے داخل کر دیا اور پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ میں نے اس دن دشمن کے دواہمیوں کو قتل کیا اور تیسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس دن حسین علیہ السلام مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے: تمہارے ہاتھ سالم رہیں، اللہ تمہارے ہاتھ کو محفوظ رکھے، اللہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کے لئے جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول خدا آپ کو معلوم ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان کیا قرار پایا تھا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طرف سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک آپ کے یارو ناصر موجود ہوں گے اور جب کوئی نہ ہوگا تو مجھے اختیار ہو گا کہ میں پلٹ جاؤں۔ تو آپ نے کہا تھا: ہاں تمہیں اختیار ہو گا۔ یہ سن کر حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو لیکن تم یہاں سے کیسے نکل سکو گے اگر تم اس پر قادر ہو تو تم آزاد ہو۔

السلام) میں! آپ کی مادر گرامی ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی جناب لیلیٰ تھیں^۲۔ آپ نے دشمنوں پر سخت حملہ کرنا شروع

کیا درحالیہ آپ یہ کہے جارہے تھے: انا علی بن حسین بن علی بن عثمان و رب الیت اولیٰ بالنبی تالله لا یتکلم فینا ابن الدعی میں علی، حسین

بن علی کا فرزند ہوں، رب کعبہ کی قسم ہم نبی سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں، خدا کی قسم بے حسب و نسب باپ کا لڑکا ہم پر حکمرانی

^۱ ابو مخنف نے اپنی روایت میں جو انھوں نے سلیمان ابن ابی راشد سے بیان کی ہے اور سلیمان نے حمید بن زیاد سے نقل کی ہے اس میں امام سجاد علیہ السلام کو علی بن حسین اصغر کے وصف سے یاد کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۴) اور جو بچہ امام علیہ السلام کی گود میں شہید ہوا تھا اس کا نام اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن حسین ذکر کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸) طبری نے اپنی کتاب ”ذیل المذیل“ میں کہا ہے کہ علی اکبر فرزند حسین اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں ساحل فرات پر شہید ہوئے اور ان کا کوئی بچہ نہیں تھا اور علی بن حسین اصغر اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت وہ ۲۳ سال کے تھے اور بیماری کے عالم میں بستر پر پڑے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب میں ابن زیاد کے دربار میں وارد ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا: علی بن الحسن میرا نام سن کر اس نے کہا: کیا اللہ نے علی کو قتل نہیں کیا؟ تو میں نے کہا کہ میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، ان کا نام بھی علی تھا، انھیں لوگوں نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد بولا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے۔ میں نے کہا: ”اللہ یتوفی الانفس حین موتھا“ (ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دارالمعارف) اس مطلب کو ابو الفرج نے بھی بیان کیا ہے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۸۰، طبع نجف) اسی طرح یعقوبی نے بھی علی اکبر ذکر کیا ہے اور امام سجاد علیہ السلام کو علی بن الحسن اصغر ذکر کیا ہے۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۳، طبع نجف) مسعودی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ (مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۱) نیز سبط بن جوزی کا بھی یہی بیان ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۲۵) شیخ مفید نے ارشاد میں فقط علی بن الحسن ذکر کیا ہے اور اکبر کا اضافہ نہیں کیا ہے۔

۵۶ھ میں عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف میں قبیلہ عقیف سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور قریش کے تمام اہل و عیال اور ان کے اطاعت گزاروں کا حلیف ہو گیا۔ صلح حدیبیہ کے سال جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے آئے اور آپ نے ان کی طرف بدیل بن ورقاء خزاعی کو پیغام لے کر روانہ کیا جسے پیغام رساں کہا جاتا تھا۔ دوسری طرف عروہ کھڑا ہوا اور اس نے قریش کے سربراہان اور لوگوں سے کہا: یہ مرد تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھا رہا ہے، اسے تم لوگ قبول کرلو اور مجھے اجازت دو تاکہ میں ان کے پاس جاؤں۔ ان لوگوں نے کہا جاؤ تو عروہ پیغمبر اکرم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنا شروع کیا۔ نبی اکرم نے اس سے بھی اس قسم کی باتیں کہیں جو بدیل سے فرمائی تھی کہ ہم یہاں کسی سے جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم تو یہاں فقط عمرہ انجام دینے کے لئے ہیں۔ جنگ قریش کو رسوا کر دے گی اور انھیں نقصان پہنچائے گی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس دین میں آجائیں جس میں سب آگئے ہیں تو وہ ایسا کریں ورنہ آرام کریں اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس پر میں ان سے نبرد آزمائی کروں گا۔ یہاں تک کہ یا تو میں بالکل تنہا رہ جاؤں یا اللہ اپنے امر کو نافذ کر دے۔ اس وقت عروہ نے کہا اے محمد! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی قوم کو محکم کر لیا ہے؟ کیا آپ

نے اس سے پہلے کسی عرب سے سنا ہے کہ وہ اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور دوسروں کا بوجائے؟ خدا کی قسم میں ان مختلف چہرے اور مختلف طبیعت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ فرار کر جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ یہ کہہ رہا تھا اور بڑے غور سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھے جارہا تھا، پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ گیا اور بولا: اے قوم! خدا کی قسم میں سارے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنا محمد کے اصحاب محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ لعاب دین باہر ڈالتے ہیں تو ان میں کا ایک اسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں اسے فوراً انجام دیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بقیہ پانی کے لئے سب لڑتے لگتے ہیں اور جب وہ کچھ بولتے ہیں تو یہ لوگ بالکل خاموش ہو کر تعظیم میں نظریں گڑا کر ان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ انھوں نے تمہاری طرف رشد و ہدایت کی راہ پیش کی ہے تمہیں چاہیے اسے قبول کرلو! (طبری، ج ۶، ص ۴۲۷) ۵۸ھ میں یہ جنگ حنین میں ایک گوشے میں منجینیق بنانے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود جنگ حنین میں موجود نہیں تھے۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی آمنہ کی اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ حنین کے دن ابو سفیان، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ طائف آیا اور دونوں نے مل کر قبیلہ عقیف کو آواز دی کہ ہمیں امن دو تاکہ ہم تم سے کچھ گفتگو کریں۔

ان لوگوں نے ان دونوں کو امن و امان دے دیا تو ان لوگوں نے قریش کی عورتوں کو اسیری کے خوف میں چھوڑ دیا تو ان لوگوں نے انکار کیا (طبری، ج ۳، ص ۸۴) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کے پاس سے واپس لوٹتے لگے تو عروہ بن مسعود آپ کے پیچھے بولنے اور مدینے پہنچنے سے پہلے ہی عروہ نے آپ کو درک کر لیا اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام لے آئے۔ نبی اکرم نے آپ سے کہا کہ اسی اسلام کے ہمراہ اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ عروہ بن مسعود اپنی قوم میں بہت محبوب تھے اور آپ کی باتوں کو لوگ بے چوں و چرا قبول کر لیتے تھے لہذا عروہ بن مسعود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے نکل پڑے۔ وہ اس امید میں تھے کہ ان کے مقام و منزلت کے پیش نظر لوگ ان کی مخالفت نہیں کریں گے لیکن ان کی قوم نے چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کردی اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔ وقت شہادت کسی نے ان سے پوچھا: اپنے خون کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ تو عروہ نے جواب دیا: یہ کرامت اور بزرگی ہے جس سے خدا نے مجھے سرفراز کیا اور ایک جام شہادت ہے جسے خدا نے مجھے نوش کرایا ہے۔ میرا اجر وہی ہو گا جو ان لوگوں کا اجر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شہید ہوئے لہذا تم لوگ مجھے انہیں کے ہمراہ دفن کرنا لہذا آپ کو انہیں لوگوں کے ہمراہ دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: ان کی مثال اپنی قوم میں اس طرح ہے جیسے صاحب بسین اپنی قوم میں۔ ”ان مثله فی قومہ کمثل صاحب یسین فی قومہ“ (طبری، ج ۳، ص ۹۷) سیرۃ بن ہشام، ج ۲، ص ۳۲۵) نبی خدا نے آپ کا اور آ کے بھائی اسود بن مسعود کا قرض ادا کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۰۰)

^۲ ابو لفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سخت حملے کے بعد علی اکبر اپنے بابا کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا پیاس مارے ڈال رہی ہے تو حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: ”اصبر حبیبی حتی یسقیک رسول اللہ بکاسہ“ اے میرے لال صبر کرو یہاں تک کہ رسول خدا تمہیں جام کوثر سے سیراب کریں اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر پے در پے کئی حملے کئے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۷۷)

نہیں کر سکتا۔ آپ نے بارہا دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ان رزمیہ اشعار کو دہراتے رہے۔ جب مرہ بن مقعد عبدی نے آپ کو دیکھا تو بولا: تمام عرب کا گناہ میرے سر پر ہو! اگر یہ میرے پاس سے گزرا تو میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا یہ کر رہا ہے؛ اس کے باپ کو اس کے غم میں بیٹھا دوں گا! اس اثناء میں آپ اپنی تلوار سے سخت حملہ کرتے ہوئے ادھر سے گزرے، پس مرہ بن مقعد نے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ آپ زمین پر گر گئے دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے^۲۔ وضوہ بن یدمی الفساط الذی کانوا یقاتلون أَمَامَهُ^۳ ان جوانوں نے لاشہ علی اکبر کو قتل سے اٹھا کر اس نجی کے پاس رکھ دیا جس کے آگے وہ لوگ مشغول جہاد تھے۔

نے ایک دوسری سند کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب علی بن الحسین میدان جنگ میں دشمن کی طرف آنے لگے تو حسین کی نگاہیں ان کے ساتھ ساتھ تھیں اور وہ گریہ کناں تھے پھر فرمایا: ”اللهم کن أنت الشہید علیهم فقد برز الیهم غلام أشبه الخلق برسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم“، خدایا! تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف اب وہ جوان جا رہا ہے جو سیرت و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

^۱ اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔ یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منافذ بن نعمان کے ہمراہ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۲۲) ۶۶ھ میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اور اسے گھیر لیا تو یہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیز گھوڑے پر سوار تھا۔ ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تو اس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گر پڑا۔ پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا درحالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴)

اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔ یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منافذ بن نعمان کے ہمراہ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۲۲) ۶۶ھ میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اور اسے گھیر لیا تو یہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیز گھوڑے پر سوار تھا۔ ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تو اس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گر پڑا۔ پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا درحالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴)

^۲ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے زبیر بن عبدالرحمن بن زبیر خثعمی نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۴۶) اور ابو الفرج نے بھی ابو مخنف سے زبیر بن عبداللہ خثعمی کے حوالے سے روایت کی ہے (مقاتل الطالبیین، ص ۷۶) اور انہوں امام حسین علیہ السلام خون میں ڈوبے فرزند کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے: ”قتل الله قوماً قتلوك يا بني“ اے میرے لال! خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے، ”ماجرأهم علی الرحمن علی انتھاک حرمة الرسول“ یہ لوگ مہربان خدا پر اور رسولؐ کی ہتک حرمت پر کتنے بے باک ہیں، ”علی الدنيا بعدک العفا“ میرے لال تمہارے بعد اس دنیا کی زندگی پر خاک ہو۔ ناگاہ اس اثناء میں ایک بی بی شتابان خیمے سے باہر نکلی وہ آواز دے رہی تھی: ”یا أختاه! و یا بن أختاه“ اے میرے بھائی اے جان برادر! وہ آئیں اور خود کو علی اکبر پر گرا دیا تو حسین علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں خیمے میں لوٹا دیا اور خود ہاشمی جوانوں کی طرف رخ کر کے کہا: ”احملوا أحمالکم الی الفسطاط“ اپنے بھائی کو اٹھا کر خیمے میں لے جاؤ ”فحملوه من مصرعہ حتی و

^۳ ابو الفرج ہی نے روایت کی ہے کہ: زمین پر آتے وقت علی اکبر نے آواز دی: ”یا أبتاه! علیک السلام“ بابا آپ پر میرا سلام ہو، ”ہذا جدی رسول الله یقرئک السلام و یقول: عجل القدوم الینا ثم شفق شفقاً و فارق الدنيا“ یہ ہمارے جد رسول خدا ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی آؤ۔ پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۶) اور ابو الفرج نے بھی اسی سند کو ذکر کیا ہے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۷۶ و ۷۷)

قاسم بن حسن کی شہادت

حمید بن مسلم کا بیان ہے: ہماری جانب ایک نوجوان نکل کر آیا، اس کا چہرہ گویا چاند کا ٹکڑا تھا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جسم پر ایک کرتہ اور پانچا تھے پیروں میں نعلین تھے جس میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بائیں طرف والی نعلین تھی۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم میں اس بچہ پر ضرور حملہ کروں گا تو میں نے کہا: ”سبحان اللہ“ تو اپنے اس کام سے کیا چاہتا ہے۔ لشکر کا یہ انہو جو اس کو اپنے گھیرے میں لئے ہے تیری خواہش پوری کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس نے اپنی بات پھر دہرائی: خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، یہ کہہ کر اس نے اس جوان پر زبردست حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ تلوار سے اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ منہ کے بھل زمین پر گر پڑا اور آواز دی: ”یا عاہ!“ اے چچا مدد کو آئے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام ٹکاری پرندے کی طرح وہاں نمودار ہوئے اور غضب ناک و خشمگین شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور عمرو پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس نے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کہنیوں سے اس کے ہاتھ کٹ گئے یہ حال دیکھ کر لشکر ادھر ادھر ہونے لگا اور وہ شقی (عمرو بن سعد) پامال ہو کر مر گیا۔ جب غبار چھٹا تو امام حسین علیہ السلام قاسم کے بالین پر موجود تھے اور وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

اور حسین علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے: بعد القوم قتلوک ومن خصمکم یوم القیامۃ فیک جدک، عز واللہ علی عاک ان تدعوہ فلا یجیک او یجیک ثم لا ینفعک صوت واللہ کثر واترہ وقل ناصرہ“ برا ہو اس قوم کا جس نے تجھے قتل کر دیا اور قیامت کے دن تمہارے دادا اس کے خلاف دعویٰ دار ہوں گے۔ تمہارے چچا پر یہ بہت سخت ہے کہ تم انھیں بلاؤ اور وہ تمہاری مدد کو نہ آسکیں اور آئے بھی تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ خدا کی قسم تمہاری مدد کی آواز آج ایسی ہے کہ جس کی غربت و تنہائی زیادہ اور اس پر مدد کرنے

^۱ طبری، ج ۵، ص ۴۶۸، اس شخص کا نام سعد بن عمرو بن نفیل ازدی لکھا ہے اور دونوں خبر ابو مخنف ہی سے مروی ہے۔

والے کم میں۔ پھر حسین نے اس نوجوان کو اٹھایا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نوجوان کے دونوں پیر زمین پر خط دے رہے ہیں جبکہ حسین نے اس کا سینہ اپنے سینے سے لگا رکھا تھا پھر اس نوجوان کو لے کر آئے اور اپنے بیٹے علی بن الحسین کی لاش کے پاس رکھ دیا اور ان کے ارد گرد آپ کے اہل بیت کے دوسرے شہید تھے، میں نے پوچھا یہ جوان کون تھا؟ تو مجھے جواب ملا: یہ قاسم بن حسن بن علی بن ایطالب (علیہم السلام) تھے۔

عباس بن علی اور ان کے بھائی

پھر عباس بن علی (علیہما السلام) نے اپنے بھائے ؤں: عبد اللہ، جعفر اور عثمان سے کہا: یا بنی اُمی! تقد مواحتی اُرئیکم فانه لا ولد لکم! اے مرے ماں جاو! آگے بڑھو تاکہ میں تم پر مرثیہ پڑھ سکوں کیونکہ تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے جو تم پر نوحہ کرے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور میدان جنگ میں آئے اور بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ (خدا ان سب پر رحمت نازل کرے) ^۱

^۱ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۷ و ارشاد، ص ۲۳۹)

^۲ ابو مخنف نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا مقتل اور ان کی شہادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے لہذا ہم اسے مختلف مقاتل کی زبانی ذکر کرتے ہیں۔ ارشاد میں شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: جب حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا ارادہ کیا، آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے بھائی عباس بھی تھے۔ ابن سعد لعنة الله علیہ کا لشکر آپ کے لئے مانع ہوا اور اس لشکر میں بنی دارم کا ایک شخص بھی تھا جس نے اپنی فوج سے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور انہیں پانی تک نہ پہنچنے دو، اس پر حسین علیہ السلام نے بددعا کی ”اللہم اظمہ“ خدا یا! اسے پیاسا رکھ! یہ سن کر ”دارمی“ کو غصہ آگیا اور اس نے تیر چلادیا جو آپ کی ٹھڈی میں لگا حسین علیہ السلام نے اس تیر کو نکالا اور ٹھڈی کے نیچے اپنا ہاتھ لگا یا تو خون سے آپ کی دونوں ہتھیلیاں بھر گئیں۔ آپ نے اس خون کو زمین پر ڈال دیا اور فرمایا: ”اللہم انی اُشکوا الیک ما یفعل باین بنت نبیک“ خدا یا! میں تجھ سے شکوہ کرتا ہوں کہ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے پھر آپ اپنی جگہ لوٹ آئے؛ لیکن پیاس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ادھر دشمنوں نے عباس کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ آپ کا رابطہ امام حسین علیہ السلام سے منقطع ہو گیا۔ آپ تنہا دشمنوں سے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے، آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ زید بن ورقاء حنفی ^۲ اور حکیم بن طفیل سنسبی نے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے اور حرکت نہ تھی۔ (ارشاد، ص ۲۴۰، طبع نجف اشرف) یہاں سے ہم مقتل الحسین مفرم، مقتل الحسین امین، ابصار العین سماوی، فاجعة الطف علامہ قزوینی، عمدة الطالب اور خصال صدوق، ج ۱، ص ۶۸، اور تاریخ طبری کی مدد سے حضرت ابو الفضل العباس کی شخصیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں؛ شاید بارگاہ ایزدی میں یہ کوشش آخرت کی رسوائی سے نجات دلانے اور سقائے سکینہ کی خدمت اقدس میں یہ سعی ناچیز تحفہ قرار پائے۔

لشکر حسینی کے سردار علمدار حسینی عباس (علیہ السلام) آخر میں امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت اور آپ کے حقوق و بلند مقاصد کے دفاع میں تنہا رہ گئے تھے؛ کیوں کہ تمام باور و انصار اور بھائی بھتیجے اور فرزند شہید ہو چکے تھے۔ آپ نا قابل توصیف شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے آقا حسین علیہ السلام کی حفاظت میں پہاڑ کی طرح مستحکم تھے۔ حوادث کی تند و تیز ہوائیں آپ کے وجود پر اثر انداز نہیں ہو رہی تھیں۔ آپ قابل افتخار شخصیت کے مالک تھے کیونکہ علم و عقل، ایمان و عمل اور جہاد و شہادت میں یکتائے تاز روزگار تھے۔ ان خصوصیات کو ہم آپ کے رجز، آپ کے اعمال اور آپ کے بیانات میں واضح طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

آپ کے امتیازات و خصوصیات

حقیقت میں آپ فضیلتوں کے سرچشمہ اور انسانی قدروں کے سربراہ تھے۔ آپ کے امتیاز و خصوصیات قابلِ قدر و تحسین اور انسان ساز ہیں، وہ اوصاف و خصوصیات جو فردی و اجتماعی زندگی کو نیک بنی اور نجات کے معراجی مراحل تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں پر آپ کے بعض اوصاف کا تذکرہ منظور نظر ہے۔

۱۔ حسن و رشادت: آپ بلند قامت، خوش سیمہ اور خوب رو تھے۔ خاندان کے درمیان ایک خاص عظمت و شکوہ کے حامل تھے لہذا قمر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کے چاند کہلاتے تھے۔ جب آپ حق و عدالت سے دفاع کے لئے مرکب پر سوار ہوتے تھے تو آپ کی صولت و ہیبت سے شیر دل افراد خوف زدہ ہو جاتے تھے اور رزم آور و دلیر افراد ترس و خوف میں مبتلا ہو کر لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے۔ طبری نے زید بن رقاد جنہی لکھا ہے۔ (ج ۵، ص ۴۶۸) اور جلد ۶، صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے کہ یہ جناب کا ایک شخص تھا۔ یہ شخص عبد اللہ بن مسلم بن عقیل اور سوید بن عمرو شعمی صحابی امام حسین علیہ السلام کا بھی قاتل ہے۔ اس کے احوال سوید کی شہادت کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مختار نے اسے زندہ جلا دیا تھا۔ اسے خفیٰ کہنا واضح تحریر ہے۔

حق و عدالت کی راہ میں جاں نثاری، دلاوری اور شجاعت آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ یہ صفت آپ نے اپنے شہوار باپ امیر المومنین علی علیہ السلام سے حاصل کی تھی۔ اگرچہ آپ کی مادر گرامی بھی علم و مغویت کی پیکر اور عرب کی ایک شجاع خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے بڑے ہی اہتمام سے آپ کی مادر گرامی کا انتخاب کیا تھا اور جب اس اہتمام کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: ”لقد لی فارساً شجاعاً“ میں چاہتا ہوں کہ وہ خاتون میرے لئے ایک شجاع بچہ دنیا میں لے کر آئے۔ یہ سب تھا کہ افق علوی سے بنی ہاشم کا چاند خورشید فاطمی کی حفاظت کے لئے آسمان ام البنین پر طلوع ہوا۔

۲۔ منوی شوکت : دنیا میں ایک سے ایک بہادر، پہلوان، شجاع اور خوبصورت گزرے ہیں۔ اگر ہم ابوالفضل عباس کو فقط اس نگاہ سے دیکھیں کہ آپ رشید قامت، ہلالی ابرو، ستواں ناک اور گلابی ہونٹوں والے تھے تو تاریخ کے پاس ایسے سینکڑوں نمونے ہیں جو خوبصورت بھی تھے اور بہادر بھی لیکن ابوالفضل العباس علیہ السلام کی خصوصیت فقط یہ نہ تھی کہ آپ فقط خوبصورت اور بہادر تھے بلکہ آپ کی اہم خصوصیت جو آپ کو گوہر نایاب بناتی ہے وہ آپ کا باطنی جوہر اور باطنی حسن ہے یعنی آپ کا ایمان، اخلاص، مردانگی، انسان دوستی، سچائی، امانت داری، آزادی، عدالت خواہی، تقویٰ، حلم، جانثاری اور وہ پیروی محض ہے جو اپنے امام علیہ السلام کے سامنے پیش کی ہے۔ تاریخ میں ایک بہادر، دلیر اور شجاع کا اتنے سخت اور دل ہلا دینے والے حادثے میں اس قدر تابع اور مطیع ہونا کہیں نہیں ملتا اور نہ ملے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی بلند و بالا شخصیت کی اس طرح مقرر کشی کی ہے: ”مکان عمننا العباس نافذ البصيرة، صلب الایمان، جاحد مع اخیه الحسین علیہ السلام و ابلی بلاء حنا و مضی شہیداً“ (عمدة الطالب ۳۵۶) ہمارے چچا عباس عمیق بصیرت والے اور حکم صاحب ایمان تھے جس میں کوئی تزلزل نہ تھا، آپ نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کیا اور بلاؤں کی آماجگاہ میں بہترین امتیاز حاصل کیا اور شہید ہو گئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: ”رحم اللہ العباس فلقد آثر و ابلی وفداً اخاه بنفسه حتی قطعت یداه فأبدله اللہ عز و جل بھما جناحین یطیر بھما مع الملائکة فی البیتہ کما جعل بجعفر بن ابیطالب وان للباس عند اللہ تبارک و تعالیٰ منزلاً یغبط بھما جمیع الشہداء یوم القیامة“ (خصال شیخ صدوق ج ۱؛ ص ۶۸)

خدا (ہمارے چچا) عباس پر رحمت نازل کرے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے ناقابل وصف ایثار کا ثبوت دیا اور بزرگ ترین آزمائش میں کامیاب ہو کر سر بلند و سرفراز ہو گئے اور آخر کار اپنی جان کو اپنے بھائی پر نثار کر دیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو اللہ عز و جل نے اس کے بدلے آپ کو دو پر عطا کئے جس کی مدد سے آپ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں

جس طرح خدا نے جعفر بن ابوطالب کو پر عطا کئے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک جناب عباس کی وہ قدر و منزلت ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء آپ پر رشک کریں گے۔

۳۔ علمدار کربلا: آپ کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ روز عاشورا آپ حسینی لشکر کے علمدار تھے اور یہ اتنا بلند و بالا مرتبہ ہے کہ آسانی سے کسی کو نہیں ملتا جنگ کے بدترین ماحول میں آپ اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے لیکن سرکار سید الشہداء کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ فقط فراق و جدائی کے تصور نے امام کی آنکھوں کے جام کو لہریز کر دیا اور سیل اشک جاری ہو گئے؛ یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر فرمایا: ”اخی أنت العلامة من عسکری“ میرے بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو تو حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا: ”فداک روح اخیک لقد ضاق صدری من حیاة الدنیا وأرید أخذ الثار من هؤلاء المناقضین“ آپ کے بھائی کی جان آپ پر تار ہو، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی سے میرا سینہ تنگ ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں۔

۴۔ ستائی آپ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ سقا کے لقب سے نوازے گئے اور حسینی لشکر کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی سیل کی خاطر نہر فرات کی طرف دشمنوں کے نرغے میں چل پڑے۔ بچوں کی گنگنی نے آپ کے دل کو برما دیا۔ امام حسین علیہ السلام سے میدان جنگ کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: ”فاطلب لحولاء الأطفال قليلاً من الماء“ بھائی اگر میدان میں جانا چاہتے ہو تو ان بچوں کے لئے دشمنوں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو۔

۵۔ سالار عشق و ایمان: عباس غازی کی یہی وہ صفت ہے جو آپ کو دوسرے ساونت اور دیروں سے جدا کر کے بہادری اور شجاعت کا حقیقی پیکر بناتی ہے۔ آپ کی جگہ پر کوئی بھی بہادر ہوتا تو وہ میدان جنگ میں آتے ہی تلوار سونت کر جنگ میں مشغول ہو جاتا لیکن یہ عباس پروردہا غوش تربیت علی مرتضیٰ میں جسمی توانائی کے علاوہ ان کا قلب تقویٰ، اخلاق، علم و حلم سے معمور ہے، اسی

لئے جب میدان میں آئے تو پہلے سردار لشکر عمر بن سعد کو ہدایت کی، راہ دکھائی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا: ”یا عمر بن سعد! هذا الحسین ابن بنت رسول اللہ قد قتلتم أصحابہ و أخوتہ و بنی عمہ و بقی فریداً مع أولادہ و عیالہ و حم عطا، قد أحرق النماء قلوبہم فاستوہم شریۃ من الماء لأن أولادہ و أطفالہ قد وصلوا الی المہلک“۔ اے عمر بن سعد! یہ حسین نواسہ رسول ہیں جن کے اصحاب، بھائیوں اور چچا زادگان کو تم لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور وہ اپنی اولاد اور عیال کے ہمراہ تنہا گئے ہیں اور بہت پیاسے ہیں پیاس سے ان کا کلیجہ بھنا جا رہا ہے لہذا انہیں تھوڑا سا پانی پلا دو؛ کیوں کہ ان کی اولاد اور بچے پیاس سے جاں بہ لب ہیں۔ آپ کے ان جملوں کا اثر یہ ہوا کہ بعض بالکل خاموش ہو گئے، بعض بے حد متاثر ہو کر رونے لگے لیکن ثمر و شہث جیسے ثقافت پیکروں نے تعصب کی آگ میں جل کر کہا: ”یا بن ابی تراب! قل لأخیک: لو کان کل وجہ الارض ماء و هو تحت یدینا ما ستیناکم منہ قطرة حتی تدخلوا فی بیعتہ یزید“۔ اے ابو تراب کے فرزند! اپنے بھائی سے کہہ دو کہ اگر ساری زمین پانی پانی ہو جائے اور وہ ہمارے دست قدرت میں ہو تب بھی ہم تم کو ایک قطرہ پانی نہیں پلائیں گے یہاں تک کہ تم لوگ یزید کی بیعت کر لو۔

۶۔ اسلام کا غیرت مند سپاہی: حضرت عباس علیہ السلام اموی سپاہ کی غیر عاقلانہ اور جاہلانہ گفتگو پر افسوس کر کے اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور سارے واقعات سے آگاہ کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام قرآن اور خاندان رسالت کی تنہائی پر آنسو بہانے لگے اور اتنا روئے کہ یہ آنسو آپ کے سینے اور لباس پر ٹپکنے لگے۔

دوسری طرف تھے بچوں کی صدائے العطش بار بار حضرت عباس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ یہ وہ موقع تھا جب اسلام کا یہ غیر تمند سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمہ سے مشکیزہ لے کر دلیرانہ اور صفدرانہ انداز میں لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ عمر بن سعد نے خاندان رسالت پر پانی بند کرنے کے لئے چار ہزار کا رسالہ فرات کے کنارے تعینات کر رکھا تھا اور وہ کسی طرح اصحاب و اولاد حسین علیہ السلام کو پانی تک پہنچنے نہیں دے رہے تھے۔ علمدار لشکر حسینی نے اسی رسالہ پر حملہ کیا۔ آپ جو امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک نشانی تھے اپنی ناقابل وصف شجاعت و شہامت کے ساتھ دشمن کی فوج کو تتر بتر کر دیا، فوج کے پھرے کو بالکل توڑ دیا اور ان میں

سے اسی (۸۰) لوگوں کو قتل کر دیا جو ان میں سب سے زیادہ شریر تھے۔ آپ کی شجاعانہ آواز فضا میں گونج رہی تھی: لا اُرحب الموت اذا الموت رقا حتی اوارى فی المصالیت لقی انی انا العباس اُعدوا بالقوا لا أخاف الشر یوم الملتقی موت جب میری طرف رخ کرتی ہے تو میں اس سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ خدا کی مدد سے آتش افروز اور جنگجوؤں کے سروں کو خاک میں ملا دوں، میں عباس ہوں جسے سقائیت کا رتبہ ملا ہے اور میں پانی ضرور پہنچاؤں گا، میں حق و باطل سے مڈبھیر کے دن کبھی بھی باطل کی شرانگیزیوں سے نہیں ڈرتا۔

۷۔ معراج وفا: حضرت ابوالفضل نے اپنی ناقابل وصف شجاعت سے دشمن کی صفوں کو تتر بتر کر دیا اور خود فرات میں داخل ہو گئے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے چلو میں پانی لیا تاکہ تھوڑا سا پی لیں لیکن اسی پانی میں حسین علیہ السلام کی پیاس کا عکس جھلکنے لگا، پانی کو فرات کے منہ پر مار دیا اور اپنی روح کو مخاطب کر کے فرمایا: یا نفس من بعدا الحسین ہونی و بعدہ لا کننت ان تکونی ہذا الحسین شارب المنون و تشرمین بارد المعین ہیحات ماخذ افعال دینی ولا فحال صادق الیقین اے نفس تو حسین کے بعد ذلیل و رسوا ہے اور ان کے بعد زندگی کی تمنا نہیں ہے یہ حسین ہیں جو جام شہادت نوش فرما رہے ہیں اور تو صاف و خوش گوار پانی پئے گا، یہ ہم سے بہت دور ہے، یہ ہمارے دین کا کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام سچے یقین رکھنے والے کا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مشک کو پانی سے بھر کر دوش پر رکھا اور خیام حسینی کا رخ کیا۔ وہ تتر بتر فرج جس نے اتنی مدت میں خود کو آمادہ کر لیا تھا آپ پر راستہ کو بند کر دیا اور ہزاروں لوگوں نے آپ کو تیروں کی باڑہ پر لے لیا، جس کے نتیجے میں آپ کا پورا جسم تیروں کی آماجگاہ ہو گیا اور تیروں نے آپ کے سارے بدن کو چھلنی کر دیا لیکن آپ شجاعت و شہامت کے ساتھ ان پر وار کرتے رہے اور خیموں تک پہنچنے کا راستہ بناتے رہے کہ اسی درمیان ایک پلید شخص ”زید بن ورقاء“ جو ایک خرمہ کے درخت کے پیچھے چھپا تھا ایک دوسرے ظالم حکیم بن طفیل کی مدد سے پیچھے سے آپ کے دامن ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ آپ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا اور پر جوش انداز میں یہ رزمیہ اشعار پڑھنے لگے: واللہ ان قطعتم یمنی انی اُحامی اُبد اعن دینی وعن امام صادق الیقین

نجل النبی الطاهر الامین خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین اور اپنے سچے یقین والے امام کی حمایت کرتا رہا ہوں گا جو طاہر و امین بنی کے نواسے ہیں۔ اپنے اس شور انگیز اشعار کے ساتھ آپ نے خیمہ تک پہنچنے کی کوشش کو جاری رکھا یہاں تک کہ مسلسل خون بہنے سے آپ پر نقابست طاری ہو گئی لیکن آپ اپنی طرف توجہ کئے بغیر خیمہ کی طرف رواں دواں تھے کہ کسی نے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کمین گاہ سے کاٹ دیا لیکن پھر بھی آپ نے اپنے جہاد کو جاری رکھا اور یہ اشعار پڑھنے لگے: یا نفس لا تنشی من الکفار و ابشری برحمۃ البجار قد قطعوا بنیخیم یاری فاصلم یارب حرالنار اے نفس کفار سے نہ ڈر؛ تجھے رحمت جبار کی بشارت ہو؛ انھوں نے دھوکہ سے میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو پروردگار اتنا انھیں جہنم کی آگ کی گرمی میں داخل کر دے۔

آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے لیکن آپ کی شجاعت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی آپ اس امید میں تھے کہ پانی خیمہ تک پہنچ جائے گا لیکن ناگہاں دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آیا اور مشک پر لگا مشک کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ اب عباس علیہ السلام کی فکر بدل گئی، اب کیا کیا جائے؟ نہ تو ہاتھ باقی ہیں کہ دوبارہ دشمن کی صفوں پر حملہ کیا جائے اور نہ ہی پانی بچا کہ خیمہ کی طرف جائیں۔ ابھی آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک لعین نے ایک گرز آہنی آپ کے سر پر مارا، عباس زمین پر آئے صدا دی: ”یا آخاہ ادرک آخاک“، بھائی، اپنے بھائی کی مدد کو پہنچئے۔ اب میری کمر ٹوٹ گئی: علمدار کی آواز سنتے ہی امام حسین علیہ السلام ایک غضبناک شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور خود کو بھائی تک پہنچا دیا لیکن جب دیکھا کہ ہاتھ قلم ہو چکے ہیں پشانی زخمی ہو چکی ہے اور تیر عباس کی آنکھوں میں پیوست ہے تو حسین علیہ السلام خمیدہ کمر لئے بھائی کے پاس آئے اور خون میں غلطیدہ علمدار کے پاس بیٹھ گئے، سر زانو پر رکھا اسی اثنا میں عباس ہمیشہ کے لئے سو گئے اور حسین علیہ السلام نے مرثیہ شروع کیا: ”آخی الآن انکسر ظہری و قلت جلیتی و شمت بی عدوی“، اے میرے بھائی اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ و چارہ تدبیر مسدود ہو گئی اور دشمن مجھ پر خندہ زن ہے پھر فرمایا: الیوم نامت اعمین بک لم تنم و تصدت آخری فخرنا محاب وہ آنکھیں سوئیں گی جو تمہارے خوف سے نہیں سوتی تھیں اور وہ آنکھیں بیدار رہیں گی جو تمہارے وجود حسین علیہ السلام کا شیر خوار اس کے بعد حسین علیہ السلام اپنے نیچے کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک چھوٹا سا بچہ

جو ابھی شیر خوار تھا یا اس سے تھوڑا سا بڑا تھا جسے عبد اللہ بن حسین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کو دیا گیا اور آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بیٹھایا^۲۔ ناگہاں قبیلہ بنی اسد کی ایک فرد حرمہ بن کائل یا ہانی بن ثیث حضرمی نے ایک تیر چلایا اور وہ بچہ اس تیر سے فوج ہو گیا۔ حسین علیہ السلام نے اس کے خون کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور جب آپ کی ہتھیلی خون سے بھر گئی تو اسے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا: ”رب ان تک جبت عنا النصر من السماء فاجعل ذالک لما هو خیر، وانتقم لنا من هؤلاء الظالمین“، خدا یا اگر اپنی حکمت کے پیش نظر تو نے آسمان سے اپنی مدد و نصرت کو ہم سے روک لیا ہے تو اس سے بہتر چیز ہمارے لئے قرار دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

سے آرام سے سوتی تھیں۔ ایک شاعر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی اہل حرم کے محافظ کو اس طرح یاد کیا ہے: عباس تسمع زینبا تدعوک من لی یا حامی اذا العدی سلبونی؟ اولست تسمع ما تقول سکیۃ عاہ یوم الا سر من یحیی؟ اے عباس! تم سن رہے ہو زینب تم کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے کہ اے زینب کے محافظ و حامی تمہاری شہادت کے بعد دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ اب ہماری حفاظت کون کرے گا؟ کیا تم نہیں سن رہے ہو کہ سکیۃ کیا کہہ رہی ہے چچا جان آپ کی شہادت کے بعد اسیری کے دنوں میں ہماری حفاظت و حمایت کون کرے گا؟ اس کے بعد غم و اندوہ کی ایک دنیا لے کر آپ نیچے کی طرف پلٹے سکیۃ نے جیسے ہی بابا کو آتے دیکھا دوڑتی ہوئی گئیں اور پوچھا: ”أبتاہ حل لک علم بمی الباس؟“، بابا! آپ کو چچا کی کوئی خبر ہے؟ یہ سن کر مولارونے لگے اور فرمایا: ”یا بنائہ ان عمک قد قتل“، بیٹی تیرے چچا مار ڈالے گئے۔ یعقوبی کا بیان ہے: آغاز جنگ کے بعد ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش فرمانے لگے یہاں تک کہ حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے۔ آپ کے اصحاب، فرزند اور رشتہ داروں میں کوئی باقی نہ رہا؛ آپ تنہا اپنے گھوڑے پر بیٹھے تھے کہ ایک بچہ نے اسی وقت دنیا میں آنکھ کھولی۔ آپ نے اس کے کان میں اذان دی اور ابھی اسکی تنہیک (تالو اور

^۱ ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸)

^۲ طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک تیر آیا اور اس بچہ کو لگا جو آپ کی آغوش میں تھا تو اور آپ اس کے خون کو ہاتھ میں لے کر فرما رہے تھے: ”اللہم احکم بیننا و بین قوم دعونا لینصرونا فقتلونا“، خدا یا تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کرے اور پھر ہمیں قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۹)

زبان کے درمیان جدائی کرنے) میں ہی مشغول تھے کہ ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اس نے اسے ذبح کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کے حلق سے تیر نکالا اور وہ خون میں لت پت ہو گیا۔ اس وقت آپ فرما رہے تھے ”واللہ لانت اکرّم علی اللہ من الناقۃ ولحمہ اکرّم من الصلح“ خدا کی قسم تو خدا کے سامنے ناقہ (صلح) سے زیادہ ارزش مند ہے اور محمد صلح سے زیادہ باکر امت میں پھر اس کے بعد آکر اس نونہال کو اپنے فرزندوں اور بھتیجیوں کے پاس لٹا دیا۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۶، ص ۲۳۲، طبع نجف) بط بن جوزی کا بیان ہے کہ پھر حسین ملتفت ہوئے کہ ایک بچہ پیاس کی شدت سے رو رہا ہے تو آپ اسے اپنے ہاتھ پر لے کر دشمنوں کے سامنے گئے اور فرمایا: ”یا قوم ان لم تر حمونی فارحموا هذا الغل“ اے قوم! اگر تم لوگوں کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچہ پر رحم کرو لیکن اس کے جواب میں دشمن کی فوج میں سے ایک نے اس بچہ پر تیر چلا دیا جس سے وہ ذبح ہو گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حسین علیہ السلام رو دے گئے اور کہنے لگے: ”اللّٰھم احکم بیننا و بین القوم دعونا لینصرونا فقتلونا“ خدا یا تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے لیکن اس نے ہمیں قتل کر دیا۔ اسی درمیان فہنا میں ایک آواز گونجی ”دعہ یا حسین! فان لہ مرضعا فی البجۃ“ اے حسین! اس بچہ کو چھوڑ دو کیونکہ جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۲، طبع نجف) ان تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کربلا میں ایسے تین بچے شہید ہوئے ہیں جو شیر خوار یا اس سے کچھ بڑے تھے اور ابو مخنف نے فقط ایک شیر خوار کا تذکرہ کیا ہے جسے طبری نے ذکر کیا ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر جناب علی اصغر کی روایت اور امام حسین علیہ السلام کا انہیں میدان میں لے جانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ واقعہ بط بن جوزی کی زبانی ثابت ہے لہذا اگر کوئی آغوش میں شہید ہونے والے واقعہ کو پڑھتا ہے یا لکھتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت علی اصغر کی شہادت کا منکر ہے اور نہ ہی حضرت علی اصغر کی شہادت کا ذکر کرنے والوں کو اس پر مصر ہونا چاہیے کہ شیر خوار بچے کے عنوان سے فقط یہی شہید ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ دو بچے اور بھی ہیں جو تیر ستم کا نشانہ بنے ہیں۔ (مترجم)

عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

پھر عبداللہ بن جعفر کے فرزند میدان نبرد میں آئے اور دشمن کی فوج نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عبداللہ بن قطبہ نہانی طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا اور عامر بن نسل تھی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔^۱

آل عقیل کی شہادت ”عثمان بن خالد بن اسیر جہنی“ اور ”بشر بن حوط قابضی ہمدانی“ نے ایک زبردست حملہ میں عبدالرحمن بن عقیل بن ایطاب کو شہید کر دیا۔^۲ اور دونوں نے مل کر ان کے لباس وغیرہ لوٹ لئے اور عبداللہ بن عزہرہ خثعمی نے جعفر بن عقیل بن ایطاب کو تیر مار کر شہید کر دیا پھر عمرو بن صبیح صدائی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر ایک تیر چلایا۔ آپ اپنا ہاتھ پشانی پر لے

^۱ آپ کی مادر گرامی جمانہ بنت مسیب بن نجبہ غزاری تھیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹) مسیب بن نجبہ کا شمار کوفہ کے شیعوں میں توابعین کے زعماء میں ہوتا ہے۔ ابو الفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ آپ کی مادر گرامی عقیلہ بنی ہاشم زینب بنت علی بن ابی طالب (علیہم السلام) تھیں (ص ۶۰، طبع نجف)۔

^۲ آپ کی مادر گرامی خوصاء بنت خصفہ بن ثقیف تیمی خاندان بکر بن وائل سے متعلق تھیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹) ابو الفرج نے بھی یہی لکھا ہے (ص ۶۰، طبع نجف) لیکن سبط بن جوزی نے حوط بنت حفصہ التیمی لکھا ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۵، ط نجف) مختار نے ان دونوں کی طرف عبداللہ بن کامل کو روانہ کیا۔ ادھر یہ دونوں جزیرہ یعنی موصل کی طرف نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے تو عبداللہ بن کامل اور دوسرے لوگ ان دونوں کی تلاش میں نکلے اور مقام جبانہ میں انہیں پالیا۔ وہاں سے ان دونوں کو لے کر آئے اور جعد کے کنوئیں کے پاس لے گئے اور وہیں ان دونوں کی گردن ماردی اور آگ میں جلادیا۔ اعشی ہمدان نے ان دونوں پر مرثیہ کہا ہے (طبری، ج ۶، ص ۵۹) لیکن طبری نے جلد ۵، ص ۴۶۹ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن عقیل کو فقط عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا ہے اور بشر بن حوط ہمدانی ان کے ہمراہ اس کے قتل میں شریک نہ تھا لیکن اسی سند سے ابو الفرج نے دونوں کو ذکر کیا۔ (ص ۶۱، طبع نجف)

^۳ طبری نے ج ۵، ص ۴۶۹ پر لکھا ہے کہ آپ کو بشر بن حوط بن ہمدانی نے شہید کیا اور ج ۶، ص ۶۶۵ پر عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ مختار نے اس شخص کو طلب کیا تو یہ آپ کے ہاتھ سے نکل کر مصعب سے ملحق ہو گیا۔ ابو الفرج نے بعینہ اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ (ص ۶۱، طبع نجف)

^۴ مختار نے اسے طلب کیا تو یہ رات میں اس وقت لایا گیا جب آنکھیں نیند کا مزہ لے رہی تھیں۔ اس وقت یہ چہت پر تھا تاکہ پہچانا نہ جاسکے۔ اسے پکڑا گیا درحالیہ کہ اس کی تلوار اس کے سر کے نیچے تھی۔ پکڑنے والے نے اس سے کہا خدا تیری تلوار کا برا کرے جو تجھ سے کتنی دور ہے اور کتنی نزدیک۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزہ چلایا ہے مجروح کیا ہے لیکن کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے اسے اسی قصر میں قید کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کو دربار میں آنے کی اجازت ملی اور لوگ دربار میں داخل ہونے لگے تو وہ قیدی بھی لایا گیا۔ اس نے کہا: اے گروہ کفار و فجار! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہوجاتا کہ میں تلوار کی نوک سے لرزہ بر اندام نہیں ہوتا اور نہ ہی خوف زدہ ہوتا ہوں۔ میرے لئے کتنا باعث سرور ہے کہ میری موت قتل ہے۔ خلق خدا میں مجھے تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور قتل کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بدترین مخلوق خدا ہو مگر مجھے اس کی آرزو تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اس سے تم لوگوں کو کچھ دیر تک مارتا، پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن کامل جو اس کے پہلو میں تھے اس کی آنکھ پر طمانچہ لگایا، اس پر ابن کامل ہنس پڑا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا پھر گویا ہوا: اس کا گمان یہ ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور نیزہ چلایا ہے لہذا اس کے فیصلہ کو ہم نے آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ مختار نے کہا: میرا نیزہ لاؤ! فوراً نیزہ لایا گیا، مختار بولے: اس پر نیزہ سے وار کرو یہاں تک کہ یہ مرجائے پس اتنا وار ہوا کہ وہ مر گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۵) لیکن طبری نے ج ۵، ص ۴۶۹ پر ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن عقیل بن ابیطالب علیہم السلام کو قتل کیا ہے اور ج ۶، ص ۶۴ پر روایت کی ہے کہ جس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا وہ زید بن رقاد جنبی ہے اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے تمہارے ایک جوان پر تیر چلایا جب کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھا اور میں نے اس کی ہتھیلی کو اس کی پیشانی سے چپکا دیا اس طرح سے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کرسکا جب اس کی پیشانی اس طرح ہتھیلی سے چپک گئی تو اس جوان نے کہا: ”اللہم انہم استقلونا واستقلونا اللہم فاقتلہم کماقتلونا واذلہم کما استذلونا“ خدا یا! ان لوگوں نے ہماری تعداد کم کردی اور ہمیں ذلیل کرنے کی کوشش کی خدا یا! تو بھی ان لوگوں کو اسی طرح قتل کر جیسے انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے اور انہیں اسی طرح ذلیل و رسوا کر جیسے انہوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کر کے کی کوشش کی ہے؛ پھر اس جنبی نے ایک تیر اور چلا کر آپ کو شہید کر دیا۔ وہ کہتا ہے: جب میں اس جوان کے پاس آیا تو وہ مرجکتا تھا۔ میں نے اس تیر کو حرکت دیا تاکہ اسے

گئے تاکہ تیر نکال لیں لیکن پھر ہتھیلوں کو حرکت دینے کی طاقت نہ رہی اسی دوران ایک دوسرا تیر چلا جو آپ کے سینے میں پیوست ہو گیا اور بیٹ بن یا سر جہنی نے محمد بن ابوسعید بن عقیل کو شہید کر دیا۔^۲

حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

عبد اللہ بن عقبہ غنوی^۳ نے ابوبکر بن حسن بن علی علیہما السلام پر تیر چلا کر انہیں شہید کر دیا اور عبد اللہ بن حسن بن علی (علیہما السلام) کو حرمہ بن کاہل اسدی نے تیر چلا کر شہید کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

امام حسین علیہ السلام کی شہادت سرکارِ شہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب فقط تین یا چار ساتھی رہ گئے تو آپ نے اپنا یعنی لباس منگوا یا جو مضبوط بناوٹ کا صاف و شفاف کپڑا تھا اسے آپ نے جا بجا سے پھاڑ دیا اور الٹ دیا تاکہ اسے کوئی غارت

بابر نکال دوں لیکن اس کا پھل کچھ اس طریقے سے پیشانی میں پیوست ہو چکا تھا کہ میں اسے نکالنے سے عاجز ہو گیا۔ اپنے زمانے میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے سراغ میں روانہ کیا، عبداللہ نے آکر اس کے گھر کو گھیر لیا اور وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ لگ گئی تو وہ شخص تلوار سونتے بابر نکلا۔ ابن کامل نے کہا: اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا لیکن اس کے جسم میں ابھی جان باقی تھی۔ اس کے بعد ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے زندہ جلا دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴)

^۱ آپ کی مادر گرامی کانام رقیہ بنت علی بن ابیطالب علیہم السلام ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹، ابوالفرج، ص ۶۲، طبع نجف)

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹، ابوالفرج، ص ۶۲، طبع نجف)

^۳ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۷)

^۴ طبری نے جلد ۵، ص ۴۶۸ پر یہی لکھا ہے مگر ص ۴۴۸ پر ابوبکر بن حسین بن علی لکھ دیا ہے جو غلط ہے۔

^۵ عقبہ بن بشیر اسدی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸)

ابوالفرج نے مدائنی سے اس نے ابو مخنف سے اس نے سلیمان بن ابی راشد اور عمرو بن شمر سے اس نے جابر سے انہوں نے ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۵۷، طبع نجف)

^۶ طبری نے ج ۶، ص ۶۵ پر یہی لکھا ہے لیکن یہاں ج ۵، ص ۴۶۸ پر حرمہ بن کاہن لکھا ہے جو غلط ہے۔ اس کے سلسلے میں مختار کی جستجو اور کیفیت قتل کو بھی ذکر نہیں کیا ہے بشام کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو ہذیل "سکون" کے رہنے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: خالد بن عبداللہ کے زمانے میں حضرمیوں کی نشست میں، میں نے ہانی بن ثبیت حضرمی کو دیکھا جو

بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حسین کے قتل کے وقت وہاں موجود تھے۔ خدا کی قسم میں ان دس (۱۰) میں کا ایک تھا جو ہمیشہ گھوڑے پر تھے اور میں پورے لشکر میں گھوم رہا تھا اور ان کے روز گار کو بگاڑ رہا تھا اسی اثنا میں ان خیموں سے ایک نوجوان نکلا جس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس کے جسم پر ایک کرتا اور پاجامہ تھا اور وہ

بہت خوفزدہ تھا اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے کان میں دو درتھے جب وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا تو وہ

در بل رہے تھے۔

ناگہاں ایک شخص گھوڑے کو سر پٹ دوڑا تاہوا سامنے آیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہو گیا پھر جب وہ اپنے گھوڑے سے مڑا تو اس نے اس نوجوان کو تلوار سے دو نیم کر دیا۔ ابوالفرج مدائنی نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۷۹، طبع نجف) ابو مخنف کا بیان ہے کہ حسن بن حسن اور عمر بن حسن چھوٹے تھے لہذا قتل نہ ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹) حسین علیہ السلام کے غلاموں میں سے دو غلام

سلیمان اور منجج بھی جام شہادت نوش فرما کر راہی ملک جاوداں ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹)

^۷ طبری نے ج ۵، ص ۴۶۸ پر یہی لکھا ہے اور ابوالفرج نے ص ۵۸، طبع نجف پر مدائنی کے حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو خیمہ سے نکل کر اپنے چچا کی شہادت گاہ کی طرف بھاگا تھا اور وہیں پر ان کے پاس شہید کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ارشاد میں مفید ہے اس روایت کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ (ص ۲۴۱، طبع نجف)

نہ کرے۔ ۱ اور اس بھری دوپہر میں آپ کافی دیر تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ دشمنوں کی فوج کا جو شخص بھی آپ تک آتا تھا وہ پلٹ جاتا تھا کیونکہ کوئی بھی آپ کے قتل کی ذمہ داری اور یہ عظیم گناہ اپنے سر پر لینا پسند نہیں کر رہا تھا۔ آخر کار مالک بن نسیر مدی کندی ۳ آنحضرت کے قریب آیا اور تلوار سے آپ کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ برنس (ایک قسم کی ٹوپی جو آغاز اسلام میں پہنی جاتی تھی) جو آپ کے سر پر تھی ٹکافتہ ہو گئی اور ضرب کا اثر آپ کے سر تک پہنچا اور آپ کے سر سے خون جاری ہو گیا، برنس خون آلود ہو گئی، تو حسین علیہ السلام نے اس سے کہا: ”لَا أَكَلَتْ بَاحَا وَلَا شَرِبَتْ وَحْشَرَكَ اللَّهُ مَعَ الْفَالَمِينَ“، تجھے کھانا، پینا نصیب نہ ہوا، اور اللہ تجھے ظالموں کے ساتھ مشور کرے۔ پھر آپ نے اس برنس کو الگ کیا اور ایک دوسری ٹوپی منگوا کر اسے پہنا اور اس پر عامہ باندھا ۲۔ اسی طرح سیاہ ریشمی ٹوپی پر آپ نے عامہ باندھا۔ آپ کے جسم پر ایک قمیص ۵ یا ایک ریشمی جبہ تھا، آپ کی ڈاڑھی

۱ آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا: اگر آپ اس کے نیچے ایک چھوٹا سا کپڑا پہن لیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے جواب دیا: ”ثوب مذللہ ولا ینبغی لی أن البسه“ یہ ذلت ورسوائی کا لباس ہے اور میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں اسے پہنوں۔ جب آپ شہید ہو گئے تو بحر بن کعب وہ یمنی لباس لوٹ کے لے گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱) ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن شعیب نے محمد بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ بحر بن کعب کے دونوں ہاتھوں سے سردی میں پانی ٹپکتا تھا اور گرمی وہ بالکل سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہوجاتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱)

۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱) وارشاد، ص ۲۴۱

۳ یہ وہی شخص ہے جو راستے میں حر کے پاس ابن زیاد کا خط لے کر آیا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ حسین (علیہ السلام) کو بے آب و گیاہ صحرا میں اتار لو؛ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے اس صحرا میں وارد ہونے کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔ وہ برنس ریشمی تھا۔ مالک بن نسیر کندی آیا اور اسے اٹھا لے گیا، پھر جب اس کے بعد وہ اپنے گھر آیا تو اس برنس سے خون کو دھونا شروع کیا۔ اس کی بیوی نے اسے دیکھ لیا اور وہ سمجھ گئی تو بولی: نواسہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان لوٹ کر لا تا ہے اور میرے گھر میں داخل ہوتا ہے! میرے پاس سے اسے فوراً نکال لے جا! اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸، ارشاد، ص ۲۴۱) ارشاد میں شیخ مفید نے مالک بن یسر لکھا ہے۔ بشام اپنے باپ محمد بن سائب سے اور وہ قاسم بن اصیغ بن نباتہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو اپنے لشکر میں حسین علیہ السلام کی جنگ کا گواہ ہے وہ کہتا ہے: جب حسین کے سارے سپاہی شہید کر دیے گئے تو آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا رخ کیا اور اپنے گھوڑے کو ایک ضرب لگائی یہ دیکھ کر قبیلہ بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ تو ان لوگوں نے اس کے حکم کی پیروی کی اور ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور ”اباتی“ نے ایک تیر چلا یا جو آپ کی ٹھڈی میں پیوست ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس تیر کو کھینچا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دیں تو وہ خون سے بھر گئیں پھر آپ نے فرمایا: ”اللہم انی اشدک الیک ما یفعل باین بنت نبیک، اللہم اظمہ“ خدا یا! میں تیری بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ خدا یا! اسے ہمیشہ پیاسا رکھ۔ قاسم بن اصیغ کا بیان ہے: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس دودھ سے بھرے بڑے بڑے برتن اور کوزوں میں ٹھنڈے ٹھنڈے شربت رکھے ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہا تھا: وائے ہو تم لوگوں پر مجھے پانی پلاؤ، پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے پھر بڑا برتن اور کوزہ لا یا جاتا اور وہ سب پی جاتا اور جب سب پی جاتا تو پھر تھوڑی ہی دیر میں فریاد کرنے لگتا اور پھر کہنے لگتا: وائے ہو تم لوگوں پر! مجھے پانی پلاؤ پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے، خدا کی قسم تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھٹ گیا۔ ابو الفرج نے اسے ابو مخنف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (ص ۷۸، طبع نجف)

بشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن شمر نے جابر جعفی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے: حسین کی پیاس شدید سے شدید تر ہو رہی تھی لہذا آپ فرات کے نزدیک پانی کی غرض سے آئے لیکن ادھر سے حصین بن تمیم نے ایک تیر چلا یا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا، آپ نے اپنے دین سے اس خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: ”اللہم اخصمہم عدداً واقتلہم بدداً ولا تنزع علی الارض منہم احداً“ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۹ و ۴۵۰) خدا یا! ان کی تعداد کو کم کر دے، انہیں نابود کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۷ و ۴۴۸)

۵ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صقعب بن زبیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۲)

نضاب سے رنگین تھی، اس حال میں آپ میدان جنگ میں آئے اور شیربشہ شجاعت جیسا قتال شروع کیا، دشمنوں کے ہر تیر سے خود کو ماہرانہ انداز میں بچا رہے تھے، دشمن کی ہر کمکی اور ضعف سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور اسے قیمت و فرصت شمار کرتے ہوئے اور دشمن پر بڑا زبردست حملہ کر رہے تھے۔ اسی دوران شہر اہل کوفہ کے دس پیدلوں کے ساتھ حسین علیہ السلام کے خیموں کی طرف بڑھنے لگا جن میں آپ کے اثاثہ اور گھر والے تھے۔ آپ ان لوگوں کی طرف بڑھے تو ان لوگوں نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ نے فرمایا: ”وَلَا تَقْرَبُوا الْمَوْتَ وَالْمُكْرِمَاتِ يَوْمَ الْمَعَادِ فَلَوْ نَوَانِي أَمْرٍ دُنْيَا لَمْ أَحْزَنْكُمْ وَلَا أَمْلِكُ مِنْكُمْ“۔ ”اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا خوف نہیں ہے تو کم از کم دنیاوی امور میں تو اپنی شرافت اور خاندانی آبرو کا لحاظ رکھو؛ ان اراذل و اوباشوں کو ہمارے خیموں اور گھر والوں سے دور کرو۔ یہ سن کر شہرین ذی الجوشن بولا: اے فرزند فاطمہ یہ تمہارا حق ہے! یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کر دیا، حسین (علیہ السلام) نے بھی ان لوگوں پر زبردست حملہ کیا تو وہ لوگ ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ عبداللہ بن عمار بارقی حکایا ن ہے: پھر پیدلوں کی فوج پر چپ و راست سے آپ نے زبردست حملہ کیا؛ پہلے آپ ان پر حملہ آور ہوئے جو داہنی طرف سے یلغار کر رہے تھے اور ایسی تلوار چلائی کہ وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گھڑے ہوئے پھر بائیں جانب حملہ کیا یہاں تک وہ بھی خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا ٹوٹا ہوا انسان نہیں دیکھا جس کے سارے اہل بیتہ انصار اور ساتھی قتل کئے جا چکے ہوں اس کا دل اتنا مستحکم، اس کا قلب اتنا مطمئن اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس قدر شجاع ہو بننے کہ حسین علیہ السلام تھے۔ خدا کی قسم میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو ان کے جیسا نہیں دیکھا۔ اگر پیدل کی فوج ہوتی تھی تو چپ و راست سے ایسا ذلیل و رسوا ہو کے بھاگتی تھی جیسے شیر کو دیکھ کر ہرن بھاگتے ہیں۔ اسی دوران عمر بن سعد، امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا، اسی اثناء

^۱ ابو مخنف نے حجاج سے اور اس نے عبداللہ بن عمار بارقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۲)

^۲ یہ ابو مخنف کی روایت میں ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۰) ابوالفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۷۹)

^۳ یہی شخص امیر المومنین علیہ السلام کی اس خبر کا بھی راوی ہے جس میں آپ ۲۶ھ میں صفین کی طرف جارہے تھے تو فرات پر پل بنانے کی بات ہوئی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۵)

^۴ روایت میں معزی اور ذنب استعمال ہوا ہے جس کے معنی گلہ و گوسفند اور بھیڑیے کے ہیں عرب تہذیب اور کلچر میں کسی کی شجاعت ثابت کرنے کی یہ بہترین مثال ہے لیکن ہماری ثقافت میں بزرگ شخصیتوں کو بھیڑیے سے تعبیر کرنا ان کی توہین ہے اور قاری پر بھی گراں ہے لہذا محققین کرام نے مترجمین کو اس بات کی پوری اجازت دی ہے کہ وہ تشبیہات کے ترجمہ میں اپنی تہذیب اور

میں امام کی بہن زینب بنت فاطمہ علیہا السلام خیمہ سے باہر نکلیں اور آواز دی: ”یا عمر بن سعد! اُقتل ابو عبد اللہ وَاُنت سطر الیہ“ اے عمر بن سعد! کیا ابو عبد اللہ حسین قتل کئے جا رہے ہیں اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ تو اس نے اپنا چہرہ ان کی طرف سے پھیر لیا گویا میں عمر کے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے^۱۔ ادھر آپ دشمنوں کی فوج پر بڑھ کر حملہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ”اَعْلٰی قَتْلٰی تَحَاثُوْنَ؟ اَمَا وَاللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْنَ بَعْدِیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَسْخَطَ عَلَیْکُمْ لِقَتْلِیْ اَوْ اَیْمَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَارْجُوْ اَنْ یَّکْرِیْمَنِی اللّٰهُ بِجَوَ کَلَمٍ ثُمَّ یَّتَقَمَّ لِیْ مِنْکُمْ مِنْ حِیْثُ لَا تَشْعُرُوْنَ“^۲ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ قَدْ قَتَلْتُمُوْنِیْ لَقَدْ اَتَقٰی اللّٰهُ بِاَسْکَمٍ مِنْکُمْ وَشَفَا کَلَمٍ ثُمَّ لَا یَرْضٰی کَلَمٍ حَتّٰی یَضَاعِفَ کَلَمَ الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ“^۳ کیا تم لوگ میرے قتل پر (لوگوں کو) برا لگیتے کر رہے ہو؟ خدا کی قسم میرے بعد خدا تمہارے ہاتھوں کسی کے قتل پر اس حد تک غضبناک نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر وہ تم سے غضبناک ہوگا، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ تمہارے ذلیل قرار دینے کی وجہ سے خدا مجھے صاحب عزت و کرامت قرار دے گا پھر تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تم لوگ سمجھ بھی نہ پاؤ گے خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تمہاری شرارتوں کو تمہارے ہی درمیان ڈال دے گا، تمہارے خون تمہارے ہی ہاتھوں سے زمین پر بہا کریں گے اس پر بھی وہ تم سے راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ دردناک عذاب میں تمہارے لئے چند گنا اضافہ کر دے گا۔ پھر پیدلوں کی فوج کے ہمراہ جس میں سان بن انس نخعی، خولی بن یزید اصبحی^۴ صلح بن وہب یزنی، خثم بن عمرو جعفی اور عبد الرحمن

کلچر (culture) کا پورا پورا لحاظ رکھیں، اسی بنیاد پر ترجمہ میں شیر اور ہرن استعمال کیا گیا ہے جو شجاعت اور خوف کی تشبیہات ہیں۔ (مترجم)

^۱ شیخ مفید نے ارشاد میں یہ روایت بیان کی ہے۔ (الارشاد، ص ۲۴۲، طبع نجف)

^۲ یہ روایت ”حجاج“ سے ہے۔ اس نے اسے عبد اللہ بن عمار باریقی سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱) شیخ مفید نے ارشاد میں حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔ (ص ۲۴۱)

^۳ امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اور کچھ زمانے کے بعد مختار نے قیام کیا اور اپنی سپاہ کی ایک فرد ابا عمرہ کو عمر بن سعد کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسے لے کر آ۔ وہ گیا یہاں تک کہ اس کے پاس وارد ہوا اور کہا: امیر نے تم کو طلب کیا ہے۔ عمر بن سعد اٹھا لیکن اپنے جبہ ہی میں پھنس گیا تو ابو عمرہ نے اپنی تلوار سے اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو اپنی قبا کے نچلے حصے میں رکھا اور اس کو مختار کے سامنے لاکر پیش کر دیا۔

حفص بن عمر بن سعد، مختار کے پاس ہی بیٹھا تھا مختار نے اس سے کہا: کیا تم اس سر کو پہچانتے ہو؟ تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اس کے بعد زندگی میں کوئی اچھا نئی نہیں ہے! تو مختار نے کہا: تم اس کے بعد زندہ نہیں رہو گے! اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر اس کے باپ کے ہمراہ رکھ دیا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۱)

^۴ مجھ سے صقعب بن زبیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۲)

^۵ مختار نے اس کی طرف معاذ بن ہانی بن عدی گندی جناب حجر کے بھتیجے کو روانہ کیا، نیز اس کے ہمراہ ابو عمرہ، اپنے نگہبانوں کے سردار کو بھی اس کی طرف بھیجا تو خولی اپنے گھر کی دہلیز میں جا کر چھپ گیا۔ ”معاذ“ نے ابو عمرہ کو حکم دیا کہ اس کے گھر کی تلاشی لے۔ وہ سب کے سب گھر میں داخل ہوئے، اس کی بیوی باہر نکلی، ان لوگوں نے اس سے پوچھا: تیرا شوہر کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتی اور اپنے ہاتھ سے دہلیز کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ لوگ اس میں داخل ہو گئے۔ اسے وہاں اس حال میں پایا کہ وہ اپنے سر کو کھجور کی ٹوکری میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اور جلا دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۹)

جفی 'موجود تھے شرمعون امام حسین علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اکسانے لگا تو ان لوگوں نے حسین علیہ السلام کو پوری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آپ کے خاندان کا ایک بچہ 'میدان میاں نکلا۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن زینب بنت علی (علیہا السلام) سے کہا: ”اُجیہ“، بہن اسے روکو، تو آپ کی بہن زینب بنت علی (علیہا السلام) نے روکنے کے لئے اس بچے کو پکڑا لیکن اس بچہ نے خود کو پھڑپھڑایا اور دوڑتے ہوئے جا کر خود کو حسین علیہ السلام پر گرا دیا۔ اسی وقت بحر بن کعب نے ام حسین علیہ السلام پر تلوار چلائی تو اس بچہ نے کہا: ”یا بن اخیثہ! اُقتل عی“، اے پلید عورت کے لڑکے! کیا تو میرے چچا کو قتل کر رہا ہے؟ تو اس نے تلوار سے اس بچہ پر وار کر دیا۔ اس بچے نے اپنے ہاتھ کو سپر قرار دیا اور بچہ کا ہاتھ کٹ کر لگنے لگا تو اس بچے نے آواز دی: ”یا اُمّاتہ“، اے مادر گرامی مدد کیجیے۔ حسین علیہ السلام نے فوراً اسے سینے سے لگالیا اور فرمایا: ”یا بن اخیثہ! صبر علی ما نزل بک واحتسب فی ذالک الخیر“، فان اللہ یلحک بابائک الصالحین برسول اللہ وعلی بن ابی طالب وحمزہ و الحسن بن علی صلی اللہ علیہم اجمعین“، ۱۶۵۔ ”اللحم امسک عنہم قطر السماء وامنہم برکات الارض اللہم فان مستقم الی حین فرقم فرقا و اجعلہم طرائق قددا ولا ترضی عنہم الولاء ابدًا فانہم دعونا لینصرونا فعدوا علینا فقتلونا“، جان برادر! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی اور اس کو راہ خدا میں خیر شمار کرو، کیونکہ خدا تم کو تمہارے صالح اور نیکو کار آباء و اجداد رسول خدا، علی بن ابی طالب، حمزہ اور حسن بن علی، ان سب پر خدا کا درود و سلام ہو، کے ساتھ ملحق کرے گا۔ خدایا! آسمان سے بارش کو ان کے لئے روک دے اور زمین کی برکتوں سے انہیں محروم کر دے! خدایا! اگر اپنی

^۱ یہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں سے ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) روز عاشور عمر بن سعد کے لشکر میں یہ قبیلہ مذحج و اسد کا سالار تھا جیسا کہ اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۲)

^۲ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ وہ بچہ عبد اللہ بن حسن تھا اور ارشاد میں مختلف جگہوں پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ حرمہ بن کابل اسدی نے تیر چلا کر اس بچہ کو شہید کر دیا۔ یہاں یہ روایت ابوالفرج نے ابو مخنف سے نقل کی ہے اور انہوں نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔ (ص ۷۷، طبع نجف)

^۳ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

^۴ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

^۵ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

^۶ ابو مخنف نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۰) ابوالفرج نے ابو مخنف سے سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت نقل کی ہے۔ (ص ۷۷، طبع نجف)

^۷ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱ و ارشاد، ص ۲۴۱)

حکمت کی بنیاد پر تو نے اب تک انھیں بہرہ مند کیا ہے تو اب ان کے درمیان جدائی اور ہر اک زندگی قرار دے اور ان کے راستوں کو جدا جدا کر دے اور ان کے حکمرانوں کو کبھی بھی ان سے راضی نہ رکھنا کیونکہ انھوں نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کریں لیکن ہم پر حملہ کر دیا اور ہمیں قتل کر دیا۔

پھر اس بھری دوپہر میں کافی دیر تک حسین علیہ السلام آتائے شہادت پر پڑے رہے کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی بھی آپ کو قتل کرنا چاہتا تو قتل کر دیتا لیکن ان میں سے ہر ایک اس عظیم گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا اور اسے دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ ہر گروہ چاہ رہا تھا کہ دوسرا گروہ یہ کام انجام دے کہ اسی اثناء میں شمر چلایا: وائے ہو تم لوگوں پر! اس مرد کے سلسلے میں کیا انتظار کر رہے ہو، اسے قتل کر ڈالو، تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں! اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ چاروں طرف سے دشمن آپ پر حملے کرنے لگے۔

آخری لمحات

اب آپ پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ایک ضرب لگائی اور ایک ضرب آپ کے شانے پر لگائی۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ کے بیٹھنے کی تاب ختم ہو چکی تھی۔ آپ منہ کے بل زمین پر آئے اسی حال میں سنان بن انس نخعی آگے بڑھا اور آپ پر ایک نیزہ مارا جو آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن اب کوئی بھی امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نہیں ہو رہا تھا مگر یہ کہ سنان بن انس ہی آگے بڑھا اور اس خوف میں کہ کہیں کوئی دوسرا شخص حسین علیہ السلام کے سر کو امیر کے پاس نہ لے جائے؛ لہذا وہ آپ کی شہادت گاہ کے پاس آیا اور آپ کو فوج کر دیا اور آپ کے سر کو کاٹ ڈالا اور اسے خولی بن یزید اصبحی کی طرف پھینک دیا۔

^۱ ارشاد میں باباں بازو ہے۔ (ص ۲۴۲) تذکرۃ الخواص میں بھی یہی ہے۔ (ص ۲۵۳) مقرر نے اسے الا تحاف بحب الاشراف سے نقل کیا ہے۔ (ص ۱۶)

امام حسین کے قاتل کے سلسلے میں سبط بن جوزی نے پانچ اقوال ذکر کئے ہیں۔ آخر میں ترجیح دی ہے کہ سنان بن انس ہی آپ کا قاتل تھا پھر روایت کی ہے کہ یہ حجاج کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ تو ہی قاتل حسین ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو حجاج نے کہا: بشارت ہو کہ تو اور وہ کبھی ایک گھر میں یکجا نہیں ہوں گے۔ لوگوں کا کہنا ہے حجاج سے اس سے اچھا جملہ کبھی بھی اس کے علاوہ نہیں سنا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ شہادت کے بعد حسین کے جسم کے زخم شمار کئے گئے تو ۳۳ نیزہ کے زخم اور ۳۴ تلوار کے زخم تھے اور ان لوگوں نے آپ کے کپڑے میں ایک سو بیس (۱۲۰) تیر کے نشان پائے۔

اب لباس اور اسباب لوٹنے کی نوبت آئی تو آپ کے جسم پر جو کچھ بھی تھا کوئی نہ کوئی لوٹ کر لے گیا۔ آپ کی اس یانی چادر کو جسے قتیفہ کہا جاتا ہے قیس بن اشعث نے لے لیا۔^۲ اسحاق بن حیوہ بن حضرمی نے امام حسین علیہ السلام کی قمیص کو لوٹ لیا۔^۳ قبیلہ بنی نہشل کے ایک شخص نے آپ کی تلوار لے لی، آپ کی نعلین کو ”اسود اودی“ نے اٹھا لیا۔ آپ کے پاجامہ کو ”بحر بن کعب“ لے گیا اور آپ کو برہنہ چھوڑ دیا۔^۵

نیموں کی تارا جی

نیموں کی تارا جی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمنوں نے آپ کی خواتین، مال و اسباب، ورس^۶ و زیورات اور اونٹوں کی طرف رخ کیا۔ اگر کوئی خاتون اپنے پردہ اور چادر سے دفاع کرتی تو وہ زور و غلبہ کے ذریعہ چادریں چھیننے لگے جا رہے تھے۔ لشکریوں نے سنان بن انس سے کہا: تو نے حسینؑ، فرزند علیؑ و فاطمہؑ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا، تو نے عرب کی اس سب سے بزرگ و باعزت شخصیت کو قتل کیا جو یہاں ان لوگوں کے پاس آئے تھے تاکہ تمہارے حاکموں کو ان کی حکومت سے ہٹا دیں تو اب تم اپنے حاکموں کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی پاداش لو۔ اگر وہ حسینؑ کے قتل کے بدلے میں اپنے گھر کا سارا مال بھی دیدیں تب بھی کم ہے۔

^۱ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صعق بن زبیر نے حمید کے مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳)
^۲ شب عاشور کی بحث میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔
^۳ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۵)
^۴ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صعق بن زبیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۲)
^۵ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱) اسی طرح سبط بن جوزی نے بھی صراحت کی ہے کہ وہ لوگ وہ سب کچھ لوٹ لے گئے جو آپ کے جسم پر تھا حتیٰ کہ ”بحر بن کعب تمیمی“ آپ کا پاجامہ بھی لے گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۵۳) ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے اضافہ کیا ہے کہ بحر بن کعب لعنۃ اللہ علیہ کے دونوں ہاتھ اس واقعہ کے بعد گرمی میں سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہو جاتے تھے اور سردی میں مرطوب ہو جاتے تھے اور اس سے بدبو دار خون ٹپکتا تھا یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔ (ص ۲۴۱، ۲۴۲)
^۶ ورس ایک قسم کا پیلا پھول ہے جو زعفران کی طرح ہوتا ہے یہ خوشبودار ہوتا ہے اور رنگنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ یمن سے لایا گیا تھا جسے امام علیہ السلام نے مکہ سے نکلنے کے بعد منزل ”تنعیم“ میں ان لوگوں سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جو اسے یزید کی طرف لے جا رہے تھے۔ روز عاشورا یہ ورس زیاد بن مالک صبیعی، عمران بن خالد و عنزی، عبد الرحمن بجلي اور عبد اللہ بن قیس خولانی کے ہاتھوں لگا تھا۔ جب مختار کو ان سب کا پتہ معلوم ہو گیا تو ان سب کو طلب کیا۔ سب ویاں مختار کے پاس لائے گئے۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا: اے نیکو کاروں کے قاتلو! اے جو انسان جنت کے سردار کے قاتلو! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ خدا نے تم سے آج انتقام لینے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے! تم لوگ اس برے دن میں ورس لے کر آئے تھے! پھر ان لوگوں کو بازار میں لے جایا گیا اور ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔

^۷ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے صعق بن زبیر نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳) یعقوبی کا بیان ہے : دشمنوں نے آپ کے خیموں کو تاراج کر دیا اور آپ کی حرمت شکنی کی۔ (ج ۲، ص ۲۳۲) شیخ مفیدؒ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ارشاد، ص ۲۴۲) سبط بن جوزی کا بیان ہے : دشمنوں نے آپ کی عورتوں اور بیٹیوں کی چادریں اتار کر انہیں برہنہ کر دیا۔ (ص ۲۵۴)

چونکہ وہ ایک کم عقل و بے خرد انسان تھا لہذا اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور عمر بن سعد کے خیمہ کے پاس آکر با آواز بلند چلایا : اُو قر رکابی
 فضة وذہبا انا قتل الملک المجاہد قت خیر الناس اُمّا و ابا و خیر ہم اذینہون نبا امیری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دو کیونکہ میں
 نے شاہوں کے شاہ کو تمہارے لئے قتل کر دیا، میں نے اسے قتل کیا جو ماں باپ کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بہتر انسان تھے
 اور جب نسب کی بات آئے تو ان کا نسب سب سے اچھا ہے۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے کہا : اس کو میرے پاس لاؤ۔ جب اسے ابن سعد کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنی چھڑی سے مار کر اس سے
 کہا : اے دیوانہ ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا مجنوں ہے کہ کبھی صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ تو کیسی باتیں کر رہا ہے کیا تجھے اس قسم کی
 باتیں کرنی چاہیے ؟ خدا کی قسم اگر تیری ان باتوں کو ابن زیاد نے سن لیا تو تیری گردن اڑا دے گا۔ ادھر ثمر بن ذی الجوشن جو
 پیدلوں کی فوج کے ہمراہ خیموں کی تاراجی میں مشغول تھا خیموں کو لوٹتے ہوئے علی بن الحسینؑ اصغر کی طرف پہنچا جو بستر پر بیماری کے
 عالم میں پڑے تھے اس وقت پیدلوں کی فوج جو اس کے ہمراہ تھی، میں سے ایک نے کہا کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں ؟ حمید بن مسلم کہتا
 ہے : میں نے کہا سبحان اللہ ! کیا ہم بچوں کو بھی قتل کریں گے ؟ یہ بچہ ہی تو ہے ! اسی اثناء میں عمر بن سعد وہاں پہنچ گیا اور اس نے
 کہا آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی اس نوجوان مریض کو کسی بھی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی کسی بھی
 صورت میں عورتوں کے خیموں میں داخل ہوگا۔ اور جس نے جو مال و اسباب لوٹا ہے وہ فوراً انھیں لوٹا دے لیکن کسی نے شہ برابر
 بھی کچھ نہ لوٹا یا۔ پھر عمر بن سعد نے عقبہ بن سمان کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے جواب دیا : میں ایک زر خرید غلام
 ہوں تو عمر بن سعد نے اسے بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح سپاہ حسینی میں اس غلام کے علاوہ کوئی اور زندہ باقی نہ بچا۔ ۱۔ اس کے علاوہ

^۱ ابو الفرج نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۸۰، طبع نجف، تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۴، نجف و مروج الذهب، مسعودی، ج ۳، ص ۷۰)
^۲ طبری نے اپنی کتاب ”ذیل المذیل“ میں بیان کیا ہے : علی بن حسینؑ اصغر اپنے بابا کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت آپ ۲۳ سال کے تھے اور بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے۔ جب حسین (علیہ السلام) شہید ہو گئے تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا : تم لوگ اسے قتل کر دو ! تو اسی کے لشکر یوں میں سے ایک نے کہا : سبحان اللہ ! ایک ایسے نوجوان کو قتل کرو گے جو مریض ہے اور تم سے لڑ بھی نہیں رہا ہے پھر عمر بن سعد آگیا اور اس نے کہا : آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی تم میں سے نہ تو ان عورتوں کو نقصان پہنچا دے، نہ ہی اس مریض کو۔ (ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیمی) اسی سے ملتی جلتی بات شیخ مفیدؒ نے لکھی ہے۔ (ص ۲۴۴، تذکرہ، ص ۲۵۶، ۲۵۸، طبع نجف)
^۳ اس سے قبل ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کا واقعہ گزر چکا ہے کہ وہ اپنی شرط کے مطابق امام علیہ السلام سے اجازت لے کر آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا قتل سے بچ جانے والوں میں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں۔ اس سلسلے میں ابو مخنف کے الفاظ یہ ہیں کہ

چند افراد میں اور جو زندہ بچے ہیں۔ ا۔ مرق بن ثمامہ اسدی آپ اپنے زانوں پر بیٹھ کر تیر پھینک رہے تھے تو ان کی قوم کا ایک گروہ ان کے سامنے آیا اور ان لوگوں نے اس سے کہا: تو امان میں ہے ہماری طرف چلا آتو وہ چلا آیا۔ جب عمر بن سعد ان لوگوں کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس آیا اور اس شخص کی خبر سنائی تو ابن زیاد نے اسے شہر ”زرارہ“ شہر بدر کر دیا جو عمان کے خلیج میں ایک گرم سیر علاقہ ہے۔ اس جگہ ان لوگوں کو شہر بدر کیا جاتا تھا جو حکومت کے مجرم ہوتے تھے۔

پامالی

پامالی پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ تم میں سے کون آمادہ ہے جو لاش حسین پر گھوڑے دوڑائے۔ اس کے جواب میں دس (۱۰) آدمیوں نے آمادہ گی کا ظہار کیا جن میں اسحاق بن حیوة حضرمی اور احبش بن مرثد حضرمی قابل ذکر ہیں۔ یہ دس افراد آئے اور اپنے گھوڑوں سے امام حسین کی لاش کو روند ڈالا یہاں تک کہ آپ کے سینہ اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے کتوں کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کر دیا اور اسی دن خولی بن یزید کے ہاتھوں امام علیہ السلام کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ جب وہ محل تک پہنچا تو دیکھا محل کا دروازہ بند ہے لہذا اپنے گھر آیا اور اس سر مقدس کو اپنے گھر میں ایک ٹٹ میں چھپا دیا^۲ جب صبح ہوئی تو سر کے ہمراہ عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔

علی بن الحسینؑ اپنی صغر سنی کی وجہ سے بچ گئے اور قتل نہ ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۸) اسی طرح امام حسن کے دو فرزند حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بھی صغر سنی کی وجہ سے چھوڑ دئے گئے اور قتل نہیں ہوئے (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹) لیکن عبد اللہ بن حسن شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۸) ابو الفرج کا بیان ہے: حسن بن حسن بن علی زخموں کی وجہ سے سست ہو گئے تو انھیں اٹھا کر دوسری جگہ چھوڑ دیا گیا۔ (ص ۱۷۹، طبع نجف)

^۱ اسحاق بن حیوة حضرمی سفید داغ کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور مجھے خبر ملی ہے کہ احبش بن مرثد حضرمی اس کے بعد کسی جنگ میں کھڑا تھا کہ پچھم کی طرف سے ایک تیر آیا (پتہ نہیں چلا کہ تیر انداز کون ہے) اور اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ پامالی کی روایت کو ابو الفرج نے ص ۷۹ پر تحریر کیا ہے۔ اس طرح مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۲، ارشاد، ص ۲۴۲، طبع نجف اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۴ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی پشت پر سیاہ نشانات دیکھے اور اس کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے کہا: آپ رات کو اپنی پیٹھ پر کھانا رکھ کر مدینہ کے مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ پسر سعد نے اس عظیم شقاوت کا ارتکاب ابن زیاد کے قول کی پیروی کرتے ہوئے کیا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا جب حسین قتل ہو جائیں تو گھوڑے دوڑاکہ کر ان کے سینہ اور پیٹھ کو روند ڈالنا کیونکہ یہ دوری پیدا کرنے والے اور جدائی ڈالنے والے ہیں، بڑے ظالم اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہیں میری آرزو یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد انھیں کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں انھیں قتل کر دوں تو ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵)

^۲ بشام کا بیان ہے: مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی ہے اور انہوں نے ”نوار بنت مالک بن عقرب“ جو ”حضرمی“ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی (خولی کی بیوی تھی) سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہے: خولی امام حسین علیہ السلام کے سر کو لے کر گھر آیا اور اسے گھر میں ایک طشت کے اندر چھپا کے رکھ دیا پھر کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بستر پر آگیا تو میں نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ”جنتک بغنی الدھر، ہذا رأس الحسین معک فی الدار“ میں تیرے لئے دنیا اور روزگار کی بے نیازی لے کر آیا ہوں یہ حسین کا سر ہے جو تیرے ساتھ گھر میں ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا: ”ویلک جاء الناس بالذهب والفضة جنت برأس ابن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، لا والله لا يجمع رأسي و رأسك بيت أبدا“ وائے ہو تجھ پر! لوگ سونا اور چاندی لے کر

اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

امام علیہ السلام کا سرابن زیاد کے پاس دربار ابن زیاد میں اسروں کی آمد عبداللہ بن غنیف کا جہاد اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی روز عاشورا اور اس کی دوسری صبح تک عمر بن سعد نے کربلا میں قیام کیا اور حکم دیا کہ بقیہ شہداء کے بھی سروتن میں جدائی کر دی جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور بہتر سروں کو^۱ ثمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہاتھوں کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ سب کے سب وہاں سے چلے اور ان مقدس سروں کے ہمراہ عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر اس نے حمید بن بکیر احمری کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کرے کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ وہ اپنے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں، بہنوں، بچوں اور مریض و ناتواں علی بن حسین (علیہ السلام) کو بھی لے کر چلا^۲۔ قرہ بن قیس تمیمی کا بیان ہے کہ میں زینب بنت علی کو اس وقت فراموش نہیں کر سکتا جب وہ اپنے بھائی کے خون آلودہ جسم کے پاس سے گزر رہی تھیں اور یہ فریاد کر رہی تھیں: ”یا محمد اہ! یا محمد اہ صلی علیک ملائکۃ السماء، هذا احسین بالعراء مرء بالدماء مقطوع الاعضاء، یا محمد اہ! وبناتک بایا، وذریتک مشکلة تنفی علیھا الصبا“!

اے (نانا) محمد اے (نانا) محمد! آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے ناز پڑھی، لیکن یہ حسین ہیں جو اس دشت میں خون میں غلاں میں، جسم کا ہر ہر عضو ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ (اے جد بزرگوار) اے محمد! (ذرا دیکھئے تو) آپ کی بیٹیاں اسیر میں اور آپ کی

آتے ہیں اور تو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لے کر آیا ہے، نہیں خدا کی قسم اس گھر میں آج کے بعد کبھی بھی میرا اور تیرا سر یکجا نہیں ہوگا۔ پھر اپنے بستر سے اتری اور کمرے سے باہر آئی اور گھر کے اس حصہ میں گئی جہاں وہ سر موجود تھا اور بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔ خدا کی قسم میں دیکھ رہی تھی کہ مسلسل ستون کی طرح ایک نور آسمان تک اس طشت کی طرف چمک رہا ہے اور ایک سفید پرندہ اس کے ارد گرد پرواز کر رہا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۵)

^۱ ارشاد میں یہی مرقوم ہے۔ (ص ۲۴۳)
^۲ ارشاد، ص ۲۴۳ لیکن سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ۹۲، سر تھے (ص ۲۵۶) شاید سبعین اور تسعین میں تصحیف ہو گئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سبط بن جوزی کا بیان ہے: ”کانت زیادہ علی سبعین رأساً“ سروں کی تعداد ستر (۷۰) سروں سے زیادہ تھی۔ (ص ۲۵۹، طبع نجف)

^۳ ہ شخص ابن زیاد کے محافظوں میں تھا۔ اسی کو ابن زیاد نے قاضی شریح کے ہمراہ اس وقت نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا جب وہ بانی کو دیکھنے گیا تھا اور ان کے قبیلے کو باخبر کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا کہ بانی صحیح و سالم ہیں شریح یہ کہا کرتا تھا خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں بانی کے قبیلے والوں کو وہ باتیں بتا دیتا جس کا حکم بانی نے مجھے دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۸)

^۴ طبری، ج ۵، ص ۴۵۳۔ ۴۵۵، مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

پاک نسل اپنے خون میں نہائے سو رہی ہے جن پر باد صبا چل رہی ہے۔ خدا کی قسم زینبؓ نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا اور مخدرات عصمت آہ و فریاد کرنے لگیں اور اپنے چہروں پر ٹانچے لگانے لگیں^۲۔ حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے ایک دن^۳ بعد محلہ غاضریہ میں رہنے والے بنی اسد نے آپ لوگوں کے جسم کو سپردِ بحد کیا^۴۔ امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے دربار میں حمید بن مسلم کا بیان ہے: عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور اپنے گھر والوں کے پاس مجھے روانہ کیا تاکہ میں ان لوگوں کو خوش خبری دوں کہ اللہ نے اسے سلامتی کے ساتھ فقیاب کیا۔ میں آیا اور اس کے گھر والوں کو اس سے باخبر کیا۔ پھر میں پلٹ کر محل آیا تو دیکھا کہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور اس وقت وہ لوگ جو سروں کو لے کر کر بلا سے چلے تھے گروہ گروہ اس کے پاس آ رہے ہیں۔ قبیلہ کنذہ ۳۱ سروں کے ہمراہ آیا جس کا سر براہ قیس بن اشعث تھا۔ ہوازن ۲۰ سروں کے ہمراہ آئے جن کا سر براہ ثمر بن ذی الجوشن تھا۔ قبیلہ تمیم ۱۷ سروں کے ساتھ وارد ہوا، بنی اسد ۶ سروں کے ہمراہ، منجج ۷، سراور بقیہ ۷، سر لے کر وارد ہوئے۔ اس طرح ستر (۷۰) سر ہو گئے۔

وہ سب کے سب عبید اللہ کے پاس آئے اور عام لوگوں کو بھی دربار میں آنے کی اجازت ملی تو داخل ہونے والوں کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔ میں نے دیکھا امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ چھڑی سے دونوں دانتوں کے درمیان آپ کے لبوں سے بے ادبی کر رہا ہے۔ جب زید بن ارقم^۵ نے اسے دیکھا اور غور کیا کہ وہ اپنی شقاوتوں سے باز نہیں آ رہا ہے اور چھڑی سے دندان مبارک کو چھیڑے جا رہا ہے تو انھوں نے ابن زیاد سے کہا: ”أعل بهذا القنیب عن حاتین الشفتین فوالذی لا

^۱ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۲۵۶)

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زبیر عیسیٰ نے قرہ بن قیس تمیمی سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۵)

^۳ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳، ۴۵۵)

^۴ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۳ و ص ۲۴۹ پر اسی طرح مسعودی نے مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۲ پر لکھا ہے: مشہور یہ ہے کہ شہادت کے تین دن بعد دفن کئے گئے اور یہ دفن کی انجام دہی امام سجاد علیہ السلام کی موجودگی میں ہوئی ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ علی بن حمزہ کا مناظرہ اس پر گواہ ہے۔ مقتل الحسین، مرقم، ص ۴۱۵ کی طرف رجوع کریں۔
^۵ اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے ذیل میں ان کے احوال گزر چکے ہیں۔ سبط بن جوزی نے بخاری سے اور انھوں نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب حسینؑ کا سر ابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا گیا تو اس نے آپ کے لبوں پر چھڑی مارنا شروع کیا۔ اس وقت وہاں پر انس بن مالک موجود تھے، وہ رونے لگے اور کہا: یہ رسول خدا سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ (ص ۲۵۷)

الہ غیرہ لہذا رأیت ثقتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ہاتین الثمتین یقبلھا!، اس چھڑی کو ان دونوں لبوں سے ہٹا لے، قم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ آپ اپنے دونوں لبوں سے ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

پھر وہ ضعیف العمر صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیخ مار کر رونے لگا تو ابن زیاد نے کہا: خدا تمہاری آنکھوں کو گریاں رکھے! اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل فاسد اور تو بے عقل و بے خرد نہ ہو گیا ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ یہ سن کر زید بن ارقم وہاں سے اٹھے اور فوراً باہر نکل گئے۔ نکلتے وقت وہ یہی کہے جا رہے تھے: ”ملک عبد عبد فاتحہ ہم تملدا! اتم یا معشر العرب العبید بعد الیوم قتلتم ابن فاطمہ و امرتم بن مرجانہ! فھو یقتل خیارکم ویستعبد شرارکم فرضیتم بالذل! فبعد المن رضی بالذل!“^۱ ایک غلام نے دوسرے غلام کو تخت حکومت پر بٹھایا اور ان لوگوں نے تمام چیزوں کو اپنا بنالیا۔ اے گروہ عرب آج کے بعد تم لوگ غلام ہو کیونکہ تم نے فرزند فاطمہ کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنالیا۔ وہ تمہارے اچھوں کو قتل کرے گا اور تمہارے بروں کو غلام بنالے گا، تم لوگ اپنی ذلت و رسوائی پر راضی و خوشنود ہو، برا ہو اس کا جو رسوائی پر راضی ہو جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب زید بن ارقم باہر نکلے اور لوگوں نے ان کی گفتار سنی تو کہنے لگے: خدا کی قسم زید بن ارقم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لے تو انھیں قتل کر دے گا۔

^۱ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۳ پر اس کی روایت کی ہے۔
^۲ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۷ پر اس کی روایت کی ہے اور وہاں اضافہ کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا: اے ابن زیاد! میں اس حدیث سے زیادہ سنگین حدیث تجھ سے بیان کر رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسین کو اپنے دابنے زانو پر اور حسین کو اپنے بائیں زانو پر بٹھا ئے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ کوان کے سر پر رکھ کر فرما رہے تھے: ”اللہم انی استودعک ایاھما و صالح المومنین“ خدا یا! میں ان دونوں کو اور ان کے باپ صالح المومنین کو تیری امانت میں سپرد کر رہا ہوں ”فکیف کان ودیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عندک یابن زیاد؟“ اے ابن زیاد! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امانت تیرے پاس کس طرح موجود ہے؟ سبط بن جوزی نے پھر بیان کیا کہ ہشام بن محمد کا بیان ہے: جب ابن زیاد کے سامنے حسین علیہ السلام کا سر رکھا گیا تو کابن اور پیشنگوئی کرنے والوں نے اس سے کہا: اٹھو اور اپنے قدم ان کے منہ پر رکھو، وہ اٹھا اور اس نے اپنے قدم آپ کے دہن مبارک پر رکھ دیا، پھر زید بن ارقم سے کہا: تم کیسا دیکھ رہے ہو؟ تو زید بن ارقم نے کہا: خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں اپنے لب رکھتے دیکھا ہے جہاں تو نے قدم رکھا ہے۔ سبط بن جوزی کا پھر بیان ہے کہ شیبی نے کہا: ابن زیاد کے پاس قیس بن عباد موجود تھا، ابن زیاد نے اس سے کہا میرے اور حسین علیہ السلام کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: قیامت کے دن ان کے جد، والد اور ان کی والدہ اگر ان کی شفاعت کریں گے اور تمہارا دادا، باپ اور تمہاری مائا کر تمہاری سفارش کریں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد غضب ناک ہو گیا اور اسے دربار سے اٹھا دیا۔ سبط بن جوزی ہی نے طبقات ابن سعد سے روایت کی ہے کہ صاحب طبقات بن سعد کا بیان ہے: ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے خبیث تو نے فرزند رسول اللہ کو قتل کیا ہے؛ خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھ پائے گا۔ (تذکرہ، ص ۲۵۹ والکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۶۵)

دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد جب امام حسین علیہ السلام کی بہنیں، خواتین اور بچے عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں پہنچے تو زینب بنت فاطمہ بہت ہی معمولی لباس پہنے ہوئے تھیں اور غیر معروف انداز میں دربار میں وارد ہوئیں۔ کنیزیں اور خواتین آپ کو چاروں طرف سے اپنی جھرمٹ میں لئے تھیں تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے پھر آپ انھیں کے درمیان بیٹھ گئیں۔ عبید اللہ بن زیاد نے پوچھا: یہ بیٹھی ہوئی خاتون کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے تین بار اس سوال کی تکرار کی اور تینوں بار آپ نے اس سے منکم نہیں کیا پھر آپ کی بعض کنیزوں نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا: ”الحمد للہ الذی مضکم وھتکم واذب اعدوھتکم!“ شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو ذلیل کیا، قتل کیا اور تمہاری باتوں کو جھوٹا ثابت کیا! زینب کبریٰ نے جواب دیا: ”الحمد للہ الذی اکرنا بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و طھرنا تطھیرا لاکما تقول انت انما ینتضح الفاسق و یکذب الفاجر“ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے عزت و کرامت عطا فرمائی اور ہمیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق تھا؛ ایسا نہیں ہے جیسا تو کہہ رہا ہے بے شک ذلیل فاسق ہے اور جھوٹ فاجر کا ثابت ہوتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا: ”کیف رأیت صنع اللہ بأهل یتک؟“ اپنے اہل یت کے سلسلے میں اللہ کے سلوک کو کیسا محسوس کیا؟ زینب (علیہا السلام) نے جواب دیا: ”کتب علیھم القتل فبرزوا الی مصاحم، و یجمع اللہ ینک و ینھم فجاھون الیہ و تخا صمون عنہ“ خداوند عالم نے اپنی راہ میں افتخار شہادت ان کے لئے مقرر کر دیا تھا تو ان لوگوں نے راہ حق میں اپنی جان نثار کر دی، اور عنقریب خدا تجھے اور ان کو یکجا اور تمہیں ان کے مد مقابل لاکر کھڑا کرے گا تو وہاں تم اس کے پاس دلیل پیش کرنا اور اس کے نزدیک مخاصمہ کرنا۔

ابن زیاد رسوا ہو چکا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہذا وہ غضبناک اور ہجیان زدہ ہو کر بولا: ”قد أثنی اللہ نفسی من طاعتک والعصاة المردہ من اهل یتک!“ خدا نے تمہارے طغیان گر بھائی اور تمہارے خاندان کے سرکش باغیوں کو قتل کر کے میرے

^۱ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲۴۳ پر یہ روایت بیان کی ہے۔ اسی طرح سبط ابن جوزی نے تذکرہ، ص ۲۵۸ - ۲۵۹، طبع نجف میں یہ روایت بیان کی ہے۔

دل کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہ سن کر فاطمہ کی سخت جگر رونے لگیں پھر فرمایا: ”لعمری لقد قتلت کھلی وأبرت اھلی وقطعت فرعی وابتھتت
 اصلی! فان یشیک هذا فھذا شئیت!“ قسم ہے میری جان کی تو نے ہمارے خاندان کے بزرگ کو قتل کیا ہے، ہمارے عزیزوں کے
 خون کو زمین پر بہایا، ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، اگر اس سے تجھے خوشی ملی ہے تو
 خوش ہوئے۔ عبید اللہ بن زیاد احساس شکست کرتے ہوئے بولا: یہ تو بڑی قافیہ باز عورت ہے!۔ میری جان کی قسم تیرا باپ بھی
 قافیہ باز شاعر تھا۔ اس کے جواب میں زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: عورت کو قافیہ بازی سے کیا مطلب! ہمیں اس کی فرصت ہی
 کہاں ہے لیکن یہ دل کا درد اور اندوہ ہے جو زبان پر جاری ہو گیا۔ پھر ابن زیاد نے علی بن حسین علیہما السلام کی طرف نگاہ کی اور آپ
 سے بولا: تمہارا نام کیا ہے؟^۱ امام علی بن الحسین (زین العابدین) نے جواب دیا: ”أنا علی بن الحسین“ میں علی فرزند حسین
 ہوں۔ ابن زیاد نے کہا: کیا اللہ نے حسین کے بیٹے علی کو قتل نہیں کیا؟ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے تو ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا
 ہو گیا ہے، بولتے کیوں نہیں؟ علی بن الحسین نے فرمایا: میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی تھا جنہیں دشمنوں نے قتل کر دیا
 ۔ ابن زیاد نے کہا: اے اللہ ہی نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر پھر آپ خاموش ہو گئے تو ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں
 نہیں؟ علی بن الحسین نے فرمایا: ”اللہ یتوفی النفس حین موتھا“ تو ما کان لنفس أن تموت الا باذن اللہ“^۲ خداوند متعال لوگوں کے
 مرتے وقت ان کی روحمیں (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور بغیر حکم خدا کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا۔

ابن زیاد دخل ہو کر بولا: خدا کی قسم تو بھی انھیں میں کا ایک ہے، پھر اپنے دربار کے ایک جلا د مری بن معاذ احمري سے کہا: وائے
 ہو تجھ پر اس کو قتل کر دے، یہ سنتے ہی آپ کی پھوپھی زینب آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا: ”یا ابن زیاد! جبک منا اماریت من
 دماؤنا؟ وحل اُبتیت منا اُحداً واعقبتہ وقالت: اُساکب باللہ۔ ان کنت مومنا۔ ان قتلنا قتلتنی معہ!“ اے ابن زیاد! کیا ہمارے

^۱ طبری میں کلمۃ شجاعة و شجاعاً آیا ہے یعنی بڑی بہادر خاتون ہے لیکن شیخ مفید نے ارشاد میں وہی لکھا ہے جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۴۲، طبع نجف) اور گفتگو کے سیاق و سباق سے یہی مناسب بھی ہے۔

^۲ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶۔ ۴۵۷)

^۳ سورۃ زمر، آیت ۴۲

^۴ سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۵

خاندان کی اس قدر تاراجی تیرے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا تو ہمارے خون سے ابھی تک سیراب نہیں ہوا؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی باقی رکھا ہے، پھر آپ نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگایا اور فرمایا: تجھ کو خدا کا واسطہ دستی ہوں اگر تجھ میں ایمان کی بو باس ہے اور اگر تو انھیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔ علی بن الحسین علیہ السلام نے آواز دی: ”ان کانت ینک و ینھن قرابۃ فابعث معھن رجلاً تقیاً یصحّھن بصحبۃ الاسلام“، اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اگر تیرے اور ان کے درمیان کوئی قرابت باقی ہے تو انھیں کسی متقی مرد کے ساتھ مدینہ روانہ کر دے۔ پھر ابن زیاد نے جناب زینب اور امام سجاد کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بولا: تعجب ہے اس رشتہ داری اور قرابت داری پر خدا کی قسم یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں تو اس کے ساتھ اس کو بھی قتل کر دوں! اس جوان کو چھوڑ دو!۔ پھر ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر نصب کر دیا اور کوفہ میں اسے گھمایا جانے لگا۔^۱

ابن سعد کا بیان ہے: مجھے عبدالرحمن بن یونس نے سفیان سے اور اس نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے خبر نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: علی بن الحسین (علیہ السلام) نے ۵۸ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی بن الحسین کربلا میں

^۱ ابو مخنف کہتے ہیں: سلیمان بن ابی راشد نے مجھ سے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۷)
^۲ طبری نے ذیل المذیل میں بیان کیا ہے: علی بن الحسین جو (کربلا میں شہید ہونے والے علی بن الحسین سے) چھوٹے تھے نے فرمایا: جب مجھے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: علی بن الحسین تو اس نے کہا: کیا علی بن الحسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا: میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، دشمنوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا! میں نے کہا: ”اللہ یتوفی الأفسح حین موتھا“ یہ سن کر اس نے میرے قتل کا حکم نافذ کر دیا تو زینب بنت علی علیہما السلام نے کہا: اے ابن زیاد! ہمارے خاندان کا اتنا ہی خون تیرے لئے کافی ہے! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اگر انھیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے! یہ سن کر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔
 طبری نے ابن سعد (صاحب طبقات) سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے باپ شعیب سے اور انھوں نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ نے صبح کس حال میں کی؟ خدا آپ کو صحیح و سالم رکھے! انھوں نے جواب دیا: میں نے اس شہر میں تجھ جیسا بوڑھا اور بزرگ نہیں دیکھا جسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہماری صبح کیسی ہوئی! اب جب کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم میں اسی طرح صبح کی جس طرح فرعون کے زمانے آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل نے صبح کی۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہمارے بزرگ اور سید و سردار علی بن ابیطالب نے اس حال میں صبح کی کہ لوگ ہمارے دشمن کے دربار میں مقرب بارگاہ ہونے کے لئے منبروں سے ان پر سب و شتم کر رہے تھے۔ (اے منہال) قریش نے اس حال میں صبح کی کہ سارے عرب پر وہ صاحب فضیلت شمار ہو رہے تھے کیونکہ محمدؐ ان میں سے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کی کوئی چیز نہ تھی اور سارے عرب اس فضیلت کے معترف تھے اور سارے عرب تمام غیر عرب سے صاحب فضیلت شمار کئے جانے لگے کیونکہ محمدؐ عربی ان میں سے تھے؛ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سارے عجم ان کی اس فضیلت کے معترف تھے۔ اب اگر عرب سچ بولتے ہیں کہ انھیں عجم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ان میں سے تھے اور اگر قریش سچے ہیں کہ انھیں عرب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ان میں سے ہیں تو اس اعتبار سے ہم اہل بیت ہیں اور ہمیں قریش پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ہمارے ہیں لیکن ہم لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ہمارے حق کو چھین لیا گیا اور ہمارے حقوق کی کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ ہمارا روزگار اور ہماری زندگی ہے، اگر تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی تو ہم نے اس حال میں صبح کی۔

اپنے باپ کے ہمراہ ۲۳ یا ۲۴ سال کے تھے۔ لہذا کہنے والے کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ وہ بچہ تھے اور ابھی ان کے چہرے پر ڈاڑھی بھی نہ پائی تھی؛ لیکن وہ اس دن مریض تھے لہذا جنگ میں شرکت نہیں کی۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کو ڈاڑھی تک نہ آئی ہو جب کہ ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن علی (علیہما السلام) دنیا میں آچکے تھے۔ (ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف بحوالہ طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۱۱ - ۲۱۸ وارشاد، ص ۲۴۴) بط بن جوزی نے اصل خبر کو بطور مختصر بیان کیا ہے۔ (ص ۲۵۸، طبع نجف)

عبداللہ بن غنیف کا جہاد

مسجد میں نماز جماعت کا اعلان ہوا لوگ آہستہ آہستہ مسجد آعظم میں جمع ہونے لگے۔ ابن زیاد فہر پر گیا اور بولا: ”الحمد للہ الذی اظہر الحق وأحلہ ونصر امیر المؤمنین یزید بن معاویہ و حزبہ و قتل الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علی و شیعتہ“ حمد و ثنا اس خدا کی جس نے حق اور اس کے اہل کو آشکار کیا اور امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد و نصرت فرمائی اور کذاب بن کذاب حسین بن علی اور اس کے پیروؤں کو قتل کیا۔

ابھی ابن زیاد اپنی بات تمام بھی نہ کر پایا تھا کہ عبداللہ بن غنیف ازدی غامدی اس کی طرف بڑھے۔ آپ علی کرم اللہ وجہہ کے پیروؤں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ رات تک مسجد سے جدا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہیں عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ نے ابن زیاد کی بات سنی تو فرمایا: ”ان الکذاب وابن الکذاب أنت وأبوک، والذی ولأک وابوہ یا بن مرجانہ^۱ أقتلون أبناء النسین و تنکمون بکلام الصدیقین!“ جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو اور تیرا باپ ہے اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایا اور اس کا باپ ہے، اے مرجانہ کے بیٹے! کیا تم لوگ انبیاء کے فرزندوں کو قتل کر کے راست بازوں جیسی بات کرتے ہو!

^۱ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ نبرد آزمائی میں آپ کی بائیں آنکھ جاتی رہی۔ جنگ صفین میں کسی نے آپ کے سر پر ایک وار کیا اور پھر دوسرا وار آپ کی ابروؤں پر کیا جس سے آپ کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۸، ارشاد، ص ۲۴۴) اور سیوط بن جوزی نے اس خبر کو بطور مختصر ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۵۹)

^۲ مرجانہ فارسی کے ”مہرگانہ“ سے معرب ہے۔ یہ ابن زیاد کی ماں ہے۔ یہ ایک قسم کی گالی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے شہر خوزستان کی رہنے والی تھی۔

یہ سن کر ابن زیاد ہکا را : اے میرے پاس لاؤ! یہ سنتے ہی اس کے اوباش سپاہی آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کو پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے قبیلہ ”ازد“ کو آواز دی : ”یا مہرور“ اے نیکو کار یہ سن کر قبیلہ ”ازد“ کے جوان آگے بڑھے اور آپ کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالا اور آپ کے گھر پہنچا دیا۔ ماحول ٹھنڈا ہو گیا تو ابن زیاد نے پھر آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور جب آپ کو گرفتار کر لیا تو قتل کر کے آپ کو کوفہ کے مقام بنجہ پر لٹکانے کا حکم دیا لہذا آپ کی لاش وہیں پر لٹکی رہی۔^۱

^۱ اس وقت عبدالرحمن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا : وائے بو ! تو نے خود کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں مبتلا کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۹) یہ ابو مخنف کے باپ کے چچا ہیں کیونکہ ان کے بھائی سعید ابو مخنف کے دادا ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے صفین میں شرکت کی ہے اور معاویہ کی غارت گریوں کا مقابلہ کیا ہے جیسا کہ طبری نے ج ۵، ص ۱۳۳ پر ذکر کیا ہے۔ ۶۶ھ میں مختار کے قیام کے وقت یہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے ہمراہ تھے جو ابن زبیر کی جانب سے کوفہ کا والی تھا۔ عبداللہ بن مطیع نے ان کو ایک لشکر کے ساتھ جبائے الصنادین تک روانہ کیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۱۸) یہ ان مشیروں میں سے ہیں جو اسے مشورہ دیا کرتے تھے کہ کوفہ سے حجاز چلا جائے۔ (ج ۶، ص ۳۱) یہ مختار پر خروج کو ناپسند کر تے تھے لیکن جب اصرار ہوا تو خروج کرنے والوں کے ساتھ نکل پڑے (طبری، ج ۶، ص ۴۴) تو وہاں فرات پر جنگ کی یہاں تک کہ ناتواں ہو گئے تو لوگ انہیں اٹھالے گئے (طبری، ج ۶، ص ۵۱) پھر بصرہ مینہ ان لوگوں کے ہمراہ جو اشراف کوفہ میں سے نکلے تھے مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے۔ (ج ۶، ص ۵۹) مصعب نے انہیں کوفہ روانہ کر دیا یہ ۶۷ھ کی بات ہے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے مدعو کریں اور لوگوں کو مصعب کی طرف لے جائیں۔ (ج ۶، ص ۹۶) مختار سے جنگ میں یہ مصعب کے ساتھ تھے۔ (ج ۶، ص ۱۰۴) ۷۴ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں والی بصرہ بشر بن مروان کی طرف سے ”ازرقہ“ کے خوارج سے جنگ کی تھی (ج ۶، ص ۱۹۷) اور انہیں کازرون تک بھگادیا تھا۔ ان لوگوں نے خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ کچھ لوگوں کے علاوہ ان کے سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے پس یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ۷۵ھ میں قتل کر دیے گئے۔ (ج ۶، ص ۲۱۲)

^۲ یہ حمید بن مسلم کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۸)

شہداء کے سر اور ایسروں کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے زحر بن قیس کو آواز دی۔ اس کے ہمراہ ”ابو بردہ بن عوف ازدی“ اور ”طارق بن ثبیان ازدی“ بھی تھے۔ اس نے ان لوگوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام کی خواتین اور بچوں کو چلنے کا حکم دیا اور علی بن حسین علیہ السلام کے لئے حکم دیا کہ ان کی گردن میں طوق و زنجیر ڈال دی جائے اور ان سب کو ”مخزومین ثعلبہ عائذی قرشی“^۱ اور ثمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ دونوں اہل حرم کو لے کر چلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچ گئے۔^۲ جیسے ہی یہ سر یزید کے سامنے رکھے گئے اس نے کہا: یفلتن حاماً من رجال أمة علینا و ہم کانوا أعتقوا و أظلموا۔^۳ ان مردوں کے سر و نیم کر دئے جو ہمارے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہے وہ لوگ عامل جنایت اور ظلم کے نو گرتھے۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صقعب بن زہیر نے یزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمن سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری

^۱ زحر بن قیس جعفی کنندی کا ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کنندی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) ۶۶ھ میں یہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف نبرد آزماتھا۔ اس کی طرف سے یہ دشت کندہ کی طرف لشکر کا سر براہ بن کر گیا تھا۔ (ج ۶، ص ۱۸) اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ یہ اور اس کا بیٹا فرات کے پاس کمزور ہو کر گر گئے۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۱) ۶۷ھ میں یہ مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ میں شریک تھا۔ مصعب نے فوج کا سردار بنا کر اسے دشت ”مراد“ روانہ کیا۔ (ج ۶، ص ۱۰۵) ۷۱ھ میں عبدالملک نے عراق کے مروانیوں میں سے جن لوگوں کو خط لکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ان لوگوں نے اس خط کا مثبت جواب دیا اور مصعب کو چھوڑ دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۵۶) ۷۴ھ میں خوارج سے جنگ میں یہ قبیلہ مذحج اور اسد کا سر براہ تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۹۷) ۷۶ھ میں اس نے حجاج کی طرف رخ کیا اور اس کے ایک ہزار آٹھ سو کے رسالہ میں داخل ہو گیا جو شیبب خارجی سے لڑنے جارہا تھا۔ اس نے شیبب سے خوب لڑائی لڑی لیکن آخر میں شیبب نے اسے مجروح کر کے گرا دیا اور یہ اسی مجروح حالت میں حجاج کے پاس پلٹ آیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۴۲) اس لعنتہ اللہ علیہ کے سلسلے میں یہ آخری خبر ہے اس کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

^۲ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباع جذامی نے اپنے باپ کے حوالے سے اور اس نے غاز بن ربیعہ جریسی حمیری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: خدا کی قسم میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثنا میں زحر بن قیس آیا اور یزید بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یزید نے اس سے کہا: وائے بو تجھ پر تیرے پیچھے کیا ہے؟ اور تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ نے آپ کو فتح دی اور آپ کی مدد کی۔ حسین بن علی (علیہما السلام) اپنے خاندان کے ۱۸ اور اپنے چاہنے والے ۶۰ افراد کے ساتھ ہماری طرف آئے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ تسلیم محض ہوجائیں اور امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کر لیں نہیں تو جنگ کے لئے آمادہ ہوجائیں۔ ان لوگوں نے تسلیم ہونے کے بجائے جنگ کو قبول کیا لہذا ہم نے طلوع خورشید سے ان پر حملہ شروع کیا اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تلواریں ان کے سروں پر چمکنے لگیں اور وہ سب کے سب قتل کر دئے گئے۔ اب وہاں ان کے بے سر جسم بربنہ پڑے ہیں، ان کے کپڑے خون سے آغشتہ، رخسار غبار آلود اور آفتاب کی تیش میں ان کا جسم ہے، ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور ان کے زائرین عقاب ہیں اور وہ وہیں تپتی ریتی پر پڑے ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۰، ارشاد، ص ۲۵۴، تذکرہ، ص ۲۶۰)

^۳ ۱۳ھ میں جنگ قادسیہ میں اور اس سے پہلے یہ موجود تھا اور اس سے ان اخبار کی روایت کی جاتی ہے۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۶۵۔ ۴۷۷، ارشاد، ص ۲۵۴)

^۴ یہ ابو مخنف کی روایت ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۹)

^۵ یہ حصین بن ہمام مری کے مفضلیات قصائد میں سے ایک قصیدہ کا شعر ہے جیسا کہ دیوان حماسہ میں موجود ہے۔

ج ۵، ص ۴۶۰، ارشاد، ص ۲۴۶، طبع نجف، مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۰، و تذکرۃ النحواص، ص ۲۶۲) بط بن جوزی نے زہری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: جب شہداء کے سر آئے تو یزید جیرون کی تماشا گاہ پر موجود تھا، وہیں پر اس نے یہ اشعار کہے:

لما بدت تک المحول وأشرق:

تک الشمس علی ربی جیرون

نعب الغراب فقلت نخ اولاتخ

فلقد قضیت من الغریم دیونی

جب وہ قافلے اٹھکار ہوئے اور وہ خورشید جیرون کی بلندی پر چمکنے لگے تو کوئے نے چیخنا شروع کیا؛ میں نے کہا: اب چاہے تو فریاد کر یا نہ کر؛ میں نے تو اپنے قرض دار سے اپنا حساب چکلتا کر لیا ہے۔ بط بن جوزی کا بیان ہے: تمام روایتوں میں یزید یہ سن کر یحییٰ بن حکم، مروان بن حکم کے بھائی نے کہا:

لھام بجنب التلف أدنی قرابة

من ابن زیاد العبد ذی السحب الوغل

سمتہ اُمیٰ نسلھا عدد االحصی

ونبت رسول اللہ لیس لھانسل

شہداء کی زیاد کے بے اصل و نسل بیٹے سے نزدیکی قرابت تھی، سمیہ کی نسل ریگزاروں کے برابر ہو گئی اور رسول اللہ کی بیٹی کی کوئی نسل باقی نہ بچی۔ یہ سن کر یزید بن معاویہ نے یحییٰ بن حکم کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا: چپ رہ! پھر لوگوں سے یہ مشورہ ہے کہ جب سر حسین اس کے سامنے آیا تو سارے اہل شام وہاں جمع تھے اور وہ چوب خیزران سے آپ کے سر کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا اور ابن زبیری کے اشعار پڑھ رہا تھا:

لیت اشیانی بدر شحدوا

جزع الخرج من وقع الأمل

قد قتلنا القرن من ساداتهم

وعد لنا هبدر فاعتدل

اے کاش! ہمارے وہ بزرگان ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے تو وہ شمیر و نیزہ کے چلنے سے خرج کی آہ زاری کو مشاہدہ کرتے، ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر دیا اور بدر کا حساب بے باقی کر لیا۔ بطین جوزی کا بیان ہے: شعبی نے اس کا اضا فہ کیا ہے:

لعبت حاشم بالملک فلا

خبر جاء ولا وحي نزل

لست من خذف ان لم انتقم

^۱ یہ اپنے بھائی مروان بن حکم کے ہمراہ جنگ جمل میں بصرہ میں موجود تھا اور وہاں مجروح ہو گیا تو شکست کھا کر بھاگا یہاں تک کہ معاویہ سے ۳۷ھ میں ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۵) ۷۵ھ میں اپنے بھائی کے لڑکے عبد الملک بن مروان کے زمانے میں مدینہ کا والی بن گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۰۲) ۷۸ھ تک اسی عہدہ پر باقی رہا پھر عبد الملک نے اسے ایک جنگ میں رونہ کیا۔ (ج ۶، ص ۳۲۱) اس کے سلسلے میں آخری خبر یہی ہے۔ ہاں اس نے اپنی بیٹی ام حکم کی شادی بشام بن عبد الملک سے کر دی تھی۔ (طبری، ج ۷، ص ۶۷۱)

من بنی احمد ماکان فضل

بنی ہاشم نے تو حکومت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ تو کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی؛ فرزند ان احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کام کیا اگر میں اس کا بدلہ نہ لوں تو خذف کی اولاد نہیں، پھر قاضی بن ابی یعلیٰ نے احمد بن حنبل کے حوالے سے حکایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: اگر یہ خبر یزید کے سلسلے میں صحیح ہے تو وہ فاسق تھا اور مجاہد نے کہا: وہ منافق تھا۔ کوآنے کی اجازت دی گئی۔ لوگ دربار میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حسین کا سر یزید کے سامنے تھا اور یزید کے ہاتھ میں ایک چڑی تھی جس سے وہ آپ کے گلوئے مبارک کو چھیڑ رہا تھا۔ یہ حال دیکھ کر ابو ہریرہ اسلمی اصحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: کیا تو اپنی چھڑی سے حسین کے گلوئے مبارک سے بے ادبی کر رہا ہے، خدا کی قسم تیری چھڑی اس گلوئے مبارک اور دہن مبارک سے متصل ہو رہی ہے جہاں میں نے بارہا رسول خدا کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے شفیع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ پھر ابو ہریرہ اٹھے اور دربار سے باہر آ گئے۔ ابو ہریرہ کی یہ گفتار ہند بنت عبد اللہ بن عامر بن کریم نے سن لی۔ یہ یزید کی بیوی تھی اس نے فوراً چادر اوڑھی اور باہر دربار میں نکل آئی اور کہا: اے امیر المومنین اکیا یہ حسین ابن فاطمہ بنت رسول کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا ہاں! رسول اللہ کے نواسہ اور قریش کی بے نظیر و برگزیدہ شخصیت پر نالہ و شیون اور سوگواری کرو ابن زیاد نے ان کے سلسلے میں عجلت سے کام لیا اور انھیں قتل کر دیا، خدا اسے قتل کرے! یحییٰ بن حکم نے کہا: تم نے اپنے اس فعل سے قیامت کے دن اپنے اور محمد کے درمیان پردہ حائل کر دیا اور تم لوگ ایک امر پر کبھی بھی یکجا نہیں ہو گے اور ان کی شفاعت سے دور رہو گے۔ یہ کہہ کر وہ

^۱ فتح مکہ میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ عبد اللہ بن خطل مرتد کے قتل میں شریک تھے جس کے خون کو رسول خدا نے مباح قرار دے دیا تھا۔ (طبری، ج ۳، ص ۶۰) ۲۰ھ میں مصر کی فتح میں یہ عمر و عاص کے ہمراہ تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۱) آپ کے اعتراض کی خبر طبری نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے سے بھی نقل کی ہے جس کے راوی عمار دہنی ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۰) مسعودی نے مروج الذهب ج ۳، ص ۷۱ پر روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: یزید اپنی چھڑی کو اٹھا لے، خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خدا ان لیوں کو بوسہ دیا کرتے تھے سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے پھر بلا ذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید کے سامنے جس نے یہ جملہ کہا وہ انس بن مالک تھے، پھر اس کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ انس کوفہ میں ابن زیاد کے پاس تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۶۲، طبع نجف)

^۲ عثمان نے انہیں سجستان سے کابل روانہ کیا تھا تو اس نے ۲۴ھ میں اسے فتح کر لیا (طبری، ج ۴، ص ۲۴۴) پھر وہاں سے معزول کر کے ۲۹ھ میں ابو موسیٰ اشعری کے بعد بصرہ کا والی بنایا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۵ سال تھی۔ یہ عثمان بن عفان کے ماموں زاد بھائی تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۶۴) اس نے فارس کو فتح کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۶۵) ۳۱ھ میں خراسان کی طرف روانہ

اٹھا اور باہر چلا گیا۔ دربار کی سجاوٹ کے بعد یزید جب دربار میں بیٹھا تو اس نے اہل شام کے اشراف کو بلایا اور وہ سب کے سب اس کے اطراف میں ادھر ادھر بیٹھ گئے پھر حکم دیا کہ علی بن الحسین زین العابدین (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کی خواتین اور بچوں کو دربار میں لایا جائے۔ حکم کی ہوا اور ”ابر شھو“، ”طوس“، ایور داور نسا کو فتح کیا۔ یہاں تک کہ سرخس پہنچ گیا اور اہل ”مرو“ سے صلح کی۔ (ج ۴، ص ۳۰۰) بصرہ میں زیاد بن سمیہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۰۱) ۳۲ھ میں ابن عامر نے مرو، طالقان، فاریاب، گرگان اور طخارستان کو فتح کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۰۹) اسی طرح ہراہ اور بادغیس کو بھی فتح کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۱۲) ۳۲ھ میں عثمان نے اس سے ان لوگوں کے سلسلے میں مشورہ لیا جو عثمان سے انتقام لینا چاہتے تھے تو اس نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو جنگ میں بھیج دو۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۳۳) ۳۵ھ میں عثمان نے اسے خط لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو عثمان کے دفاع کے لئے آمادہ کرے۔ ابن عامر نے عثمان کے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو لوگ فوراً عثمان کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے پھر وہ لوگ پلٹ گئے۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۶۸) ۳۵ھ میں عثمان قتل کئے گئے، اس وقت ابن عامر بصرہ کا حاکم تھا (طبری، ج ۴، ص ۴۲۱) اور وہاں سے وہ جازا گیا اور طلحہ، زبیر، سعید بن عاص، ولید بن عقبہ اور بقیہ بنی امیہ بھی وہیں تھے؛ ایک طویل گفتگو کے بعد ان کے بزرگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلیں لیکن بعض کی رائے یہ تھی کہ شام چلیں لیکن اسے ابن عامر نے رد کر دیا اور کہا: شام سے تمہارے لئے وہ شخص کفایت کرے گا جو مستدام اسی کے علاقہ میں ہو۔ ان لوگوں کو طلحہ کی تمنا تھی اور عایشہ و خضہ کا مثبت جواب ان کا پشت پناہ تھا لیکن عبد اللہ بن عمر نے انھیں منع کر دیا تھا اور اس نے کہا: میرے ساتھ فلاں فلاں میں تو سب اس کے ساتھ آمادہ ہو گئے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۵۱) (جنگ جمل میں یہ زخمی ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳۶) اسی کے ہمراہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کے لئے ایک وفد مدائن روانہ کیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۱۵۹) پھر معاویہ نے اسے دوبارہ بصرہ کا والی بنادیا (طبری،

^۱ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو حمزہ ثمالی نے قاسم بن نجیب کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۵) تعمیل ہوئی اور خاندان رسالت کو دربار میں اس حال میں وارد کیا گیا کہ سب کے سب آپ لوگوں کو غور سے دیکھ رہے تھے پھر آپ لوگوں کو اس کے سامنے بیٹھا دیا گیا۔ اس نے خاندان رسالت کو اس بری حالت میں دیکھا تو کہنے لگا ابن مرجانہ کا خدا برا کرے! اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت داری ہوتی تو وہ تم لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرتا اور اس حال میں نہ بھیجتا۔

ج ۵، ص ۲۱۲) اور اپنی بیٹی ہند بنت معاویہ سے اس کی شادی کر دی۔ اس نے زیاد کے ساتھ معاویہ کی نسبت پر اعتراض کیا تو معاویہ اس پر ناراض ہو گیا پھر یزید نے اس کی سفارش کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۱۴) طبری نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ یزید نے کب اس کی بیٹی ہند سے شادی کی لیکن ظاہر یہی ہے کہ جب ابن عامر نے یزید کی بہن ہند سے شادی کی ٹھیک اسی وقت یزید نے اس کی بیٹی سے شادی کی۔ اس عورت سے یزید کو ایک لڑکا بنام عبد اللہ تھا۔ اور اس عورت کی کنیت ام کلثوم تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰)

(۳) میں یزید کی ہلاکت اور بصرہ سے ابن زیاد کے فرار کے بعد اہل بصرہ کے ایک گروہ نے ابن زبیر کی ولایت سے ایک ماہ قبل اس کے بیٹے عبد الملک بن عبد اللہ بن عامر کو بصرہ کا حاکم بنادیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲)

پھر یزید نے علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: اے علی! تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحم اور میرے حق کو پامال کیا اور حکومت پر مجھ سے جھگڑا کیا تو اللہ نے ان کے ساتھ وہی کیا جو تم نے دیکھا۔ یہ سن کے آپ نے یزید کو جواب دیا: ”مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَ الْهَادِي“، یعنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انھیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہیں۔

یہ سنکر یزید نے جواب دیا: ”وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا تُبْكِبْتُمْ أَنْتُمْ كُفْرًا“ اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کا کرتوت ہے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ فاطمہ بنت علی (علیہ السلام) سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: جب ہم لوگوں کو یزید بن معاویہ کے سامنے بیٹھایا گیا تو ایک سرخ پوست شامی جو یزید کے پاس کھڑا تھا بولا: اے امیر المومنین! اے مجھے بہہ کر دیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف اشارہ کیا تو میں ڈر کر لرزنے لگی اور ذرا کنارے

^۱ سورہ حدید آیت ۲۲، ابو الفرج نے اس کے بعد ایک آیت کا اور اضافہ کیا .. ”ان ذالک علی اللہ بسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور“ (مقاتل الطالبيين) سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور پھر کہا ہے: علی بن الحسین اور ان کی خواتین کورسیوں میں جکڑا گیتا تو علی (امام زین العابدین علیہ السلام) نے آواز دے کر فرمایا: ”یا یزید ما ظنک برسول اللہ لو رأنا موثقین فی الحبال عرا یا علی! أفتاب الجمال“ اے یزید رسول اللہ کے سلسلے میں تیرا کیا گمان ہے اگر وہ ہمیں رسیوں میں جکڑا اونٹوں کی برہنہ پشت پر دیکھیں گے تو ان پر کیا گذرے گی؟ جب امام نے یہ جملہ فرمایا تو سب رونے لگے۔ (تذکرہ، ص ۲۶۲)

^۲ سورہ شوریٰ آیت، ۳۰، ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ یزید نے پہلے اس آیت کو پڑھا پھر امام علیہ السلام نے سورہ حدید کی آیہ ۲۲ سے اس کا جواب دیا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ ابو مخنف کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۱ و ارشاد، ص ۲۴۶، طبع نجف)

^۳ طبری کی عبارت یہی ہے لیکن شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۶، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ کے، ص ۲۶۴، پر فاطمہ بنت الحسین ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہوا حضرت زینبؓ پہو پھی تھیں۔

ہٹ گئی اور میں نے یہ گمان کیا کہ یہ کام ان کے لئے ممکن ہے اور میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑے کو پکڑ لیا جو عمر میں مجھ سے بڑی نیز مجھ سے زیادہ عاقل تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا لہذا اس سے کہا: ”کذبت واللہ ولؤمت! ما ذالک لک ولا لہ!“ خدا کی قسم تو جھوٹا اور قابل ملامت ہے، یہ حق نہ تو تجھے حاصل ہے نہ ہی یزید کو یا یہ سن کر یزید غضبناک ہو گیا اور بولا: خدا کی قسم تو جھوٹ بولتی ہے؛ یہ حق مجھ کو حاصل ہے اور اگر میں اسے انجام دینا چاہوں تو انجام دے سکتا ہوں۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا: ”کَلَّا وَاللّٰہِ، مَا جَعَلَ اللّٰہُ ذَٰلکَ لکَ اِلَّا اَنْ تَخْرُجَ مِنْ مِّلَّتِنَا وَتَدِیْنَ بِغَیْرِ دِیْنِنَا“، نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں، خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو ہمارے دین سے خارج ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔

یہ سن کر یزید آگ بگولا ہو گیا پھر بولا: تو مجھے دین کی تلقین کرتی ہے! دین سے خارج تو تیرے باپ اور بھائی تھے! حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے جواب دیا: ”بَدِیْنَ اللّٰہَ وَدِیْنَ اَبِیْ وَاَخِی وَجَدِیْ اِھْتَدِیْتَ اَنْتَ وَاَبُوکَ وَجَدَکَ!“ خدا کے دین نیز میرے آباء و اجداد اور بھائی کے دین سے تو نے اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے۔

یزید شدید غصہ کی حالت میں بولا: تو جھوٹ بولتی ہے اے دشمن خدا! حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: ”اَنْتَ اَمِیْر مَسْلُوطٍ تَشْتُمُ خَالًا تَقْتَرُ بِسُلْطَانِکَ!“، تجھ سے کیا کہہ سکتی ہوں تو ایک مسلط اور سر پھر بادشاہ ہے جو ظلم و ستم کے ساتھ برا بھلا کہہ رہا ہے اور اپنی سلطنت و بادشاہت میں قرو ستم کر رہا ہے۔ یہ سن کر ناچار یزید خاموش ہو گیا، پھر اس شامی نے اپنی بات کی تکرار کی: اے امیر المومنین یہ کنیز مجھے بخش دے! تو غصہ کے عالم میں یزید نے کہا: میرے پاس سے دور ہو جا، خدا تجھے موت دے! پھر حکم دیا کہ عورتوں کے لئے ایک علیحدہ گھر قرار دیا جائے اور ان کے ہمراہ علی بن الحسین بھی ہوں اور ان کے ہمراہ زندگی کی ضروریات موجود ہوں۔ اس بنیاد پر سب کے سب اس گھر میں منتقل ہو گئے جو ان کے لئے قرار دیا گیا تھا۔ جب خاندان رسالت کے یہ افراد وہاں پہنچے تو شام کی عورتیں روتی ہوئی ان کے استقبال کو آئیں اور حسین علیہ السلام پر نوحہ و ماتم کرنے لگیں اور اس نوحہ و ماتم کا سلسلہ

^۱ اس خبر کو طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۰)

تین دنوں تک جاری رہا۔ جب جناب زینب وزین العابدین علیہما السلام کا قافلہ مدینہ کی طرف جانے لگا تو یزید نے کہا: اے نعمان بن بشیر! سفر کے تمام اسباب اور ضروریات ان کے ساتھ کر دو، ان کے ہمراہ اہل شام کی ایک امین و صالح شخصیت کو روانہ کرو نیز ان کے ہمراہ سواروں اور مددگاروں کو بھی فراہم کر دو تاکہ یہ انھیں مدینہ تک پہنچا دیں۔ اس طرح خاندان رسالت کا قافلہ عزت و احترام کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ نکلا۔ یہ لوگ ان لوگوں کے ہمراہ رات میں ساتھ ساتھ چلتے اور قافلہ کے آگے آگے اس طرح ہوتے کہ کسی طرح سے کوئی کوتاہی اور غفلت نہ ہونے پائے۔ جہاں بھی یہ قافلہ اترتا تھا نعمان اور اس کے ساتھی ان کے اطراف سے جدا ہو جاتے تھے نیز ان کے نگہبان تمام راستہ میں ان کی ضرورتوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے جو ایک انسان کی روزمرہ کی حاجت ہوتی ہے مثلاً قضاۓ حاجت اور وضو وغیرہ۔ راستہ بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور نعمان بن بشیر راستہ بھر قافلہ رسالت پر ملاطفت کرتا رہا اور ان سے ان کی ضرورتیں پوچھتا رہا۔

محترم قاری پر یہ بات واضح ہے کہ طبری کی نقل کے مطابق ابو مخنف نے نہ تو قید خانہ کا ذکر کیا ہے، نہ ہی قید خانہ میں مدت قیام کو ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس میں امام حسین علیہ السلام کی ایک بچی کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔ اسی طرح قید سے رہائی اور اس کے اسباب، امام زین العابدینؑ سے یزید کی گفتگو اور پھر راستے میں کر بلا ہو کر مدینہ جانا اور کر بلا میں عزاداری وغیرہ کے واقعات اس تاریخ میں موجود نہیں ہیں لہذا ان تاریخی حقائق کی معلومات کے لئے قارئین کو لھوف، نفس المہموم اور مقتل کی دوسری معتبر کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے۔

(مترجم)

^۱ حارث بن کعب نے فاطمہ سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۱، مقاتل الطالبیین، ص ۸۰، تذکرہ، ص ۶۴) (۲)

اہل بیت کی مدینہ واپسی

اہل بیت کی مدینہ واپسی

جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ام لقمان خاندان بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ باہر نکل آئیں درحالیکہ وہ خود کو اپنے لباس میں لپیٹے ہوئے تھیں اور یہ دلوں کا شکار پڑے جا رہی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی کلم

ماذا فعلتم و اتمم آخر الامم

بعترتی و باہلی بعد مقتدی

منہم اساری و منہم ضربوا بدم^۱

ماذا تقولون ان قال النبی کلم

ماذا فعلتم و اتمم آخر الامم

بعترتی و باہلی بعد مقتدی

منہم اساری و منہم ضربوا بدم

^۱ شیخ مفیدؒ کا بیان ہے : ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم نے جب حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو سر پیٹتے ہوئے باہر نکل آئیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بہنیں ام ہانی، اسماء، رملہ اور زینب بھی تھیں جو عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم کی بیٹیاں تھیں۔ یہ سب کے سب شہداء کربلا پر نالہ و شبیہ کرنے لگیں اور ”ام لقمان“ یہ شعر پڑھنے لگیں.... (ارشاد، ص ۲۴۸) سبط بن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں واقعی سے ان اشعار کو زینب بنت عقیل سے نقل کیا ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۶۷)

^۲ طبری نے ان اشعار کو عمار دہنی کے حوالے سے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا : جب محملوں کو جناب زینب اور زین العابدین علیہما السلام کے قافلہ کے لئے تیار کر دیا گیا اور قافلہ مدینہ تک پہنچ گیا تو جیسے ہی یہ قافلہ مدینہ پہنچا بنی عبد المطلب کی ایک خاتون اپنے بالوں کو پریشان کئے ، باتھوں کو سر پر رکھے اس کوشش میں تھی کہ آستینوں سے اپنے چہرہ کو چھپا لے قافلہ سے روتی ہوئی آکر ملی اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔

ماکان خدا جزاء ی اذ نصحت کلم

ان تخلصونی بوع فی ذوی رحمی

اے لوگو! اس وقت کیا جواب دو گے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہل بیت اور میری عمرت کے ساتھ کیا سلوک کیا جبکہ تم آخری امت تھے؛ ان میں سے بعض کو اسیر بنا دیا اور بعض کو خون میں غلٹا کر دیا۔ اگر میں تم لوگوں کو یہ نصیحت کرتا کہ تم لوگ میرے بعد میرے قرا بتداروں کے ساتھ بد سلوکی کرنا تب بھی ان کی پاداش یہ نہ ہوتی۔ اے لوگو! اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری عمرت اور میرے گھرانے کے ساتھ کیا سلوک کیا تو تم کیا جواب دو گے؟ جبکہ تم آخری امت تھے؛ تم نے ان میں سے بعض کو اسیر تو بعض کو خون میں غلٹا کر دیا۔

جب عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کو اپنے دونوں فرزند محمد اور عون کی شہادت کی خبر ملی تو لوگ انہیں تعزیت پیش کرنے کے لئے آنے لگے۔ عبد اللہ بن جعفر نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا: ”الحمد للہ۔ عز وجل۔ علی مصرع الحسین (علیہ السلام) اُن لاکن آست سینا یدمی قد آساہ ولدی، واللہ لو شہدہ لأحیت اُن لا أفا رقه حتی أقتل معہ! واللہ لما یسنی بنفی غنما ویحون علی المصائب بھا: انھا أصیبا مع انھی وابن عمیواسین لہ، صابرین معہ“ اس میں زیادہ دیر نہ لگانا اور اگر راستے میں تمہارا اونٹ کسی وجہ سے رک جائے تو دوسرا خرید لینا، اسکے دینار تم کو ہم دے دیں گے۔ عبد الملک کا بیان ہے: میں مدینہ پہنچا اور عمرو بن سعید کے پاس حاضر

^۱ حلیمہ سعد یہ کی خبر کے راوی آپ ہی ہیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۵۸) جعفر طیار کی شہادت کے بعد جب بقیہ لشکر جنگ موتہ سے پلٹا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلا یا اور اپنے ہاتھوں پر آپ کو اٹھا کر نوازش کی۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۲) آپ ہی نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ قیس بن سعد کو مصر سے معزول کر دیں اور آپ کے مادری بھائی محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنادیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۶) آپ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۱) آپ امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کے کفن و دفن میں شریک تھے پھر انہیں لوگوں کے ہمراہ مدینہ لوٹ آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۵) جب آپ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنا خط لے کر آئے تھے تو وہاں آپ کے بقیہ حالات گزر چکے ہیں۔

^۲ سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمن بن عبید ابی کنود کے حوالے سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۶) ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عوانہ بن حکم نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر حسین بن علی (علیہما السلام) قتل کر دئیے گئے تو ابن زیاد نے عبدالملک بن ابی حارث سلمیٰ کو بلایا اور اس سے کہا: تم یہاں سے عمرو بن سعید بن عاص کے پاس جاؤ (واضح رہے کہ عمرو بن سعید ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا) اور جا کر اسے حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشخبری دے دو۔ دیکھو تم سے پہلے کوئی دوسرا یہ خبر اس تک نہ پہنچائے۔

ہوا تو اس نے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا خبر ہے؟ میں نے جواب دیا: ایسی خبر ہے جو امیر کو مسرور کر دے گی، حسین بن علی قتل کر امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خدائے عز و جل کی حمد و ثنا ہے، اگر میرے دونوں ہاتھ حسین کی مدد و یاری نہ کر سکے تو میرے دونوں بیٹوں نے انکی مدد و نصرت فرمائی، خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو مجھے یہی پسند ہوتا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ انھیں کے ہمراہ قتل کر دیا جاؤں، خدا کی قسم جو چیز مجھے اپنے دونوں بیٹوں کے سوگ میں اطمینان بخشی ہے اور ان کی مصیبتوں کو میرے لئے آسان کرتی ہے یہ ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی کے ناصر اور ان کے یار و مددگار تھے اور انکے ہمراہ صبر کرنے والوں میں تھے۔

دیئے گئے تو اس نے کہا: حسین کے قتل کا اعلان کر دو! میں نے ان کے قتل کا اعلان عام کر دیا۔ میں نے ایسی فریاد اور چیخ پکار کبھی نہ سنی تھی جیسی فریاد و گریہ و زاری حسین کے قتل کی خبر پر بنی ہاشم کی عورتوں کی سنی لیکن عمرو بن سعید نے لگا اور بولا:

عجبت نساء بنی زیاد عجة

کھچھ نوتنا غذا الارنب

بنی زیاد کی عورتیں نالہ و شیون کر رہی ہیں جیسے ہماری عورتیں ارنب کی صبح میں گریہ و زاری کر رہی تھیں پھر اس نے کہا: یہ نالہ و فریاد عثمان بن عفان کے قتل پر نالہ و فریاد کے بدلہ میں ہے، اس کے بعد وہ نمبر پڑ گیا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲۴۷، طبع نجف پر اس کی روایت کی ہے۔ ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا: اے عمر! وہ خط کہاں ہے جس میں میں نے تم کو حسین کے قتل کا حکم دیا تھا؟ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں نے تمہارے حکم پر عمل کیا اور خط ضائع ہو گیا۔ عبید اللہ بن زیاد: تم کو وہ خط لانا پڑے گا۔ یہ شعر عمر بن معدیکرب زبیدی کا ہے۔ ان لوگوں نے بنی زبید کے بدلے میں بنی زیاد سے انتقام لیا تھا تو اس پر ہشام کہتا تھا۔ بط بن جوزی نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔)

ص ۲۶۶) اور شعبی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا۔ اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور آپ کی ناک کے اوپر ہی حصہ سے بے ادبی کرنے لگا (اگرچہ اس روایت کی قوت ثابت نہیں ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا سر مدینہ نہیں آیا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مروان مبارک باد دینے کے لئے مدینہ سے شام گیا ہو اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ مترجم ہاشورہ محقق) اور بولا :

یا جذا بردک فی الیدین

ولو نکت الأحر فی الخدین

اے خوشاک تیرا سرد اور مردہ سر میرے دونوں ہاتھ میں ہے اور تیرا سرخ رنگ تیرے رخساروں پر ہے، پھر بولا: خدا کی قسم گویا میں عثمان کا زمانہ دیکھ رہا ہوں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نج البلاغہ ج ۴ ص ۷۲ پر حقیقت سے اس طرح پردہ ہٹایا ہے: صحیح تو یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعید بن عاص کو خط لکھا جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مژدہ سنایا گیا تھا۔ اس نے اس خط کو فبرے پڑھا اور اس کے ساتھ مذکورہ شعر بھی پڑھے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: ”یوم یوم بدر“ یہ دن روز بدر کا بدلہ ہے۔ یہ سن کر اصحاب کے ایک گروہ نے اس پر اعتراض کیا۔ اس مطلب کو ابو عبیدہ نے اپنی کتاب ”مثالب“ میں لکھا ہے۔ عمر بن سعد: وہ ضائع ہو گیا۔ عبید اللہ بن زیاد: خدا کی قسم تم کو اسے میرے پاس لانا ہوگا۔ عمر بن سعد: معذرت کے ساتھ خدا کی قسم ہم سے جو شکاوت ہوئی ہے اسے مدینہ میں قریش کی بوڑھی عورتیں پڑھ رہی ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حسین کے سلسلے میں اتنے اخلاص کے ساتھ تم سے گزارش کی تھی کہ اگر اتنا اخلاص اپنے باپ سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کرتا تو میں ان کا حق ادا کر چکا ہوتا۔ عبید اللہ کے بھائی عثمان بن زیاد نے کہا: خدا کی قسم یہ سچ کہہ رہا ہے، میں تو یہ چاہتا تھا کہ خاندان زیاد کی کوئی فرد نہ بچے مگر یہ کہ قیامت

کے دن اس کے ناک میں ایک کنکلی ہو لیکن اس نے حسین کو قتل نہ کیا ہو۔ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن حیرم کبھی نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے سنا ایک منادی ندا دے رہا تھا:

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلًا حَسِيْنَا

أَبْشُرُوا بِالْعَذَابِ وَالْكَتْكِلِ

كُلُّ أَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُونَ عَلَيْكُمْ

مَنْ نَبِيٍّ وَمَلَائِكَةٍ وَقَبِيلٍ

قَدْ لَعَنَ عَلَى لِسَانِ بْنِ دَاوُدَ

دَاوُدُ مُوسَى وَحَالِ الْإِنجِيلِ

اے نادان قاتلان حسین تم کو عذاب و رسوائی کی بشارت ہو تمام اہل آسمان انبیاء، فرشتے اور سب کے سب تمہارے لئے بد دعا کر رہے ہیں، داود، موسیٰ اور صاحب انجیل کی زبان سے تم لوگ مورد لعنت ہو۔ اس خبر کو شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۸، اور بط بن جوزی نے تذکرہ، ص ۲۷۰، طبع نجف پر لکھا ہے۔

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

واقعہ عاشورہ کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کے سربر آوردہ افراد کو بلایا اور ان کی دل جوئی کرنے لگا لیکن حضرت حر کے فرزند عبید اللہ بن حر جعفری پر اس کی نگاہ نہیں پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد عبید اللہ بن حر آیا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے حر کے بیٹے کو دیکھ کر کہا: فرزند حر! تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا: میں مریض تھا تو ابن زیاد کہنے لگا: روح کے مریض تھے یا بدن لہ علیٰ بالعا فیہ، میری روح تو مریض نہیں ہوئی ہے، رہا سوال بدن کا تو خدا نے صحت دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔

یہ سن کر ابن زیاد نے اس سے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے تو ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھا۔ عبید اللہ بن حر نے جواب دیا: اگر میں تمہارے دشمنوں میں ہوتا تو وہاں میرا حضور تم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ اس گفتگو کے درمیان عبید اللہ بن زیاد کچھ دیر کے لئے فرزند حر کی طرف سے غافل ہو گیا تو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابن زیاد متوجہ ہوا اور ابن حر کو نہیں پایا تو پوچھنے لگا: فرزند حر کہاں ہے؟ حاشیہ نشینوں نے جواب دیا: وہ تو ابھی تھوڑی دیر قبل نکلا ہے۔

عبید اللہ بن زیاد نے کہا: اے میرے پاس لے آؤ۔ یہ سن کر اس کی پولس کے افراد فوراً باہر آئے اور ابن حر کے پاس پہنچ کر کہا: امیر نے تم کو بلایا ہے ان کے پاس چلو لیکن حر کے فرزند نے آنے کے بجائے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور کہا: تم لوگ اس تک میرا پیغام پہنچا دو کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی فرمانبردار ہو کر اس کے پاس نہیں آؤں گا۔ پھر وہ وہاں سے نکل گیا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا کربلا پہنچا اور وہاں یہ اشعار پڑھے:

یقول امیر غادر وابن غادر

ألا كنت قاتلت الشهيد ابن فاطمة

فيأندمي أن لا أكون نصرته

ألا كل نفس لا تسد نادمة

واني لاني لم أكن من حاته

لذو حسرة ما ان تفارق لازمة

تقي الله ارواح الذين تأزروا

على نصره، نقياً من الغيث دائمة

وقفت على أجدائهم ومجالهم

فماذا يحيا يتقض والعين ساجدة

لعمري لقد كانوا مصاليت في الوغى

سرا عالى الهيجا حاة ضراغمة

فان يقتلوا فكل نفس تقية

على الارض قد أضحت لذاك واجبة

وما ان رأى الزاؤون أفضل منكم

لدى الموت سادات وزحراً فاقمة

أنتقمهم ظلماً وترجوا وداونا

فدع خطيـلست لنا بلاءمة

لعمري لقد را غتمونا بقتلهم

كلم نا قم منا عليكـم وناقمـة

أخـم مراراً ان أسير بجـفل

الى فـة زاغت عن الحق ظالمـة

كفوا والا ذكـم في كتائب

اشد عليكـم من زحوف الديـالمـة

جب یزید مر گیا پیمان شکن امیر اور فریب کار بیٹا کہتا ہے کہ فاطمہ کے شہید لال سے جنگ کیوں نہ کی؟ ہائے افسوس کہ میں ان کی نصرت و مدد نہ کر سکا، حقیقت یہ ہے کہ جس کی فکر صحیح و سالم نہ ہو اسے ندامت ہی اٹھانی پڑتی ہے، میں اس وجہ سے حسرت و اندوہ میں ہوں کہ میں ان کی حمایت نہ کر سکا اور یہ حسرت و ندامت مجھ سے جدا نہیں ہوگی، خدا ان لوگوں کی ارواح کو اپنی بے پایان

^۱ عبدالرحمن بن جندب ازدی نے مجھ سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹) ضرب المثل میں ”دیلیمیوں“ کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ”ساسانیوں“ کے سقوط کے بعد دفاعی جنگ میں انہوں نے بڑا زبردست حملہ کیا تھا۔ واضح رہے کہ ابن حر عثمانی مذہب تھے اور جب عثمان قتل کر دئے گئے تو یہ کوفہ سے نکل کر معاویہ کے پاس گئے اور اسی کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے (طبری، ج ۵، ص ۱۲۸) امام کی شہادت کے بعد یہ کوفہ پلٹ آئے یہ حجر بن عدی کی گرفتاری کے وقت آرزو مند تھے کہ اگر دس یا پانچ آدمی بھی میری مدد کرتے تو میں حجر اور ان کے ساتھیوں کو نجات دلا دیتا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۱) امام حسین علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو بہانہ کر کے کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں چلا تھا مگر یہ کہ مجھے ناپسند تھا کہ میرا آپ سے سامنا ہو تو اما م حسین علیہ السلام نے فرمایا : اگر تم ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو نہ کرو لیکن اس دن خدا سے خوف کھاؤ جس دن کہیں ان میں سے نہ ہوجاؤ جو ہم سے جنگ کریں گے، خدا کی قسم کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو ہماری فریاد سنے اور ہماری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوجائے گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۷)

رحمتوں کی بارش سے سیراب کرے جنہوں نے ان کی نصرت و مدد کا پورا پورا حق ادا کیا، میں ان کے جسموں اور ان کی آرا مگاہ پر اس حال میں کھڑا ہوں کہ میری آنکھوں سے ٹیل اٹک جا رہی ہے، قریب ہے کہ دل پاش پاش ہو جائے اور میں گر پڑوں۔ میری جان کی قسم وہ لوگ میدان جنگ میں ایسے بیشہ شجاعت تھے کہ شیر سے زیادہ سرعت و تیزی کے ساتھ میدان فضل و شرف کی طرف گامزن تھے اور مدافع حق کی حمایت کرنے والے نیز شیر بیشہ حق تھے، اگر وہ شہید کر دئے گئے تو اہل زمین کے تمام متقین ان کی شہادت پر اندوہناک ہیں حقیقت نگر اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے افراد جتنی تحقیق کرنا چاہیں کر لیں لیکن موت کے مقابلہ میں ان کے جیسا بہادر و ساونت نہیں پائیں گے کیا تم ان کو ظلم و ستم کے ساتھ قتل کرنے کے بعد ہم سے دوستی کی امید رکھتے ہو؟ اپنی اس بری سازش کو کنارے رکھو یہ ہمارے انکار سے سازگار نہیں ہے، میری جان کی قسم ان کو قتل کرنے کے بعد تم لوگوں نے ہم سے دشمنی مول لی ہے، کتنے ہمارے مرد اور کتنی ہماری عورتیں ہیں جنہیں تم لوگوں نے اپنے خلاف برا لکھتے کیا ہے۔

اور ابن زیاد بھاگ گیا۔ ادھر مختار قیام کے لئے اٹھے تو یہ سات سو سواروں کے ہمراہ مدائن کی طرف نکلے اور وہاں لوگوں سے مال لینے لگے تو مختار نے کوفہ میں ان کی بیوی کو قید کر لیا اور کہا: میں اس کے ساتھیوں کو ضرور قتل کروں گا تو یہ مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے اور مختار سے جنگ شروع کر دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے مختار کے قتل کے بعد مصعب کو مشورہ دیا کہ مختار کے ساتھیوں میں سے ان موالیوں کو قتل کر دو جو غیر عرب میں اور عرب نسل لوگوں کو چھوڑ دو لہذا مصعب نے ایسا ہی کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۶) اس وقت مصعب خود اپنی زندگی سے اس کے حوالے سے خوف زدہ ہو گیا اور اسے قید کر دیا۔ قبیلہ مذجج کے ایک گروہ نے اس کی سفارش کی تو مصعب نے اسے آزاد کر دیا پھر اس نے مصعب پر خروج کر دیا (طبری، ج ۵، ص ۱۳۱) اور عبد الملک بن مروان سے ملحق ہو گیا۔ اس نے اسے کوفہ کا گورنر بنا کر کوفہ لوٹایا۔ وہاں ابن زبیر کا عامل موجود تھا۔ عبید اللہ بن حرنے اس سے جنگ کی اور قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۵) راہ کربلا میں منزل قصر بنی

مقاتل کے پاس امام حسین علیہ السلام سے اس کی ملاقات کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔ ہمیشہ میں اس فکر میں ہوں کہ ایک لشکر جرار کے ہمراہ ان ظالموں کی طرف حرکت کروں جنہوں نے حق سے منہ موڑ کر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہے۔ اب بس کرو اور اپنے ظلم و ستم سے ہاتھ کھینچ لو ورنہ تمہارے ظلم و ستم کو دور کرنے کے لئے دیلیوں سے سر سخت اور بہادر سپاہیوں کے ہمراہ تمہارے خلاف نبرد آزمائی کروں گا۔

خاتمہ

خدائے متعال کی رحمتوں کے صدقے میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات سے متعلق روایتیں جو تاریخ طبری میں ہشام کلبی سے منقول ہیں جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے اپنے راویوں اور محدثین سے نقل کیا ہے، تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ تمام ہوئیں۔ یہ توفیق شامل حال رہی کہ تعلیقات کے لئے بھی ہم نے تاریخ طبری ہی کو پہلا منبع قرار دیا مگر یہ کہ اگر ہمیں تاریخ طبری میں کچھ نہیں ملا تو دوسری کتابوں کی طرف رجوع کیا۔ واللہ رب العالمین۔

سخن مترجم

خدا کا شکر کہ کتاب ”وقعۃ اللف“ کا ترجمہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی مدد سے تمام ہو گیا۔ خداوند عالم سے دست بہ دعا ہوں کہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمارا یہ فعل امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خوشنودی اور ان کے ظہور میں تعجیل کا سبب قرار پائے تاکہ وہ آکر تاریخی حقائق سے پردہ ہٹائیں اور ان کی موجودگی میں ہم مصائب محمد و آل محمد علیہم السلام سن کر مثاب ہوں۔ آمین یا رب العالمین بحق محمد و آلہ الطاہرین العبد

سید مراد رضا رضوی

۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ ہجری۔

فہرست منابع

- ۱۔ ابصار العین فی انصار الحسین شیخ محمد بن شیخ طاہر ساوی نجفی، طبع نجف
- ۲۔ الارشاد لمعرفۃ اللہ علی العباد، محمد بن محمد بن نعمان الکبریٰ بغدادی ابن المعلم معروف بہ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ، طبع نجف
- ۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، متوفی ساتویں صدی ہجری
- ۴۔ الاصابہ فی تمیز صحابہ ابن حجر عسقلانی فلسطینی، نویں صدی ہجری
- ۵۔ الاعلام، خیر الدین زرکلی
- ۶۔ اعلام الوری بالاعلام الہدی، فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۲۸ھ ق
- ۷۔ الاغانی، ابوالفرج اصفہانی
- ۸۔ امالی شیخ صدوق، محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی، متوفی ۳۸۱ھ، طبع بیروت
- ۹۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن صفار قمی
- ۱۰۔ تاریخ ائمہ والرسل والملوک (معروف بہ تاریخ طبری)، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۲۰ھ، طبع دارالمعارف قاہرہ
- ۱۱۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن واضح بن یعقوب، متوفی ۸۴۲ھ، طبع نجف
- ۱۲۔ تائیس الشیعة الکرام للعلوم الاسلام، سید محمد حسن صدر کاشغری، طبع بغداد

- ۱۳۔ تذکرۃ الخفایہ، ذہبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان قایماز ترکمانی، متوفی ۸۲۸ھ
- ۱۴۔ تذکرۃ خواص الائمة بخصائص الائمة (معروف بہ تذکرۃ الخواص)، بط بن جوزی صنبلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف
- ۱۵۔ تفصیل وسائل الشیخہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، محمد بن حسن حر عاملی، متوفی ۱۰۴۰ھ ق
- ۱۶۔ تقریب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی مصری شافعی، ۸۵۲ھ
- ۱۷۔ تنزیہ الانبیاء، محمد بن علی بن حسین موسوی بغدادی معروف بہ سید مرتضیٰ، متوفی ۴۳۶ھ، طبع بغداد، آفست بصیرتی
- ۱۸۔ تنقیح المقال، شیخ عبد اللہ مامقانی، طبع نجف
- ۱۹۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۲۰۔ جامع الرواۃ وازاحۃ الاشتباہات عن الطریق والاسناد، محمد بن علی اردبیلی غروی حائری
- ۲۱۔ البحر والاعتدیل، محمد بن ادیس رازی
- ۲۲۔ خصائص الحینیہ، شیخ جعفر بن حسین شوشتری
- ۲۳۔ الخلاصہ، محمد بن حسن بن یوسف بن مطهر اسدی حلّی، طبع نجف
- ۲۴۔ خصال، شیخ صدوق، محمد بن علی، متوفی ۳۸۱ھ
- ۲۵۔ خلاصۃ تہذیب التہذیب، الکمال
- ۲۶۔ الدلائل والمسائل، ھبۃ الدین شہرستانی، ۱۹۶۷م

۲۷۔ ذیل المذیل، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، طبع آستانہ

۲۸۔ رجال الشیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۳۶۰ھ، طبع نجف

۲۹۔ رجال کشی (اختیار معرفۃ الرجال، اصل کتاب بنام معرفۃ الرجال شیخ کشی کی جو تیسری صدی ہجری کے عالم تھے اور اس کا اختیار شیخ طوسی کے رسالت قلم میں شمار ہوتا ہے)، طبع نجف

۳۰۔ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور بہ سیرۃ النبی، عبدالملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ق

۳۱۔ شرح نج البلاغ، عزالدین عبدالحمد بن ابی السدید مدائنی بغدادی معترلی شافعی، متوفی ۶۵۶ھ، طبع قاہرہ مصر

۳۲۔ الشیخ وفون الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمی، طبع قاہرہ، مصر

۳۳۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ

۳۴۔ طبقات الکبریٰ، محمد بن سعید کاتب واقفی، متوفی ۲۲۰ھ

۳۵۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، احمد بن علی بن عتبہ، متوفی ۸۲۸ق

۳۶۔ فرج المہموم، علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاووس حسنی حلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف

۳۷۔ فوات الوفيات، محمد بن شاکر کتبی، متوفی ۶۴۲ھ

۳۸۔ الفہرست، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۳۶۰ھ، طبع نجف

۳۹۔ فرست ابن النذیم، محمد بن اسحاق بن نذیم بغدادی، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع رضا تجدد، تہران

۴۰۔ فرست اسماء مصنفی الشیخ، احمد بن عباس نجاشی، متوفی ۴۵۰ھ، طبع حجر ببئی، آفست داوری

۴۱۔ کافی، محمد بن یعقوب کلینی رازی، متوفی ۳۲۹ھ، طبع آخندی

۴۲۔ کامل الزیارات، ابو القاسم جعفر بن قولویہ، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع حجر، نجف

۴۳۔ الکامل فی التاریخ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، ساتویں صدی ہجری

۴۴۔ الکتاب الکامل، مہر د ابو العباس محمد بن یزید، متوفی حدود ۲۶۷ھ

۴۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، شیخ علی بن عیسیٰ اربلی بغدادی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع تبریز

۴۶۔ الکافی والاقاب، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع نجف

۴۷۔ لسان العرب، محمد بن مکرم بن مخلوط، ۱۱۷۱ ق

۴۸۔ لسان المیزان، بطین جوزی، متوفی ۶۵۴ھ

۴۹۔ شیر الاحزان شیخ ابن ناصح، متوفی ۶۵۵ھ، طبع نجف

۵۰۔ مجمع البحرین، فخر الدین طریحی نجفی، متوفی ۷۵۰ھ

۵۱۔ المراجعات الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰، طبع دار صادر، لبنان، شہید حسن شیرازی کے مقدمہ کے ساتھ

۵۲۔ مروج الذهب، علی بن حسین معودی بغدادی، متوفی ۳۵۶، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمد، طبع قاہرہ، مصر

۵۳۔ مسند احمد، احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۰ھ

۵۴۔ مطالب السوال فی مناقب آل الرسول، محمد بن طلحہ شافعی مصری، طبع مصر

۵۵۔ المطبوع مع التاريخ

۵۶۔ معالم العلماء، محمد بن علی بن شراشوب حلبی ساروی مازندرانی، متوفی ۵۸۵ھ، طبع نجف

۵۷۔ معجم البلدان یا قوت حموی، متوفی پانچویں صدی ہجری

۵۸۔ معجم مقاییس اللغة، ابو الحسن احمد بن فارس بن زکریا، متوفی ۳۹۵ھ

۵۹۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی

۶۰۔ مقاتل الطالبین، ابو الفرج اصفہانی، طبع نجف

۶۱۔ مقتل الحسین، ابو الموید موفق بن احمد خوارزمی، متوفی چھٹی صدی ہجری، طبع نجف

۶۲۔ مقتل الحسین و حدیث کربلا، سید عبدالرزاق موسوی مقرر نجفی، متوفی ۳۹۰ھ، طبع سوم، آفٹ بصیرتی

۶۳۔ مولفوا الشیخ فی صدر الاسلام، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۳۷۰ھ، طبع صید، لبنان

۶۴۔ میزان الاعتدال، ذہبی، متوفی پانچویں صدی ہجری، طبع قاہرہ، مصر

۶۵۔ نفس المہموم، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع قم، بصیرتی

۶۶۔ وقعتہ صفین، نصر بن مزاحم متفری تمیمی، متوفی ۲۱۹ھ، تحقیق ڈاکٹر عبد السلام ہارون، طبع قاہرہ مصر، آفٹ بصیرتی

